



کیلاش پربت ۲۱۸۵۰ فٹ

اہل ہنود اور بد مذہب والوں کی بہشت اور دنیا کا محور

(نیکشور پریس لکھنؤ)

۹۱۵۱۵
ش ی م

مغربی تہذیب

CHECKED

CHECKED 1959

دوسری مقبوضات برٹش گورنمنٹ
اور ہندو اور بودھ مذہب والوں کے متبرک مقامات

اور

وہاں کے باشندگان کی رسوم مذہبی اور حکومت کا بیان

NOT TO BE ISSUED

چارس اے شیرنگ صاحب بہادر ایم۔ اے۔ ہایف۔ آر۔ جی۔ ایس۔

انڈین سول سروس ٹیپو گرافر

معہ تصاویر و نقشہ جات

باہتمام بابو منوہر لال بھارگوپتہ ٹرنٹ

مطبع منشی نوکشتور کھنویں طبع ہوا

INDIA BOOK HOUSE
HYDERABAD

قیمت ۸ روپے

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

باراول

کتاب ہذا حسب اجازت

بنام نامی معالی القاب گردون بارگاہ
قدرا افزائے علم و ہنسہ جناب
سرجان پرسکاٹ ہیوٹ صاحبہادر
کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ امی
لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ آگرہ و اودھ
ڈیڈیکٹ کی گئی

فہرست ابواب لیسن تبت

صفحہ	مضمون
۱	دیباچہ۔
۵	باب اول۔ تمہید۔
۱۴	باب دوسرا۔ علاقہ اسکات اور قدیم باشندگان راجیز کا بیان۔
۳۹	باب تیسرا۔ پاک سرزمین کے پر تقدس افسانے۔
۷۱	باب چوتھا۔ بھوٹیوں کے عام حالات۔
۹۴	باب پانچواں۔ اہل تبت بودھ اور بھوٹیوں کے مذہب کا مقابلہ۔
۱۱۳	باب چھٹا۔ توہمات باطلہ۔
۱۳۰	باب ساتواں۔ بھوٹیوں کی شادی کے مراسم۔
۱۴۵	باب آٹھواں۔ اہل تبت اور بھوٹیوں کے مراسم مرگ۔
۱۶۶	باب نوواں۔ راستہ تجارت تبت۔
۱۷۶	باب دسواں۔ مغربی تبت۔ یا علاقہ ناری میں اہل تبت کے انتظام کا بیان۔
۲۰۱	باب گیارھواں۔ بھلا کوٹ باپرانگ کے عہدہ داروں اور پوجاریوں کے حالات۔
۲۶۳	باب بارھواں۔ ڈاکٹر ٹی جی لانگ اسٹاف کا گرلامان دھاتا پر چڑھنے کی کوشش کرنا۔
۲۸۹	باب تیرھواں۔ ملک تبت کے مذہب اور گورنمنٹ کا بیان۔
۳۲۷	باب چودھواں۔ دیوتاؤں کے سکھ مان سرور اور کیلاش کا بیان۔
۳۷۱	باب پندرھواں۔ گارنگ اور وایسرا یون کا بیان۔
۴۱۵	باب سولھواں۔ بازار گیانیا۔ وادی ستلج اور امین عورتوں کی سلطنت کا بیان۔
۴۳۹	باب سترھواں۔ مغربی تبت کے درون اور مغربی بھوٹیوں کے حالات۔

فہرست تصاویر ویسٹرن تبت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۲	رستی کے پل پر جھولا	۸	جگت سنگھ پولٹیکل بشیکار
۳۳	ادبچی پہاڑیوں کے باشندے	۱۱	تحصیلدار رکھرگ سنگھ سابق پولٹیکل بشیکار
۳۴	ادبچی پہاڑیوں کے باشندے	۱۲	لئے صاحب پنڈت گوہریا دوتند بھوٹیا ڈوگر
	ہماری خیام گاہ انگلز لیل صہری اسباب	۱۳	الموڑہ اور اسکاٹ کے درمیان جھوکا پل
۳۷	کھول رہے ہیں	۱۴	اردلی کی مسلح پولیس
۳۸	نقشہ جسے مختلف مقامات کی بلندی ظاہر ہوئی ہے	۱۷	جگت سنگھ
۴۰	نندہ دیہی	۱۸	راجی یاراوت
۴۱	نندہ دیہی	۲۰	راجی یاراوت
۴۳	ہنری انگلز لیل	۲۱	راجی یاراوت
	د انگلز لیل اور ہنری، نندہ دیہی پر ٹینیسی ٹریٹ	۲۳	راستہ مین
۴۶	کی بلندی پر قیام ہے	۲۵	زوردار دریا کے کالی یا ساردا
۴۷	نندہ کوٹ اور برفانی چشمے		دھروچو لہ کارسی کاپل درمیان نیپال اور
	نندہ دیہی (بائیں جانب) اور شرقی پوٹی	۲۶	انگریزی عملداری کے لائنگل شاہ صاحب جھوٹین
۴۸	دواہنی جانب	۲۹	نیپالی لفٹنٹ دھروچو لہ مین
	مشرقی پوٹی (بائیں جانب) اور نندہ دیہی کا	۳۰	رستی کے پل سے ایک لسی پارا و تو رہا ہے
۵۰	دواہنا رخ	۳۱	رستی کے پل سے ایک لسی پارا و تو رہا ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۹	دریائے کالی کے کنارے والی سڑک		تبت کے راستہ پر مزدور لوگ درست کرتے ہیں
۱۰۱	دریائے کالی کے کنارے والی سڑک	۵۳	تنداکوٹ (الگولہ) ہنری میدان میں
۱۰۶	ایک پہاڑی نالہ	۵۸	کچور کے درخت
۱۰۹	مشرقی بھوٹ کی عورتیں	۵۹	ہمارا کیپ
۱۱۰	ایک عالیشان ویران منظر	۶۳	لیپولیکھ درہ کے نزدیک ایک قدرتی نظارہ
۱۱۳	پل کا ایک نمونہ	۶۸	بھوٹیوں کی دعا خوانی کی جھنڈی دھجڑیں
۱۱۵	عباد نگاہ اور دعا خوانی کی چھڑیں	۷۳	بھوٹیا عورتیں
۱۱۹	پارچہ باغی جمیع رتیں اکثر مصروف رہتی ہیں	۷۴	بھوٹیا عورتیں زیور چاندی کے ہیں
۱۲۱	دریائے کالی کے کنارہ کی سڑک کا ایک نمونہ	۷۵	ایک لدا ہوا بتو
	دریائے کالی کے کنارے ایک خطرناک در	۷۷	مشرقی بھوٹ کے آدمی
۱۲۳	دھالو چڑھائی	۸۰	بھوٹیا دعا خوانی کے جھنڈے درخت میں
۱۲۵	دریائے کالی کا کنارہ	۸۱	مشرقی بھوٹ کی عورتیں
۱۲۸	درہ لیپولیکھ کے قریب	۸۲	مشرقی بھوٹ کی عورتیں
۱۳۲	مشرقی بھوٹیا عورتیں	۸۵	دریائے کالی کی سڑک
۱۳۳	بھیرون پراناج کے پورے لہجے ہیں	۹۱	ماہ بون مین پتی دار درختوں کی بہار
۱۳۷	تبت کا اون جو کا پنور آتما ہے	۹۲	ایک خطرناک جگہ
۱۳۸	ایک اعلیٰ درجہ کا پل	۹۵	تبت کے بھیس بن کر ناچنے والے
۱۳۹	دریائے کالی پر بالکل سیدھی اور ترائی	۹۸	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۰۲	جنگ پن کا نرپا معہ ہمارا بیان	۱۴۲	دریاے کالی کے کنارے کی سڑک
۲۰۴	لیپولیکھ درہ سے ثبت کا نظارہ	۱۴۴	دشو ارگزار راستہ
۲۰۷	ثبت میں پالا پر ہمارا پہلا مقام	۱۵۰	کھڑی چڑھائی۔ زمین کو دیکھیے
۲۰۸	لانگ اسٹاف کے خیمہ کا سنتری مقام تالا کوٹ	۱۵۵	لیپولیکھ کے قریب ایک شوارگزار خیمہ چھوڑا نظارہ
	مقام ٹکلا کوٹ دریا کرناٹی پر جو دریا لنگ کی	۱۵۹	لیپولیکھ کے قریب خیموں کی سطح کے اوپر کا ایک خوب منظر
۲۰۹	شاخ ہے	۱۶۱	لیپولیکھ کے قریب کا ایک منظر
۲۱۱	ہمارے ثبت والے ہمارا ہی	۱۶۲	فردو گاہ مقام بودے
۲۱۴	دریا عبور کر کے ٹکلا کوٹ جانیکا راستہ	۱۶۷	مگر پانی کے راستہ میں بکری کے بچے پیدا ہونا
۲۱۶	جنگ پن اور لاما	۱۶۸	گر سیاہنگ کا مدرسہ
۲۱۹	چم یا رانی جو تین بھائیوں کی بیوی ہے	۱۷۱	دریاؤں کا سنگم
۲۲۱	جنگ پن اور لاما مندر کے سامنے	۱۷۵	اندھا آدمی جسکو لیپولیکھ کے درہ سے قلعی نے پار کیا
۲۲۵	ٹکلا کوٹ کے مندر میں بدھا غلام کے بیت	۱۷۷	لیپولیکھ درہ کے قریب پہنچتے ہیں چڑھائی آسان ہے
۲۲۶	اہل ثبت کا رقص چہرہ وغیرہ لگا کر	۱۸۳	نیپال میں منپا کے راستہ کی ایک گھاٹی
۲۲۹	ثبت کے رقص	۱۸۴	لیپولیکھ کے درہ میں پہنچ گئے۔
۲۳۰	میزو اہل ثبت استعمال کرتے ہیں	۱۸۷	درہ لیپولیکھ کی اصلی چوٹی
۲۳۴	ایک ثبت کی شادی اور دولہن	۱۹۰	یا کون کی تصویر
۲۳۶	ایک ثبت کی شادی اور دولہا	۱۹۲	ایک خوبصورت نظارہ نیپال میں منپا پر
۲۳۷	ایک ثبت کی شادی اور شادی کی آخری رسم	۱۹۹	درہ لیپولیکھ کو عبور کر نیپال کے بعد ثبت کیجا نیپال ترائی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۸۶	گر لاماں حاتا کے برفستان سے اُسکا منظر	۲۳۹	رقاص تبت
۲۹۱	نصر کی تصویر جو بدن میں پہنا جاتا ہے	۲۴۱	تبت کے رقص
۲۹۲	چاندیکا توید اور بالیاں وغیرہ جو خورتین پہنتی ہیں	۲۴۵	زور آؤر سنگھ کا نذران چھٹا شکر کشمیر کی قبر
۲۹۸	نقشہ بہشت دیو درندے و دوزخ عوالم انسان	۲۴۷	قلعہ ٹکلا کوٹ گر لاماں دھاتا
۲۹۹	گر پنچول (ساخت لہما سا)	۲۴۹	ہمارے خمیہ ٹکلا کوٹ میں
	لوٹا مع دیگر اشیاء و قربانگاہوں میں تون کے		کوہ ہالیہ کا مندر ٹکلا کوٹ کی جنوبی سمت
۳۰۳	سانے استعمال ہوتے ہیں	۲۵۲	سے آگے
۳۰۵	تو کی مٹی کی صورتیں جو کثرت سے غاروں میں پائی جاتی ہیں	۲۵۶	کھوجراتہ کی خانقاہ جو دیر لیا گر نالی پر واقع ہے
۳۰۸	پارچہ تاج و زیور و دیگرہ جو مرد اور خورتین پہنتی ہیں	۲۶۰	ٹکلا کوٹ کا بلند محلہ
۳۱۴	خانہ داری کے اشیاء اور سامان وغیرہ	۲۶۲	نقشہ حوالہ جات
۳۲۰	درجے (دیکھی کے اہتیار) بھوت اور انیکے لیے	۲۶۴	ہالیہ پہاڑ کا منظر گر لاماں دھاتا کے میدان سے
۳۲۲	غلی جوتے راج ہنس کے اڈے میں زیادہ پائے وغیرہ	۲۶۵	وادی کا منظر جن جانب مشرق ہے
۳۲۵	دعا خوانی کے پتھر جھنڈے ترسول اور نیزہ وغیرہ	۲۷۱	جنوبی مغربی راستہ نیپال کے پہاڑ فاصلہ پر
۳۲۹	رکس تال اور مان سر دور کی چھیل اور کیشاں وغیرہ	۲۷۴	گر لاماں دھاتا کی چوٹی کا منظر
۳۳۲	درہ گر لاجکی بلندی ۱۶۲۰۰ فٹ ہے	۲۷۵	گر لاماں دھاتا کے شمالی مغربی پہاڑ کی بلندی کا منظر
۳۳۶	ایک دو کپا قوم کی عورت	۲۷۶	سویج کے طلوع ہونے سے پیشتر گر لاماں دھاتا کی چوٹی
۳۴۱	سویا گہ بھرے ہوئے تھیلے خانقاہ تھوکا دروازہ	۲۸۲	گر لاماں دھاتا پر ۲۳ و ۲۵ جولائی کی قیام گاہ
۳۴۲	مقام جیو کی خانقاہ	۲۸۵	گر لاماں حاتا کے برفستان کا سامنے کا رخ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۸۷	والیسراے کا بیٹا - بڑا والیسراے	۳۴۲	ایک تباہ شدہ خانقاہ
۳۸۸	ارگا ہوگ یا چھوٹا والیسراے بانی ملاحظہ ہو		نہرو مان سر دور کی جھیل کو داہنی جانب سے
۳۹۴	ہمارے ایک چشمہ کو عبور کرتے ہوئے	۳۴۳	اور کرسٹال کو بائیں جانب سے ملتی کرتی ہے
۳۹۷	ٹھاکر جے چند انگریزی تجارتی گمانتہ پیغم گارٹنگ	۳۴۹	دعا کی چھڑ سائے اور عمارت کی چوٹی پر
۴۰۰	تبت کی عورتیں	۳۵۲	برخا میں بھیرٹون اور بکر یو نکا دودھ کا لالچا
۴۰۳	تبت کا ایک نفرتی تعوید		برخا میں بھیرٹون اور بکر یو نکا دودھ دو ہا جا ہا
۴۰۶	کیستیا یا مردون کی یادگارین		ہے جو عورت ہے اسکے بال پیرون تک
	سرکاری چاک فروخت کے لیے چڑے میں	۳۵۴	آتے ہیں
۴۰۹	بندش کیجاتی ہے	۳۵۷	بھیرٹن جنہر بوجھ لدا ہوا ہے جا رہی ہیں
	سفری خیمہ یا ایک قطار میں رہی ہے	۳۶۱	مقام تیر تھا پوری کا میدان دیکھ سٹیج
۴۱۱	بند ہے ہوئے ہیں	۳۶۵	چارٹنس (رستہ) اور پتھرون کا ڈھیر
۴۱۷	گیا نیما کا بازار	۳۷۴	گرگٹسا اور لیپھ جانے کا راستہ
	برخا کا تاجراج اپنے خیمہ کے سامنے کان میں	۳۷۷	مغربی تبت کا ایک اعلیٰ منظر
۴۱۹	بالی ملاحظہ ہو	۳۷۹	دعا خوانی کا جھنڈا
۴۲۲	ایک تبتی لاما سوتیٹ رہا ہے		تاجراج کی بیوی بجائے اپنے خاوند سرکاری
۴۲۸	برخا کا تاجراج اور اسکی لڑکی	۳۸۲	کام انجام دیتی ہوئی
۴۳۱	اہل تبت جنگی صورتیں کیسے قدر و حشیا دہین	۳۸۴	چھوٹے والیسراے کا مکان
۴۳۳	دریائے گوری کا برفستانی چشمہ	۳۸۶	والیسراے کا بیٹا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۵۹	برفستانی چشمہ کا راستہ	۴۴۶	درہ آنتا و حاراکے قریب ایک برفستانی چشمہ
۴۶۱	الموڑہ کو - مقام ملام کے نیچے والی سڑک	۴۴۱	پتھال کی جانب جنوب ایک بلند مقام
۴۶۲	ہمارے قیام گاہ کو ملام سے	۴۴۲	تبت کی طرف کا نظارہ
۴۶۴	الموڑہ جاتے ہوئے ریل کوٹ	۴۴۷	نقشہ
۴۶۵	راے بہادر کشن سنگھ میلام وال	۴۴۸	درہ کنگر سے تبتی سرحد کا نظارہ
۴۶۶	(سروے ہند)	۴۴۹	درہ
۴۶۷	تین سنگھ مرحوم - سی - آئی - ای -	۴۵۰	درہ کنگر کا ایک نظارہ جس میں آنتا
۴۶۹	درہ ہندو میلام میں رہتے تھے	۴۵۱	شمالی اور جنوبی اطراف کا زبردست
۴۷۰	الموڑہ کے راستہ میں تیجہ کے مقام پر	۴۵۲	فرق اس سے ظاہر ہوتا ہے
۴۷۱	جھولے کا بل	۴۵۳	شمال کے جنوب کی جانب راستے
۴۷۲	مقام گیشہ کا بازار	۴۵۴	زیادہ خراب ہیں
		۴۵۵	درہ کا راستہ - آنتا و حاراکا درہ
			درہ آنتا و حاراکا - دیون کا - ملام کا

اُن بلندیوں میں شامل ہے۔ جہاں چڑھنے والے اب تک زیادہ سے زیادہ اونچے پہونچے ہیں۔ پھر یہ پہلا ہی موقع تھا۔ کہ ملک بت کے ایک پہاڑ چڑھنے میں۔ اُن طریقوں سے کام لیا گیا۔ جو زمانہ حال میں پسندیدہ سمجھے جاتے ہیں۔ مجھے اس موقع پر ڈاکٹر لانگ اسٹاف کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ کہ آپ نے مہربانی فرما کر مجھے اپنی بہت سی عکسی تصویروں سے کام لینے کی اجازت دی۔ چنانچہ بنجلہ، ان تصویروں کے ۶۴ ڈاکٹر صاحب کی ہیں۔ و با تثنائے چٹھ اور تصویروں کے باقی کل مع دلچسپ مناظر و نقشہ جات کے جو ایک خاص خوبی اس کتاب کی ہے۔ میری حاصل کی ہوئی ہیں انہیں دو تصویروں بالخصوص جغرافیہ و انون کے خاص مطلب کی ہیں۔ ایک مان سرور و کس تال کی تصویر حسین وہ نیچی پہاڑیاں دکھائی گئی ہیں۔ جو ان دونوں جھیلوں کو جدا کرتی ہیں۔ اور جس میں کیلاش دور سے نظر آتا ہے۔

دوسری وہ تصویر ہے۔ جس میں اُس کل نالے کی کل وسعت ظاہر کی گئی ہے۔ جو اُن دونوں جھیلوں کے مابین واقع ہو اور جس کے ادھر ادھر ہر ایک سرے پر ایک ایک جھیل ہے۔ اس صورت میں ناظرین اُن مسائل کو جو قریب ایک صدی سے لوگوں کے پیش نظر ہیں۔ خود ہی طے کر سکتے ہیں۔ اور وہ مسائل یہ ہیں۔ کہ آیا ان دونوں جھیلوں کے درمیان کوئی تعلق ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے۔ تو کیا ہے۔ میں سرس لاری اینڈ کو لکھنؤ کے فوٹو گرافون کا بھی۔ اُس سخت محنت کے لیے جو تصویروں کی تیاری میں صرف کی گئی ہے۔ از بس ممنون و مشکور ہوں۔

کیمپ ٹنکپور ۲۱ جنوری ۱۹۰۶ء سی۔ اے شیرنگ

باب اول

تمہید

نقشہ پر نظر ڈالنے سے۔ یہ بات ظاہر ہوگی۔ کہ سرکار انگریزی کی سرحد ملک تبت سے تین جگہ پر ملتی ہے۔ یعنی ایک سیٹی کے مقام پر جو ملک پنجاب کے ضلع کانگرہ میں واقع ہے۔ دوسرے سرکاری گڑھوال اور الموڑہ میں یہ دونوں اضلاع صوبجات متحدہ اگرہ۔ اور اودھ کی قسمت کماؤن میں شامل ہیں۔ اور تیسرے آسام میں جہان پر دریائے برہم پتر ہندوستان میں داخل ہوتا ہے۔ باقی کل سرحد پر اس سرے سے اُس سرے تک یا وہ دیسی ریاستیں ہیں۔ جو سرکار کی حفظ و حمایت میں ہیں۔ جیسے کہ کشمیر شہر ترہی گڑھوال و سکم وغیرہ۔ یا خود مختار ریاستیں ہیں جیسے کنبال اور بھوٹان وغیرہ۔

سرحد آسام سے تو ہمیں سرحدت کچھ زیادہ مطلب نہیں۔ اس لیے کہ وہ ایک جنگلی ملک ہے۔ دوہان جنگل اور پہاڑ زیادہ ہیں اور باشندوں کے اطوار وحشیانہ ہیں۔ مگر مغربی تبت جس سے سرکار انگریزی کا علاقہ۔ فزیکل حالتوں کے لحاظ سے۔ فی الواقع ملا ہوا ہے۔ نہایت قابل لحاظ۔ ملک ہے۔ بلکہ اس کی نسبت یہ بے دریغ کہا جاسکتا ہے۔ کہ دنیا کے کسی حصہ میں۔ کوئی دوسرا مقام مشکل سے ایسا ملے گا۔ جو مغربی تبت اور اُس کے قرب و جوار کے سرکاری علاقہ سے زیادہ تردد چسپ ہو۔

جغرافیہ کی رو سے ملک تبت کا یہ حصہ عملداری روس سے قریب ترین ہے اور گو دشوار گزار پہاڑوں کے سلسلے روسی ترکستان اور تبت کے اس حصہ کے درمیان حائل ہیں۔ تاہم اس کا اس موقع پر واقع ہونا ہی ایک ایسی بات ہے جو اس کی اعلیٰ درجہ کی ملکی وقعت کا موجب ہے لیکن سب سے بڑھ کر اس کی دلچسپی کا یہ سبب ہے۔ کہ لوگوں کے مذہبی خیالات میں اس کو مداخلت حاصل ہے۔ کیونکہ ہومر کے کوہ اولیمپس کی طرح۔ کیداش پر بت جو ہندو اور بودھ دونوں کا بہشت ہے اسی جگہ واقع ہے۔

اب بھی سیکڑوں جا تری ہر سال اس متبرک مقام کی زیارت کو جاتے ہیں۔ اور عنقریب آمدورفت کی سہولتیں بڑھ جانے پر سیکڑوں کی جگہ ہزاروں جانے لگیں گے۔ اور بالآخر جاتیوں کی اس ترقی تعداد سے بڑے بڑے نتائج پیدا ہوں گے۔

مغربی تبت اور سرکاری سرحد کا یہ حصہ وہ مقام ہے۔ جو ہندو اور بودھ دونوں کی نگاہ میں نہایت متبرک ہے۔ اور چونکہ یہ ایک مقام ہو ہے۔ جس کے طلسم آسا۔ اور عظیم الشان منظر۔ انسان کی روح کی انگلیوں اور اراؤن پر اثر ڈالنے والے ہیں۔ پس اعتقاد کی نگاہ سے ایک ایسے اسرار کے لباس میں دھنکا دکھتی ہے۔ جسکی وجہ سے یہ ہندو اور بودھ دونوں کے دیوتاؤں کے مسکن کے لائق ہے۔

مہاتما بودھ نے ہندوستان میں بہت سی یادگاریں چھوڑی ہیں جو اس ملک کے اکثر مقامات سے تعلق رکھتی ہیں۔ مثلاً گیمین آپ نے ہردان

حاصل کیا۔ بنارس میں (مسئلہ غم) کی تلقین کی۔ اور وہ راہ بتائی جس پر چلنے سے انسان آفت غم سے چھوٹ جاتا ہے۔ ٹکسلا کے مقام پر ایک اگلے جنم میں شان سخاوت کو اسطرح درجہ کمال پر پہنچایا۔ کہ اپنا سرو پا۔ اور اپنا گوشت و لہو۔ ایک مادہ شیر اور اُسکے سات بچوں کو تقسیم کر دیا لیکن جس مقام کو اہل تبت اپنے دیوتاؤں کا مسکن۔ اور عالم کائنات کا دھڑ قرار دیتے ہیں وہ کیلاش پر بت ہے۔

ہندوؤں میں صالح اور خدا پرستوں کی سب سے بڑی آرزو۔ بنارس (کاشی) میں موت پانا ہے۔ اور سیکڑوں۔ ہزاروں وہاں ہی لیے جاتے ہیں۔ کہ اس متبرک سے متبرک مقام میں۔ اپنی موت کا اس خوشی کے ساتھ انتظار کرتے رہیں جو صرف اُن لوگوں کا حصہ ہے۔ جو بعد از مرگ کے حالات پر نگاہ رکھتے ہیں۔ علیٰ ہذا پر آگ۔ داکہ آباد، جہان گنگا جمن کا ایک تیسرے دریا سرسوتی سے جو گپت (پنہان) ہے۔ سماگم (دلنا) ہوتا ہے۔ اور ہر دو اور جہان گنگا کی متبرک دھار۔ ہمالیہ کو چھوڑ میدان میں داخل ہوتی ہے وہ مقامات ہیں جو کمر درون خوش اعتقاد جاتیوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ لیکن وہ مقامات جنہیں۔ وہ اپنے دیوتاؤں کا مسکن قرار دیتے ہیں۔ جو شیوا اور کرشن کی بود و باش کے مقام ہیں۔ وہ بدرمی ناتھ اور کد ارناتھ ہیں۔ جہاں ہمیشہ برف جمع رہتی ہے اور کیلاش ہے۔ جو شیواجی کا بہشت اور گل جوشیوں کی نجات ہے۔

ویڈل صاحب نے۔ اپنی کتاب ”بدھزم اور تبت میں“، بہشت کے متعلق اہل تبت کے اعتقاد کے بیان میں۔ یہ لکھا ہے۔ کہ ”عین وسط میں۔ پہاڑوں کا

بادشاہ-کوہ میرو- (کیلاش) واقع ہے۔ اور یہ اس طرح سیدھا کھڑا ہے۔
جس طرح کچی کی لاٹ ہو۔ اسکے پہلو میں نصف بلندی پر۔ ایک عظیم الشان درخت
(جگت سنگھ پولیٹیکل بینکار)



کرمس ٹرمی کے واقع ہے۔ اور یہ درخت
دیوتاؤں اور ٹینٹس یعنی موسروں کے
ورمیان مایہ فساد ہے۔ کوہ میرو کے
چاروں سمت مساوی الاضلاع سونے
اور جو اہرات کے ہیں۔ چنانچہ اسکی مشرقی
سمت بلور کی ہے۔ جنوبی نیلم کی۔ مغربی لعل
سرخ کی۔ اور شمالی سونے کی۔ پھر طرح
طرح کے خوشبودار پھول۔ اور چھوٹے
چھوٹے درختوں سے یہ دھنکا ہوا ہے۔

یہیں مان سروور۔ اور کس تال ہیں جس کی بہت کچھ مہما (تعریف) نہایت
فضاحت کے ساتھ رامائن میں بیان کی گئی ہے۔

سرکاری عملداری جو ملک تبت کے اس حصہ سے ملتی ہے۔ وہ سرحد
کماؤں ہے۔ یہ مقام ہندوؤں کی نگاہ میں وہ رتبہ رکھتا ہے۔ جو عیسائیوں کی
نگاہ میں فلسطین کو حاصل ہے۔ یعنی یہ وہ جگہ ہے جہاں ان لوگوں نے جو اہل
ہندو کی نگاہ میں واجب التعظیم ہیں۔ اپنی زندگی کا ایک زمانہ صرف کیا ہے۔ یہ
دیوتاؤں کا مسکن۔ اور نجات آخری۔ موکش کا۔ خاص زینہ ہے۔

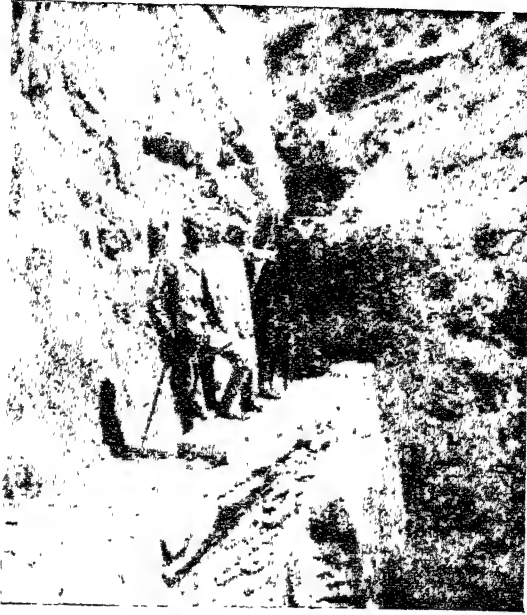
یہ اعتقاد ابھی تک قائم ہے۔ اور ہزار ہا آدمی ہر سال بدری ناٹھ اور کدرا ناٹھ کی جائزہ کو جاتے ہیں۔ اور اپنے اس عقیدہ کی تصدیق کرتے ہیں بلکہ ان میں بہت سے ایسے ہیں جن کے نزدیک ان مقامات متبرک کی زیارت کا فخر حاصل ہوتا ہے۔ انکی تمام دنیوی خواہشات کا برآنا۔ اور زندگی کا پھل پانا ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں ان مقامات کی زیارت سے ان کے کل اگلے پچھلے باپ دور ہو جاتے ہیں۔ اور وہ آگ کو (تناسخ کی تکلیفات) سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ یہاں کی ایک ایک چٹان۔ اور پانی کا نالا یا سوت کسی نہ کسی دیوتا یا رشی مہاتما سے منسوب ہے۔ اور ہر ایک کے ساتھ ایک مذہبی روایت۔ اس کے مناسب حال متعلق ہے۔ قدرت بھی اپنے نشیب و فراز درستی و دشواری کے پیرایہ میں اس اعتقاد کی تصدیق کرتی ہے۔ و زبان حال یہ گواہی دیتی ہے۔ کہ درحقیقت تمھارے دیوتاؤں کے رہنے کی یہی جگہ ہے۔

ان اوصاف پر تقدس سے قطع نظر کرنے پر بھی۔ ملک بخت کا یہ حصہ اور اس سے ملحق ہمالیہ پہاڑ کا۔ وہ ٹکڑا۔ حسین ریستانی چوٹیاں۔ اور اونچے اونچے پہاڑ شامل ہیں۔ اسی شان و شوکت کے لحاظ سے تمام دنیا میں بے نظیر ہے۔ اس لیے کہ ~~حیر~~ کملاؤں کے کنارے کنارے۔ ایک ہیل چوٹے چھوٹے سے ٹکڑے کے اندر کوئی اتنی چوٹیاں ایسی ہوں گی جو ۲۰۰۰۰ میں ہزار فیٹ سے زیادہ اونچی ہیں۔ اور ان سب کے سر پر نندا دیوی جو ۲۵۶۸۹ فیٹ بلند ہے۔ اور اس کی بہن۔ کاسٹ ۲۵۳۷۲ فیٹ بلند خوبصورتی اور

سر بلندی میں۔ اسکی رفعت۔ صاف صاف دکھائی دیتی ہے۔ اور اس
مجموعہ شان و عظمت کی شمالی جانب تبت کا سطح میدان ہے۔ جو سطح
سمندر سے بدرجہ اوسط... ۱۳۰۰۰ تیرہ ہزار فیٹ سے۔ پندرہ ہزار ۱۵۰۰۰
فیٹ تک بلند ہے۔ یہاں گر لاماں دھاتا کا عظیم الشان پہاڑ جسکی
سب سے اونچی چوٹی ۵۰۳۵۲ فٹیں ہزار تین سو پچاس فیٹ بلند ہے
کل پہاڑوں میں سر بلند ہے۔ اور میلون کے فاصلے سے منارے کی
طرح نظر آتا ہے۔ اس خوبصورت ملک میں۔ جو عقائد متبرک کی کھان
ہے۔ اور جو قدرت کے نہایت عظیم الشان اور عبرت انگیز عجائبات
سے مالا مال ہے۔ سرکار انگریزی کے علاقہ میں۔ ایک قوم آباد
ہے۔ جسے بھوٹیا کہتے ہیں۔ ان کے بیدھڑک سوداگر ہونے کا تو کہنا ہی
کیا۔ کیونکہ ظاہر ہے۔ کہ یہ ہر سال آب و ہوا کی گرمی سردی۔ اور پہاڑ
پر اترنے چڑھنے کے خطرات تجارت کی غرض سے سستے ہیں۔ اور انکے
یہ اوصاف مردانہ ہماری قدردانی کے مستحق ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی
یہ وہ قوم ہے۔ جو اپنے انوکھے طور و طریق اور رسم و رواج کی وجہ سے
جوان دور دراز پہاڑوں میں اب تک جاری ہیں۔ نہایت دلچسپی کے
لائق ہیں۔ ان سے آگے چل کر۔ اہل تبت رہتے ہیں جن کے حالات ابھی
تک کما حقہ نہنیں معلوم۔ جن کے مراسم مذہبی میں۔ دعا خوانی کے پیہے اور
جھنڈیاں داخل ہیں۔ جن کی خانقاہیں۔ لاماؤں سے بھری ہیں۔ جنکے ساحر
انسان کی کھوپڑیوں میں خون پیتے ہیں۔ ماس اور ہڈیاں کھاتے ہیں۔

(تحصیلدار کھرک سنگھ سابق پولیسکل میسکار)

اور انسان کی ران
کی ہڈی کی قرنا
یعنی ترمی سے اور
اسی فن پلید کے
اور اور آلات کے
ذریعے سے اُن
موکھوں کی دعوت
کرتے ہیں۔ جنکی
نسبت کہا جاتا ہے
کہ بہت نیچے۔



(پاتال) میں رہتے ہیں۔ چونکہ میں خوش نصیبی سے۔ ایک عرصہ تک
ضلع الموڑہ میں خدمات سرکاری پر مامور رہا ہوں۔ و نظر برآں مجھے اکثر
اوقات ان عجیب لوگوں سے ملنے کا کام پڑتا تھا۔ جو ان پہاڑوں کے
باشندے ہیں۔ پس مجھ کو یہ موقع حاصل تھا۔ کہ میں اُن کے طور و
طریق پر غور کروں۔ اور اُن کے طرز معاشرت۔ اور سرحدی معاملات
کا علم قرار واقعی حاصل کروں۔ پھر مجھے مغربی تبت کے سفر کا اتفاق
ہوا۔ جس نے اس سرمایہ واقفیت کو اور بھی بڑھا دیا۔

اس سفر میں علاوہ معمولی غلے اور شاگر و پیشے کے۔ ڈاکٹر ٹی۔ جی۔
لانگ اسٹان الپائن کلب کے ممبر اور اُن کے دور مہنا انگزیس بروکرل

(راے صاحب پنڈت گو بریادولتمنڑ بھوٹیا سوداگر اور رتر جان)

اور ہن سری
برو کر ل دو

بھائی ملک

اٹلی کے رہنے

والے - جو

ڈاکٹر صاحب کے

ہمراہ تھے -

میرے ہم سفر

تھے - اور

کھرک سنگھ پال



تحصیلدار جو پہلے دس برس تک سرحد پر پولیٹیکل پیشکار رہے تھے
اور اُن کے بھائی جگت سنگھ جو اب پولیٹیکل پیشکار ہیں - یہ بھی ساتھ
تھے - یہ دونوں راجپار اسکات کے برابر ہیں - اور راجپارہکات
کا علاقہ ایسے موقعہ پر واقع ہے - جو ان کل وردن پر جو تبت کے
گذرگاہ میں - اور کالی ندی پر جو نیپال - اور سرکاری عملداری کے
درمیان - ہماری حد فاصل ہے حاوی ہے -

اس کتاب کی تصنیف کا سبب مصنف کی یہ دلی تمنا ہے - کہ
سالہا سال کے عرصہ میں جو معلومات ہم پہونچائی گئی ہیں - وہ اُن
لوگوں کے حق میں مفید اور کارآمد ثابت ہوں - جن کو ادھر

(الموڑہ اور اسکاٹ کے درمیان جھولے کا پل)



آنے کا کام پڑے۔ یا جنگو اس خطہ ممنوع الدخل کے۔ ان عجائبات
پہرے کے دیکھنے کا شوق ہو۔ جن کی جانب اکثر لوگوں کی توجہ ہے
(اردلی کی مسلح پولیس)



باب دوم

علاقہ اسکات اور قدیم باشندگان راجہ کابیان
سب سے زیادہ خوبصورت و نیرب سے زیادہ دلچسپ مقام جسکے
ذکر سے اس داستان کا آغاز ہوتا ہے۔ اسکات کا مقام ہے جو موڑہ
سے ۷۰ میل۔ اور تھلا کوٹ سے ۷۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ تھلا کوٹ وہ
عظیم الشان قصبہ ہے۔ جو بت مین داخل ہوتے ہی سب سے پہلے ملتا ہے
بیان پر۔ ایک جنگو پن کا۔ قیام گاہ ہے۔ اور ایک بڑی خانقاہ ہے۔
جس میں ایک زبردست و ذی اختیار لاما۔ حکمران ہے۔

علاقہ اسکات کو۔ ہندوستان کے سطح میدانوں سے۔ سب سے سیدھا
راستہ اس سڑک کے۔ کنارہ کنارہ ہے جو درجہ اوسط عمدہ ہے۔ اور سرحد

نیپال کے متوازی چلی جاتی ہے۔ اور ٹنک پور کی منڈی بھی جو کوہ ہمالیہ کے دامن میں واقع ہے۔ تقریباً صرف ۸ میل ہے۔

اس صورت میں۔ اگر ۲۰ میل کی وہ مسافت۔ جو ٹنک پور اور پللی بھیت کے ریلوے کے درمیان حائل ہے۔ کسی وقت میں (بذریعہ ریل) ملا دی جائے۔ تو تبت اور ہندوستان کے بعض بڑے بڑے شہر۔ اور کارخانجات کے مرکز۔ مثل۔ دلی۔ کانپور۔ ولکنو وغیرہ کے براہ راست۔ اور کلکتہ و بمبئی بالواسطہ ایک ہو جائیں۔

ہمارے اسکات پہنچنے پر سر کوراجار اسکات مع اپنے دو بٹے لڑکوں کے۔ ہمے باضابطہ ملاقات کے لیے آئے۔ یہ صاحب ہندوستانی جٹلین کے ایک عمدہ نمونہ ہیں۔ اور سرکار انگریزی کے بہت کچھ مورد عنایات رہے ہیں۔ یہ اپنے آپ کو راجگان کٹیور کے خاندان سے بتلاتے ہیں۔ جنکا کابل سے نیپال تک راج تھا۔ اور جنکے نام کی یادگار ضلع الموڑہ کا وہ حصہ ہے۔ جو کٹیور کے نام سے مشہور ہے۔

اسکات کا علاقہ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ ان کل راستوں پر حاوی ہے جو تبت کی خاص خاص گذرگاہیں ہیں۔ اور اس کی سرحد نیپال پر واقع ہونے کی وجہ سے۔ یہ مقام۔ ہمارے اور اس ملک کے تعلقات باہمی کے لحاظ سے بھی۔ نہایت قابلِ وقت ہے موجودہ راجار اسکات منجانب سرکار انگریزی محسٹریٹ ہیں۔ اور ان کو صیغہ فوجداری میں۔ چھ ماہ کی قید اور دوسروں پر یہ تک جبرانہ کے اختیارات حاصل ہیں

یہ اس علاقہ میں۔ بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اور اپنے اہل خاندان کو اس ناکارہ زندگی سے محفوظ رکھنے کی بڑی کوشش کرتے ہیں جو اکثر ہندوستانی ریسیوں کی بربادی کا موجب ہے۔ اُن کے پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہیں۔ جن میں سے دو بڑے لڑکے۔ اکہ آباد میں تعلیم پاتے ہیں۔ اور نہایت عمدہ و مناسب نگرانی کی غرض سے کیمبرج اور کیمبرج ہوٹل میں مقیم ہیں۔ جہاں وہ یونیورسٹی انگلستان کے۔ طور و طریقوں سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔

ایک روز ہم ان جنگلی آدمی۔ یا بن مانسون کو دیکھنے گئے جو اسکاٹ کے قصبہ کے نہایت قریب رہتے ہیں۔ حالانکہ میں انکو پیشتر بھی دیکھ چکا تھا بلکہ درحقیقت جاڑوں کے ایام میں ہمارا ڈیرہ ہی اُن کے مکانات کے متصل تھا۔ یہ لوگ اسکاٹ کے قصبہ سے کوئی دو ہزار فیٹ نشیب میں ڈاوی کوہ میں رہتے ہیں۔ آخر جون کی گرمی کے ایام میں۔ پہاڑ سے نیچے اتر کر اُس آتش کدہ میں جانا۔ کوئی چھوٹی بات نہ تھی پھر بھی ہم اس خیال سے کہ جہاں تک ممکن ہو۔ ٹھنڈے وقت چلین سہ پہر کو تین بجے روانہ ہوئے۔ اور جلدی سے نیچے اتر کر اُس دریا پر پہنچ گئے جو اُس کوہ میں بہتا ہے۔ اس کوہ کی گرمی سردی میں بمقابلہ قلعہ کوہ کے جو اختلاف ہے اس کا اکثر اوقات سیاحون نے ذکر کیا ہے۔ مگر میرے نزدیک اسکی صحیح کیفیت ہماری جماعت کے لوگوں کو۔ سوائے ذاتی تجربہ کے کسی اور طرح نہیں معلوم ہو سکتی تھی۔ لانگ اسٹاف صاحب اور اُنکے دونوں ہمراہیوں کو گرمی

سردی سننے کی خوب مشق تھی اس لیے کہ یہ ابھی ایک سخت سفر طے کر کے آئے تھے۔ پھر بھی شدت گرمی سے اُن کا بُرا حال تھا۔ اور سخت بیتاب تھے۔

مول پر پونچکر بہنے دیکھا کہ صرف ایک بڑھا آدمی جھوپڑیوں میں موجود ہے اور اور سب جنگل کو گئے ہوئے ہیں پس ہم اُن کے آئے تک قناب کی تیز شعاعوں سے بچنے کیلئے جو جسم کو جھلے دیتی تھیں ایک طرف سایہ میں بیٹھ گئے۔ اور ہمارے دونوں لوگوں نے سوا ایک ڈوپٹہ کا پنکھا بنایا۔ جو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر جھلنا شروع کیا۔ اس لیے کہ ہم شدت گرمی سے نہایت خستہ حال تھے۔ آخر کار آٹھ مرد اور ایک عورت جنگل سے واپس آئے۔ اور اُن کے کچھ دیر بعد دو بچے بھی آئے۔ لاگ اسٹاف صاحب نے اُن کی تصویر کھینچنے کا کئی مرتبہ ارادہ کیا۔

(راجی یارادت)



مگر مشکل سے کھینچ پائی اس لیے کہ جب یہ اس ارادہ سے کھڑے ہوتے تھے۔ تب ہی اُن پر (شدت گرمی کے باعث) غشی کی حالت طاری ہوتی تھی

بیان مذکورہ بالا سے وہ بعض مشکلات کسی قدر ہی خیال میں آئیں گی جو گرمی کے موسم میں پہاڑ کے دورہ میں پیش آتی ہیں۔ اور نیز اس شدت گرمی کا بھی کچھ اندازہ ہوگا۔ جس کی تکلیف ہم کو وقتاً فوقتاً جھیلنی پڑی۔ حال کلام یہ ہے کہ اونچے پہاڑوں کی آب و ہوا۔ اگرچہ نہایت خوشگوار ہے مگر بعض ادیان کوہ کی گرمی بھی تقریباً نہایت ناقابل برداشت ہے ہم ان لوگوں سے بیٹھے ہوئے بہت دیر تک باتیں کرتے رہے اور اس حجاب کے دور کرنے کے لیے۔ جسے انگریزی محاورہ میں سچ توڑنا کہتے ہیں۔ اور جو اس گرم مقام کے لیے ایک نہایت موزون استعارہ ہے۔ پہننے پہلے ہی سے متبا کو نکال کر خود پیا۔ اور اُنکو بھی دیا۔ لیکن اول اُن کو متبا کو مین اشتباہ ہوا۔ مگر پھر حجت اُسے ایک چلم میں بھر اور اُسپر ایک جلتا کوئلہ رکھ۔ وہ چلم ہمارے ایک ملازم کو سب سے پہلے پینے کے لیے حوالہ کی۔ اس سے ظاہر ہے کہ ضرور اُنکے دل میں کچھ شبہ تھا۔ لیکن ہمارے نوکر تو اُن کے رنگ و ہنگ سے خوب واقف ہی تھے انھوں نے فوراً اُنکے اندیشہ کو دور کر دیا۔ پھر توجہ تہ کا دور شروع ہوا اور ہاتھوں ہاتھ چلنے لگا۔ اور پلیس نیوی کٹ کی خوب ہی قدر ہوئی یہ جنگلی آدمی جن کا لباس صرف یہ ہے کہ ایک مختصر سا کپڑا کر سے بندھا ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو اسکا دن کی نسل سے بتلاتے ہیں مگر مشرق کے ملکوں میں یہ انوکھی باتیں۔ کچھ تعجب خیز نہیں۔ کیا برہمن چیرا اسی کو اپنے قابل پرستش ہونے کا دعویٰ نہیں ہوتا۔ اور کیا اُس کی پانچ روپیہ ماہواری کی تنخواہ اُسکے ہماراج

(راجی یا رات)



کہلانے میں مانع ہے
یہ جنگلی آدمی جو اپنے
آپ کو نسل راجگان سے
سمجھتے ہیں۔ جب راجار
اسکات سے ملنے جاتے
ہیں۔ تو اُسے چھوٹا بھائی
کہہ کر خطاب کرتے ہیں۔
اور اُسکی بی بی کو چھوٹی بہن
اور اس طرح کی باتیں نہایت
شوق سے کرتے ہیں۔

کہ گویا وہ اعلیٰ درجہ کے راجگان کی نسل سے ہیں۔ اور یہ تو انکی عظمت شاہانہ

(راجی یا رات)



اجازت ہی
ہیں بی بی
کہ وہ کسی
چھوٹے
یا بڑے کو
سلام کریں
یہ راجی
یا رات

کے نام سے مشہور ہیں اور ایک قسم کی قدیمی زبان بولتے ہیں۔ جوتہی اور برہمی کے قبیل سے سمجھی جاتی ہے۔ لیکن اس مسئلہ کو گریٹر مین صاحب جو ہندوستان کی زبانوں کی تحقیقات پر مامور ہیں اور جن کے پاس اُن کی زبان کے نمونہ بھیجے گئے ہیں عنقریب طر کرین گے اس قسم کے اصلی باشندے۔ ڈوٹی واقعہ نیپال میں پائے جاتے ہیں اور اسکاٹ والے اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ سب ایک ہی نسل سے ہیں اُنکے چہروں پر بال بہت کم ہوتے ہیں اور گوانکی ڈاڑھی نکلتی ہے مگر کم اس لیے اُنکے چہروں کی عام شبہت اس طرح کی ہے کہ گویا اُنکے چہروں پر بالکل بال نہیں ہیں۔ باقی اور وضع طرح کے لحاظ سے یہ معلوم ہوتے ہیں۔ جو گروہ راجیون کا پہنچنے دیکھا۔ اُس میں کچھ مرد چار عورتیں اور چند بچے تھے اور یہ دو خاندان یا (دھارا) کے لوگ تھے ان جنگلی آدمیوں سے جو خاندان شاہی سے نسبت رکھتے ہیں امورات خانہ داری کے متعلق اس طرح باتیں کرنا۔ کہ ظاہر اُنکی ناراضگی کا موجب نہ ہو مشکل امر ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ گو وہ عوام کے رویہ و انکار کرتے ہیں۔ مگر ان میں ایک عورت کے چند خاوند ہونے کی رسم جاری ہے۔ بلکہ درحقیقت یہ وہ اسباب فضیحت ہیں جو ہمایون کی زبان زد ہیں۔ شادی غیر خاندان میں کرتے ہیں۔ اور وہ بھی اُس وقت جب لڑکی بالغ اور بیاہ کے لائق ہو جاتی ہے۔ چھوٹی عمر کی شادی کا رواج نہیں ہے۔ بلکہ اسے بہت بُرا سمجھتے ہیں۔ دُلہن کی مرضی اس معاملہ میں نہیں پوچھی جاتی۔ اور شادی کی تاریخ مقرر کرنے کی صرف ایک رسم ہوتی ہے۔ سو وہ تاریخ دُلہن کے والدین

سہایت سادہ طور پر یعنی بلا کسی دھوم دھام کے مقرر کر دیتے ہیں۔ اس
 تاریخ پر دو لھامہ برات آتا ہے۔ اور دُلمن کو لیجاتا ہے۔ اور اگر اُسے
 مقدور ہے تو چار یا ساڑھے چار روپیہ دُلمن کے والدین کے نذر کرنے
 پر شادی کا مکمل ہو جاتا ہے۔ پھر سوائے اس کے کہ دوسرے روز صبح کا کھانا
 دُلمن کے ماں باپ دیتے ہیں اور کوئی رسم ادا نہیں ہوتی۔ کوئی پنڈت یا پُرت
 بھی شادی کرانے کے لیے نہیں بلایا جاتا۔ پروہت جسے وہ اپنی زبان میں
 دامی کہتے ہیں ہوتا ضرور ہے۔ مگر تمام ضلع اسکاٹ کے راجیون کا ایک
 ہی پروہت ہوتا ہے۔ یہ کو اس کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ اس لیے کہ وہ
 ان دنوں ایک قریب کی پہاڑی کی دوسری جانب جہان اور راجی رہتے
 تھے مقیم تھا۔ یہ پروہت وہ خود اپنے ہی لوگوں میں سے ایک خاص طور پر
 مقرر کر لیتے ہیں اور پرمستانی کا سلسلہ نسلاً بعد نسل اُس کے خاندان میں جاری
 رہتا ہے۔ مجھے اُن کے کسی خاص دیوتا کا پتہ نہ لگا۔ سوائے خدا سے اور
 میکراجان دو مقامی دیوتاؤں کے جسے وہ اور ہندو دونوں پوجتے ہیں۔ یہ
 بہت نہیں رکھتے۔ نہ ہندوؤں کے اور دیوتاؤں کو پوجتے ہیں سوائے ایک
 روز کے یعنی جس دن ننذا دیوی کا میلہ ہوتا ہے ننذا دیوی سرکار انگریزی
 کے قلمرو میں سب سے اونچے پہاڑ کا نام ہے۔ اس روز یہ دو قطاروں میں
 آنے سے پہلے ہوتے ہیں اور ایک حلقہ میں گھومتے جاتے ہیں۔
 اور خوب ناچتے گاتے ہیں۔ اس ناچ میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ وہ
 بائیں طرف سے داہنی طرف کو گھومتے ہیں۔ یعنی جس طرف کو اہل تبت

اپنی دعا خوانی کے پیچھے گھماتے ہیں۔ یا ہندو۔ متبرک دریاؤں میں نہانے کے بعد پھر کرنا کرتے ہیں۔ اس کے بالکل برعکس اور خلاف۔ بچہ پیدا ہونے کے وقت کوئی دائی نہیں بلائی جاتی۔ اور تا وقتیکہ۔ اور بیاہی ہوئی عورتیں

(رستہ میں)



وہاں خدمت

کے لیے موجود

نہ ہوں۔ زچہ

تنہا بچہ جن لیتی

ہے۔ بچہ پیدا

ہونے کے دو

مہینہ تک زچہ

کے ہاتھ کا کوئی

پانی نہیں پیتا

اور اسے ناپاک

سمجھتے ہیں۔ بچہ

کے نام رکھنے کی تقریب البتہ عجیب ہے۔ بچہ کے پیدا ہونے کے پانچویں دن انکا پروہت آتا ہے۔ اور اپنے آپ میں وہ صورت وجد۔ اور حال کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ کہ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ دیوتا اس کے جسم میں حلول کر گیا۔ اور اس حالت وجد میں وہ بچے کا نام رکھ دیتا ہے۔ ہر بچے کے ہمیشہ دو نام ہوتے ہیں۔ ایک ہندوؤں کا سا نام۔ جیسے کہ موہن سنگھ۔ اور

ویسٹرن سنگھ وغیرہ۔ اور دوسرا نام اُنکی اصل زبان میں مثل دھرمیا۔ اور سیتیا وغیرہ کے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ راجی اپنے مردے دفن کرتے ہیں۔ لیکن اس سے پیشتر اُنہیں جو رواج ہو وہ ہو۔ اب تو اُنہیں مردے جلاسنے کا رواج ہے۔ اور جو جگہ اس کام کے لیے پسند کی جاتی ہے۔ وہ ہمیشہ کسی دریا کے کنارے ہوتی ہے۔ ماتم کے سواے اسکی اور کوئی رسم نہیں ہوتی کہ موت کے دن وہ برت رکھتے ہیں۔ اور اُس کے دوسرے دن بجائے معمولی کھانے کے صرف چانول کھاتے ہیں پینے کے پانی کی نسبت اُنکے مزاج میں بڑی احتیاط ہے۔ یہ سواے سوت یا چنمہ کے پانی کے اور کوئی پانی نہیں پیتے۔ حتیٰ کہ دریا کے پانی کو بھی آلودگی کے اندیشہ سے مطلق پینے کے کام میں نہیں لاتے۔ مگر بیٹھے کے مکان اور گھروں کی نسبت اُنہیں یہ صفائی اور احتیاطین مد نظر نہیں ہوتیں۔ ان کے مکانوں کے آس پاس کی بدبو سے طبیعت گھبرا جاتی ہے۔ اور خود انکے جسم کو دیکھو تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ مدۃ العمر میں کبھی نہانے کا اتفاق ہی نہ ہوا ہوگا۔ مکان انکے پتھر کے خوش قطع بنے ہوتے ہیں۔ اور انکے متصل چند کھیت ہوتے ہیں یہ چند مویشی بھی رکھتے ہیں اور مچھلی کے شکار۔ اور اور جانوروں کو مار کر۔ جنھیں وہ پھنڈے سے پکڑتے ہیں۔ اپنی گذر اوقات کرتے ہیں۔ مچھلی کے شکار میں وہ جال اور نیسی سے کام نہیں لیتے۔ بلکہ جو مچھلیاں پتھروں کے نیچے آ جھپتی ہیں۔ اُنھیں ہاتھ سے مٹول کر پکڑ لیتے ہیں۔ چنانچہ ایک مچھلی آٹھ انچ لمبی جو اُسی وقت پکڑی گئی تھی ہمو دکھائی تھی۔ بڑے بڑے

جانوروں کے شکار میں بھی۔ اُنھوں نے بھٹیوں کی طرح تیر و کمان سے جو ایک وقت میں اُنکے قومی ہتھیار تھے۔ کبھی کام نہیں لیا۔ بلکہ اُنھیں ہمیشہ دام و فریب سے پکڑتے ہیں اور ایک معمولی طریقہ بھٹین دھوکے سے شکار کرنے کا یہ ہے کہ چند لکڑیوں پر ایک بڑا بھاری پتھر اس طرح سے رکھ دیتے ہیں کہ جب کوئی جانور۔ کھانے کے لالچ سے۔ ان لکڑیوں کے پاس آتا ہے۔ اسی وقت وہ لکڑیاں گر پڑتی ہیں۔ اور لکڑیوں کے ساتھ ہی پتھر آ پڑتا ہے اس سہل ترکیب سے اُنھوں نے شیر تک مار لیے ہیں اور جانور بھی ہرن کے شکار کے لیے جو چارایا (طعمہ) وہ کام میں لاتے ہیں۔ وہ نہایت ہی

(زوردار دریا سے کالی یا سارڈ)



معمولی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک خاص جگہ تجویز کر کے اُسے پیشاب سے تر کرتے رہتے ہیں۔ اور جب ہاں شوریت پیدا ہو جاتی ہے اور ہرن اُسکے لالچ سے آنے لگتے ہیں۔ یا یوں کیے



(دوسرے چوہدری کا رسی کا پل درہیان نیپال اور گائری علی گڑھ کا گھٹان میں جو ہے)

کہ جب اُس جگہ شوریٰ کی تہجم جاتی ہے تب وہاں ایک پتھر لکڑیوں پر
اسطح آدھر رکھ دیتے ہیں کہ پھر جو ہرن آتا ہے۔ وہ پتھر اُس پر گرے بغیر نہیں رہتا
ان شاہی نسل کے جنگلی آدمیوں میں اب اس درجہ وحشت نہیں ہے۔
جو تیس برس پیشتر تھی۔ یہ راجہ کے پاس۔ جو انے ہمیشہ نہایت مہربانی سے
پیش آتے ہیں۔ دوا لینے جاتے ہیں اور مسافروں کے ہاتھ لکڑی کے پیالوں
کا سودا کرتے ہیں۔ لیکن خانہ بدوشی کی خو۔ جو انکی سرشت میں داخل ہے۔
اُسکا اثر ابھی تک دور نہیں ہوا۔ اور کوئی شہر ایسی نہیں ہے۔ جو انکو بہت
دنوں تک ایک جگہ رکھ سکے۔ وہ آج یہاں تھے اور کل اور جگہ چلے گئے
پھر انکے کوچ مقام کا بھی پتا نہیں لگتا ہے اور اپنا شاہی نسل سے ہونا
تو وہ کبھی بھولتے ہی نہیں۔ بلکہ جب ہم ان سے رخصت ہوئے۔ تو خود
ہننے ہی انکو سلام کیا۔

اسکاٹ سے ہماری روانگی پر راجہ اس فکر میں تھے کہ ڈاکٹر لانگ
اسٹان انکے چچا کو۔ جو کھرگ سنگھ کے والد تھے اور فاج کے عارضہ میں
مبتلا تھے۔ دیکھ کر انکی نسبت اپنی رائے دین۔ چنانچہ سڑک کے کنارے
ایک درخت کے سایہ میں ان ضعیف العمر شخص کو لا بٹھایا۔ اور ڈاکٹر صاحب
نے بھی انھیں خوب دیکھا بھالا۔ اور نیز مفصل طور پر۔ اُس برقی بیٹری
کا بھی ٹھیک ٹھیک کام میں لانا بتلایا۔ جو کھرگ سنگھ نے اپنا فرض فرزندانہ
سمجھ کر خریدی تھی۔ اور جس کے خریدنے میں بہت کچھ دام صرف ہوئے
ہونگے۔ اس لیے کہ یہ ایک عمدہ قسم کی بیٹری تھی۔ یہ موقع بھی ایک عجب

لطف کا موقعہ تھا۔ اس وقت دہقانوں کا ایک گروہ تھا۔ جو اس ولایتی علاج کا تماشا دیکھنے کے لیے جمع تھا۔ چھوٹے چھوٹے۔ لڑکے۔ لڑکیاں۔ گھٹے گھٹے۔ اُدھر اُدھر۔ جہاں انھیں نہ جانا چاہیے پہنچ جاتے تھے ان سب کے درمیان مین راجبار اسکاٹ کے چچا۔ ضعیف العمر نہایت کمکت کے ساتھ اپنی ڈانڈی مین سوار بیٹھے تھے۔ اور راجبار اُن کے برابر کھڑے تھے اُنکے صاحبزادوں کو بطیری کا استعمال سمجھایا جا رہا تھا اور وہ ملائم ہاتھوں سے بطیری مریض کے لگا رہے تھے۔ ہمارے سر پر چاروں طرف عالیشان پہاڑ کھڑا تھا۔ اور نیچے کالی ندی جوش خروش کے ساتھ بہتی تھی جب بہنے دریا کی جانب نیچے اُترنا شروع کیا۔ اُسی وقت سے ہلو گرمی معلوم ہونی شروع ہوئی۔ اس لیے کہ یہ رطوبت گوری ندی کو جاتی تھی جہاں برف کا پانی گل کر آتا ہے۔ اور گوری ندی سے ایک وادی کوہ کے کنارے کنارے جو ہر چار طرف پہاڑوں سے گھری ہوئی ہے۔ اس مقام تک چلی جاتی ہے۔ جہاں پر۔ گوری اور کالی دونوں ندیوں کا سنگم ہے۔ یہ سنگم یا اتصال کا موقعہ بھی نہایت ہی متبرک موقعہ ہے اور یہاں پر جاڑوں کے موسم میں۔ یعنی جس زمانہ میں کالی ندی کا زور کم ہو جاتا ہے ایک چھوٹا سا پل باندھ دیا جاتا ہے۔ تاکہ سوداگر اُتر سکیں۔ اور جو اس مندر کے جانیوالے ہیں جو دونوں دریاؤں کے درمیان ایک چھوٹے سے قطعہ زمین پر قیام ہے آجاسکیں۔ نیپال کی جانب۔ ہماری سرکار انگریزی کی سرحد کالی ندی ہے۔ جسے میدان کے رہنے والے سارے کہتے ہیں اور جو اوّل سے آخر تک

سوائے نکاس کے قریب کے کسی جگہ پایاب نہیں ہوتی۔ اور نہایت شدید
کے ساتھ بہتی ہے۔ اس دریا پر صرف ایک معلق پل وہ ہے۔ جو سرکار نے
اسکات سے قریب۔ سہیل نیچے بنایا ہے۔ یہ پل اس ترکیب کا بنا ہے۔ کہ اگر

(نیپالی لفظ دھڑولہ میں)



عملداری

سرکار کی

جانب

اس پل

کا ایک

بیج یا ملا

اٹھول دیا

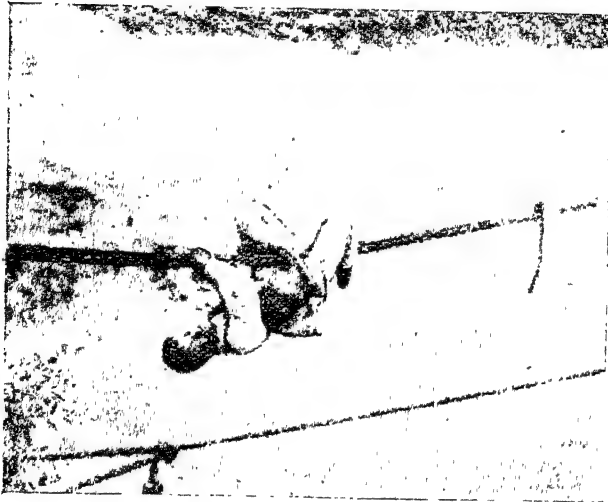
جائے

توکل پل

دریائے

گر پڑے۔ اس پل کو کھینک۔ انیسویں صدی کے اُس ابتدائی زمانہ کی یاد آتی
ہے۔ جبکہ سرکار کو نیپال سے کماؤن لے ہوئے تھوڑے ہی دن گزرے
تھے۔ اور جانیں۔ اپنے آپ کو حملہ سے محفوظ رکھنے کی فکر و کوشش میں تھے
اسکے سوا جو اور پل ہیں۔ انہیں سے ایک جسپر ہم ابھی اتر کر آئے ہیں لٹھون کی
ایک عارضی عمارت ہے۔ اور تھرون کے ڈھیر پر دو لٹھے برابر برابر رکھے
ہوئے ہیں۔ تیسرا پل ہمیں دھاچولا میں ملا جمان جاڑون میں پولیٹیکل اینکھار

کا صدر مقام رہتا ہے دشمنی لیڈیون کی بود باش ہے۔ اور ایام سرا
مین بہت سے بھوٹیون کی فرد گاہ ہے۔ اُدھر منجانب نیپال۔ ایک کچہری
کا مکان ہے۔ جیلخانہ ہے۔ اور ایک نیپالی لکٹنٹ کا جسے دیوانی اور فوجدار
کے اختیارات حاصل ہیں قیام گاہ ہے ان دونوں سرحدوں کے درمیان
(رسی کے پل سے ایک دلیسی پار گزر رہا ہے)



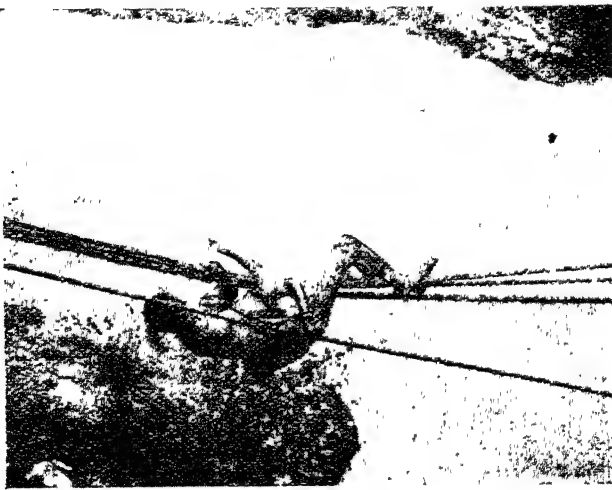
جو پل ہے وہ
ایک رستی کا
بنیہ۔ اس پل
پر وہاں کے
عام آدمی۔
ہاتھ پیر کی رو
سے چڑھ جاتے
ہیں۔ اور ایک

رستی کا پھندا۔ جو ان کی کمر میں بندھا ہوتا ہے۔ انھیں قعر دریا میں گرنے
سے روکتا ہے۔ اور رستی کی رگڑ بچانے کے لیے اس میں لکڑی کا ایک
ٹوٹا لگا ہوتا ہے۔ مین اور لانگ اسٹاف بھی اس پل پر ہو آئے ہیں۔ اور
اگرچہ ہم ہر چند ایک دوسرے سے کہتے رہے۔ کہ وہاں کے باشندوں
کی طرح ہم بھی اس پل پر چڑھیں۔ مگر کوئی راضی نہ ہوا۔ بلکہ چھینکا۔
ہمارے دل کو بہت بھایا۔

یہاں سے چل کر ہم بلو اکوٹ مین ٹھہرے جو اسکاٹ سے ۲۰ میل ہے۔ اور پھر

دھار جولا میں جو وہاں سے بھی دس میل اور آگے ہے۔ لیکن ان دونوں جگہ شدت گرمی کے باعث جو کالی ندی کے طویل وادی کوہ میں۔ نہایت تکلیف دہ ہے۔ بہت کم قیام رہا۔ دوسرے مجھ اور کھیاں چین نہیں لینے دیتے تھے۔ اور دھار جولا میں۔ تو کچھ دنوں سے بھی کام پڑا۔ مگر انہیں سے صرف ایک ہی سے ہلکو گزند پہونچا۔ جاڑے کے موسم میں۔ جب کہ میں اور میری بی بی بیہان پر دورہ میں تھے۔ تب گچھو اگرچہ ہمارے بستر اور تکیوں کے نیچے سے بھی نکلے۔ اور نوکروں کے مکان میں تو ہمیشہ ہی نکلتے تھے پھر بھی

(رستی کے پل سے لیکن ایسی پارا تر رہا ہے)



ہم سب اپنی

خوش نصیبی

سے بچتے

رہے۔ اور

کسی کو کچھ گزند

نہیں پہونچا

لیکن اس تہ

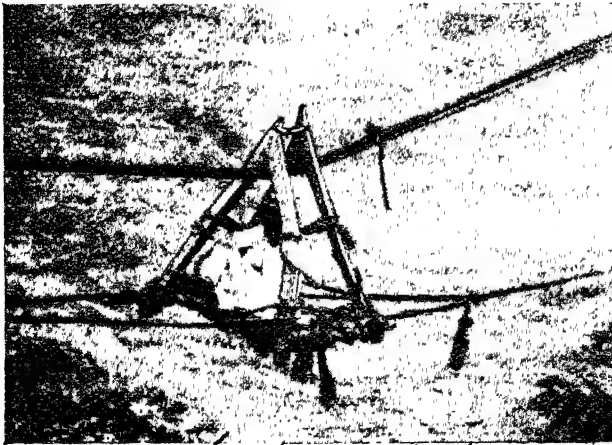
ایک بچھونے

ہمارے ایک باورچی کی پیشانی میں دو جگہ ڈنک مارا۔ اُس بچا سے کو رات بھر اس تکلیف سے نیند نہ آئی۔ لیکن صبح کو لانگ اسٹاف نے کوئین۔ کی دو بچکاریاں لگائیں۔ اُس سے فوراً آرام ہو گیا۔ یہ ایک بڑا دلچسپ واقعہ ہے۔ اس لیے کہ بعض شخصوں کا قول ہے۔ کہ پہاڑ میں کچھو اور سانپ

کا زہر اثر نہیں کرتا۔ مگر میرا تجربہ اس کے بالکل خلاف ہے۔ بلکہ کنیرس مین
میرا ایک نوکر سانپ کے کاٹے سے مر ہی جاتا۔ اگر فوراً چاقو اور معمولی
دواؤں سے کام نہ لیا جاتا۔

کالی ندی کے دادی گرم کی گرمی سے اس وقت تک چھٹکارا نہیں ہوتا جب تک
کھیلا نہیں پہنچ جاتے۔ جو... ۵ فیٹ بلند ہے اور اسکات سے سہیل کے
فاصلے پر ہے۔ یہاں پر مینے اس خیال سے قیام کیا۔ کہ کل لشکر اس سخت گرمی
کے اثر سے جو ہم سے آئے تھے بحال و تازہ دم ہو جائے۔

سال گذشتہ مین کھیلا کے قریب... ۹ فیٹ کی بلندی پر چپلا کے اطراف
میں چند گائوں تھے۔ جہاں ایک مردم خوار شیر نے تھلکہ ڈال رکھا تھا۔
(رسی کے پل پر جھولا)



چپاس برس
پیشتر اونچے
پھاڑوں میں
بھی شیروں
کا ہونا ایک
معمولی بات
تھی۔ اور نیچے

پھاڑوں میں تو وہ بجائے خود ایک قطعی آزاد کا حکم رکھتے تھے۔ اور جو خوف
ویربادی اُن کے سبب سے پھیلی ہوئی تھی۔ اُنکی کیفیت کتابوں سے معلوم
ہوتی ہے۔ لیکن فی زمانہ آبادی کے بڑھ جانے۔ اور زرعت کی عام ترقی سے

الموڑہ۔ اور رانی کھیت کے جنوب کی پہاڑیوں میں شیر بہت کم نظر پڑتے ہیں۔ اور ۹۰۰ فیٹ بلند پہاڑوں میں تو وہ گویا بالکل مفقود ہیں۔ اس صورت میں۔ چپا پہاڑ کے اُتاروں پر۔ جو ۳۰۰ فیٹ بلند ہیں۔ ایک مردم خوار شیر کا ظاہر ہونا۔ ایک سخت حیرت اور خوف کا موجب تھا یہ پہلے تو ایک بڑھی عورت کو۔ جو ایک گوشہ میں گھاس کاٹ رہی تھی اُٹھالے گیا۔ لوگوں نے اُسے خوب دکھ لیا اور کچھ بیدلی سے تعاقب بھی کیا۔ مگر وہ شکار کو لیے صاف نکل گیا۔ یہ خبر کل دیہات میں پھیل گئی۔ اور ہر شخص کو پہاڑ کے تنہا مقامات میں اپنی جان کا خوف رہنے لگا۔ دوسری دفعہ اس شیر نے چند آدمیوں کی جماعت پر جو ایک کھیت میں۔ اونچی فصل کاٹ رہے تھے حملہ کیا اور ایک بڑھے شخص کو جو ادروں سے ذرا علحدہ تھا۔ اُٹھالے گیا۔ اس وقت اور لوگوں پر اتنا خوف غالب ہوا۔ کہ کسی نے تعاقب کی بھی جرات نہ کی۔ مگر یہ

(اونچی پہاڑیوں کے باشندے)



حال دکھ کر اس پاس کے دیہات کے مکھیا چونکے۔ اور انھیں یہ فکر ہوئی۔ کہ

کسطح اس بلا کو دفع کیجئے نہیں ایک آن بھی کسی کی جان کی خیر نہیں۔ ان لوگوں کا دستور ہے کہ عورتیں اور بچے اکیلے یا دو دو تین تین ساتھ ہو کر جہان چاہتے ہیں پھرتے رہتے ہیں۔ اس لیے کہ جنگلی جانوروں کے حملہ کا تو انھیں بالعموم کچھ کھٹکا ہی نہیں ہوتا۔ پس دوسرے روز ایک سو جید آدمی جمع ہوئے۔ اور پتھر اور کلھاڑی پتھیاڑن کی جگہ لے لیے اس لیے کہ کوئی بندوق اُنکے پاس نہ تھی۔ یہاں کے لوگ عموماً بہادر اور مضبوط ہوتے ہیں۔ اور انہیں اور نیچے پہاڑوں کے باشندوں میں یہ فرق ہے کہ اُنکی پوشاک محض ایک سیاہ کمل ہوتا ہے۔ جو کمر اور سینہ سے نہایت صفائی کے ساتھ لپٹا ہوتا ہے اور لوہے یا تانبے کی دو سلاخ یا سچون سے بندھا ہوتا ہے۔ اس روز اُنھوں نے یہ ارادہ کر لیا کہ ہر چہ بادا باد۔ آج ضرور اس شیر کو مارنا۔ اس عزم کے بعد فوراً ہی شیر کی تلاش شروع ہوئی۔ اور صرف ایک ٹہنی کوئی ہاتھ بھر لی۔ جو اس بڑھے آدمی میں سے بچی تھی ایک مقام پر پڑی ملی۔ لیکن یہ نہایت احتیاط کے ساتھ دبے پیروں تلاش کرتے رہے۔ آخر کار بہادر وں کی قسمت نے یاد دہی کی۔ اور وہ شیر ایک چٹان کے نیچے سوتا ملا۔ اُسے دیکھتے ہی یہ فوراً۔ برش وڈ کی جھاڑی کی آڑ میں۔ چپ چاپ چلے گئے اور سب نے پتھروں کا ڈھیر اپنے پاس رکھ لیا۔ پھر صلاح کر کے ایک ایسے شخص کو جو سب سے زیادہ اطمینان کے لائق تھا۔ اس کام کے لیے مامور کیا کہ وہ چٹان پر چڑھ کر ایک بڑا سا پتھر۔ اُس سوتے شیر پر گرا دے۔ یہ کام اُس شخص نے بھی۔ اس خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ کہ وہ پتھر ٹھیک اُس شیر کی پٹھ پر

جا کر پڑا۔ پتھر کے کرتے ہی۔ شیر جو زخمی ہو گیا تھا۔ غزا کر اچھلا۔ اور اپنے
 حملہ آوروں کو دیکھتے ہی جو کو دو کر جھاڑی کے باہر آگے رکتے سیدھا اُن کی
 طرف کو لپکا۔ لیکن سو آدمی جھین جان کی پرواہ نہ ہو اور زور زور سے پتھر مار
 رہے ہوں۔ کب سہل ڈرتے والے یا اپنے ارادہ سے باز آنے والے تھے
 اُن پتھروں نے شیر کا یہ حال کیا کہ اُس کے کل دانت ٹوٹ گئے بہت سے
 پتھرائس کے منہ کے اندر چلے گئے اور اس کا کل بدن زخمی ہو گیا۔ اب اُس نے
 ٹوٹ کر بھاگنا چاہا۔ مگر لوگ بھی ایک میل تک پہاڑ پر اُس کا تعاقب کیے چلے
 گئے۔ لیکن جدھر وہ رخ کرتا تھا۔ یا جس طرف کو وہ جاتا تھا۔ اُدھر ہی اُسے
 پتھروں کی بوچھار سے جو بڑے زور سے برستے تھے نجات نہ ملتی تھی۔ یہ
 بھاگنے کے لائق تو پہلے ہی پتھر کی چوٹ سے جو اس کی کمر پر پڑا تھا سنیں رہا تھا
 اب بالکل ٹھک کر ایک بڑے ٹیلے کے نیچے کھڑا ہو گیا پھر کیا تھا۔ اب تو
 لوگوں نے اسے فوراً چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور اب پہلے سے بھی زیادہ زور سے
 خوب پتھر برسائے۔ جب یہ بیدم ہو کر گراتا بکل گاؤں والے دوڑ پڑے
 اور اُن کی آن میں کٹھاڑیوں سے اُس کا کام تمام کر دیا۔ مین خوش نصیبی سے
 ایک دودن پیچھے اُس گردن و اوج میں پہنچا۔ اور مین نے اُس کی کھال اور
 کھوپری دیکھی۔ اُسکی خارش دار کھال چونکہ کھینچی تانی نہیں گئی تھی۔ اس لیے
 خشک ہونے پر اُس میں شکن اور سلوٹیں پڑ گئی تھیں۔ پھر بھی وہ فیٹ سے کچھ ہی
 کم لمبی تھی۔ اور جگہ جگہ جہان کٹھاڑیاں لگیں تھیں وہاں بڑے بڑے نشان
 تھے دانت ایک ثابت باقی نہیں رہا تھا۔ اور یہ پتھر پھینکنے والوں کی نشان دہی

کا ایک صریح ثبوت تھا۔ ظاہر ایہ شیر نہایت بڑھا تھا اور کسی اور جانور کے
شکار کے لائق نہ ہونے سے مردم خوار ہو گیا تھا گاؤں کے لوگوں کی جماعت
نے جو اس جنگ و جدل میں شریک تھی یہیں اس معرکہ کی کل کیفیت تفصیل دار
(اونچی پھاڑیوں کے باشندے)



سنائی۔ اور ایک ایک

چٹان اور بڑے بڑے
پتھروں کا نشان دیکر
کل معرکہ آرائی کی کیفیت
از سر نو دکھلائی۔

لانگ ہٹان صاحب
مریضوں کو جو ہر چار
طرف سے غول کے
غول چلے آتے تھے
دو تقسیم کرنے
اور نسخے لکھنے میں

مصروف رہتے تھے۔ یہاں پر لوگوں کو ایک عام شکایت یہ تھی کہ ایک
شخص ہر طرح پر تندرست و توانا لڑکھڑاتا ہوا تھا۔ اور اس نے ایک ہاتھ
سے سینہ کے نیچے مقام کو آہستہ آہستہ پیٹا۔ اور ادھر ادھر بڑی طرح سے
سر کو چلانا شروع کیا۔ اور دوسرا ہاتھ ہے کہ ہوا میں کسی خیالی دشمن
کے پکڑنے کے لیے برابر چلائے جاتا ہے۔ چنانچہ جس طرح کوئی مدرسہ کا

(ہماری خیاں گاہ انگلیس اور ہماری اسباب کھول رہے ہیں)



لڑکا
بڑے
دن
کے
جلوں
کے
بعد
اپنے
گھر
کے
ڈاکٹر
سے

اپنے مزاج کی کیفیت بیان کرے۔ اس سے بھی زیادہ صاف طور پر۔
اس شخص کا حال اس کے انگلیوں کے مردڑنے۔ اور اس کے کل انداز سے ظاہر
ہو جاتا ہے۔ اس شکایت کا علاج بھی جو بجائے خود بہت قوی تھا۔ اور
قوی ہونے کے باعث لوگوں کو بہت پسند تھا۔ ہمیشہ ایک ہی کیا جاتا تھا۔
بلکہ کیلول اور کوہ سنہ کو یہاں کے لوگ ہمیشہ بہت شوق سے یاد کرتے ہیں۔

تیسرا باب

پاک سرزمین کے پُر تقدس افسانے

کھیل کے مقام سے ہماری نگاہ وادی کوہ کے - اُس پار ہالیہ کے اُس حصہ پر ٹھہرتی ہے - جو اونچے اونچے پہاڑوں اور برستانی چوٹیوں سے پُر ہے اور تمام دنیا میں اپنی شان و شوکت کے لحاظ سے بے نظیر ہے اس چھوٹے سے حصہ ملک میں جو مشرق کی جانب نیپال سے مغرب کی طرف ریاست ٹیڑھی تک پھیلا ہوا ہے - اور جس کا عرض سرحد بت کے کنارہ صرف تین میل ہے پہاڑ دن کا ایک مجمع ہے - جو بہتیت مجموعی دنیا کے کسی حصہ میں اپنا جواب نہیں رکھتا - اس چھوٹے سے حصہ میں کوئی اتنی چوٹیاں - میں ہزار فیٹ اور اُس سے بھی زیادہ بلند ہیں - اور جس طرح موتیوں میں ہیرے جڑے ہوں اسی طرح دنیا کے چند بلند پہاڑ ان کے درمیان نظر آتے ہیں - ان سے آگے چل کر بت کا بلند میدان ہے جس میں گرلا مان دھاتا - اور قلہ کیلاش اپنے ہمسردن سے بلند تر صاف نمایاں ہیں - اور ٹسی - یا مقدس کیلاش کی چوٹی - پر ملکیت و بادشاہ پلاؤں کا راجہ دھراج - کل گردنواح کے ملک پر عاوی ہے اور سواے اس کے جب اُس دلچسپ ملک کے متبرک اور مذہبی تعلقات پر جو ہندوؤں اور بودھ کے دونوں میں جاگزیں ہیں - غور کیا جائے تب کتاب مقدس کے

ان الفاظ کے معنی سمجھ میں آتے ہیں۔ کہ ”جہاں تو کھڑا ہے وہ جگہ پاک ہے۔“

بت کا مرتفع میدان (Plateau) جو سرکاری سرحد کے ملحق

ہے۔ سطح سمندر سے۔ تیرہ ہزار فیٹ سے ۱۵۰۰۰ ہزار فیٹ تک بلند ہے

اور اس کے بلند ترین حصہ میں گنگری ٹیٹ پھاڑوں کا سلسلہ۔ یا کیلاش کی چوٹی

جو گارٹوک کے گوشہ جنوب مغرب میں واقع ہیں۔ صاف نمایاں ہیں انکی

بلندی عموماً اس مرتفع میدان سے بھی قریب چار ہزار فیٹ کے زیادہ

ہے۔ یا لیون (منڈہ ویسی ۲۵۶۶۹ فیٹ) اور مشرقی چوٹی (۲۴۷۳۷ فیٹ) دونوں چوٹیوں کی

نقویہ میں ہزار فیٹ بلندی پر جنوبی جانب سے لی گئی ہے)

کہو۔ کہ یہ سطح

سمندر سے

ٹھیک ۱۹۵۰۰

فیٹ بلند ہیں

کیلاش کی وہ

چوٹی۔ یعنی وہ

مشہور و متبرک

پاڑ۔ ۲۱۸۵۰

فیٹ بلند۔

جسے اہل بت

کسی سلسلہ کہتے ہیں۔ باقی کل سلسلہ سے دو ہزار فیٹ بلند تر ہے۔ اور نہایت

۵۳ Gartok. ۵۳ Gangri ۵۳

rise.

تمکنت کے ساتھ (تندہ دی (۲۶۹ و ۲۵۰ فیٹ) اور مشرقی چوٹی (۳۷۹ و ۳۷۰ فیٹ) دونوں چوٹیوں کی تصویریں ہزار فیٹ بلندی پر جنوبی جانب سے لی گئی ہے)



پیکل مخروطی بت

فاصلہ سے

صاف نمایاں ہے

اور جو پہاڑ اس

کوہ مقدس کا۔

در مقابل ہو سکتا

ہے۔ وہ صرف

گر لاماں دھاتا۔

۵۳۵۰ فیٹ

بلند ہے جسے اصل

بت میمو۔ یا میمنام۔ میری کہتے ہیں۔ اور جو بت کے بلند ترین
پہاڑوں میں سے ہے۔ ان دونوں کے درمیان کرس تال۔ اور مان
سرور کی جھیل سطح سمندر سے ۴۸۵۰ فیٹ۔ اور ۴۹۰۰ فیٹ کی بلندی
پر واقع ہیں۔ اہل بت انھیں اپنی زبان میں۔ لنگانگ اور مبانگ کہتے
ہیں۔ اور ملک کا جو حصہ ان سے گھرا ہوا ہے۔ اس سے بڑھ کر۔ کل
ہندوؤں اور بت کے رہنے والے بودھوں کا کل مذہب کسی دوسرے

Gurla Mandhata. Memo, Memo-Nam-Nyimri.

Rakas Tal. Mansarowar. Lagang, Mobang.

مقام کا نشان نہیں دیتا۔

جنوب کی جانب کسی قدر آگے بڑھ کر تبت اور سرکاری سرحد کے برابر برابر ایک اونچا سلسلہ پہاڑوں کا ہے جس سے دریا نکل کر دونوں جانب بہتے ہیں اور جس کی بلندی بدرجہ اوسط سطح سمندر سے ۸۰۰۰ فیٹ سے زیادہ۔ اور جس کی بلند ترین چوٹی کا سٹ ^{۱۱} ۲۵۳۷۳ فیٹ بلند ہے۔ یہاں پر کسی مقام سے ممکن نہیں ہے کہ ۶۷۵۰ فیٹ کی بلندی درہ نیٹی کی یا ۶۷۸۰ فیٹ کی بلندی درہ لیبولیکہ کے طرکے بغیر۔ کوئی سرکاری عملداری۔ الموڑہ یا گرگھوال میں داخل ہو سکے۔ اور دوسرے درے ۷۵۹۰ فیٹ سے زیادہ یعنی۔ اُنٹا دھارا سے۔ مانا تک ۷۸۹۰ فیٹ اور۔ نیو۔ ۸۵۰۰ فیٹ۔ اور لَنکپیا ^{۱۱} ۸۱۵۰۰ فیٹ اور بھی زیادہ بلند ہیں۔ پھر گلیسیرس۔ اور چھپے ہوئے غاروں کی وجہ سے راستہ اس قدر خطرناک ہے کہ اکثر اوقات سوداگر لوگ بھی اس خیال سے کہ مبادا کسی پوشیدہ شگاف میں گر کر زندہ درگور ہو جائیں اپنے جسم سے بلیان باندھ کر چلتے ہیں۔

الموڑہ اور گرگھوال سہر دو مقامات میں۔ برفستانی پہاڑوں کے نہایت قابلِ وقعت سلسلے جو تفریق دریاؤں کے مقام سے۔ ایک قطار میں۔ نیل سے۔ نیل تک جنوب کی جانب پائے جاتے ہیں۔ اُن بلند پہاڑیوں کی بدولت

Niti Pass, Lepu Lekh Pass. ۵۲ Kamet. ۵۱

Lankapy ۵۵ Neo, ۵۴ Untradhara, Mani. ۵۳

۵۶ Glaciers

جو ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ کل سٹے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔
حالانکہ اُنکے درمیان۔ بڑے بڑے تنگ راستے جو بت کے خاص خاص
درون کو جاتے ہیں۔ حائل ہیں۔ یہی درے ہندوستان اور وسط ایشیا
کے درمیان۔ تجارت کی خاص سڑکیں ہیں۔ ان میں سے خاص مجموعہ
وہ ہے۔ جس کی سب سے اونچی چوٹی۔ نندا دیوی۔ ۲۵۶۸۹ فٹ بلند ہے۔

انگریز

ہری

جوکل

علیاری

سکر

مین

سب

سے

زیادہ

بلند پٹا



ہے ترسول کا عظیم الشان سلسلہ جو دس میل تک کسی جگہ نیل ہزار فٹ سے
کم بلند نہیں ہے۔ نندا دیوی سے ملا ہوا ہے لیکن دس میل سے آگے چل کر
نندا دیوی کے مقابل۔ گوشہ جنوب و مغرب کی جانب۔ اسکی تین چوٹیاں۔
۲۳۴۰۶ فٹ۔ ۲۳۴۹۰ فٹ اور ۲۳۶۰۰ فٹ بلند۔ ایک خوش نما منظر کی
مثال بہت دور سے صاف نظر آتی ہیں۔ ان میں سب سے اونچی یعنی مغربی

چوٹی کی تین اور چوٹیاں کہ وہ سب ۲۰۰۰ ہزار فیٹ سے زیادہ بلند ہیں۔ اسکے شمال و جنوب میں واقع ہیں۔ اور مشرقی چوٹی۔ نندا دیوی سے۔ بذریعہ اُن چوٹیوں کے جو ۲۱۸۵۹ - اور ۲۱۴۲ - اور ۲۴۳۷۶ فیٹ بلند ہیں۔ ملی ہوئی ہے۔ اور اسکے قریب ہی۔ ۳۰۵۲ فیٹ کی بلندی پر نندا کوٹ ہے۔ نندا دیوی کے گوشہ شمال و مغرب میں دھولا گری ۲۳۱۸۴ فیٹ بلند ہے۔ اور پھر اسکے شمال و مشرق میں پانچ اور چوٹیاں ہیں۔ جن کی بلندی ۲۰۷۵۴ فیٹ سے لیکر ۲۳۲۲ فیٹ تک ہے۔

اسی سال (۱۹۵۰ء) جون کے مہینے میں۔ ڈاکٹر لانگ ہٹاف۔ اور ان کے دونوں ہمراہی۔ اٹلی کے رہنے والوں نے۔ نندا دیوی۔ اور نندا کوٹ کے مشرق کی جانب۔ تین۔ بڑے بڑے دایوں کا حال دریافت کیا۔ اور دو برفستانی درون کو جن پر ابھی تک کسی نے جانے کا قصد نہیں کیا تھا۔ اور جو تقریباً ۱۸ ہزار فیٹ بلند ہیں کا میانی کے ساتھ عبور کیا۔ ان دونوں گھاٹیوں میں انھیں اپنا اسباب آپ لیجانا پڑا۔ اس لیے کہ چڑھائی سخت ہونے کے باعث اُن کے بھوٹیا قلی ہمت چھوڑ بیٹھے۔

ان لوگوں نے نندا دیوی کی۔ مشرقی چوٹی پر بھی چڑھنے کا قصد کیا۔ اور تین دن تک چڑھتے رہے۔ اور دروجک ڈیرہ بنا کر شب باش ہوئے۔ آخر ڈیرہ انھوں نے ٹھیک اُس آبشار پر بنایا تھا۔ جو کماؤن اور گرٹھوال کے درمیان ۹۰۰۰ ہزار فیٹ سے زیادہ بلندی پر واقع ہے۔ مگر پھر چڑھنا۔ بند کر دیا۔ اس لیے کہ اول

تو چڑھائی بہت لمبی تھی۔ اور دوسری وقت یہ تھی۔ کہ اٹھین تین دن کی خوراک اپنے ساتھ لیجانی پڑی تھی۔ اسی مہینہ میں اُنھوں نے۔ ننداکوٹ پر بھی چڑھنے کا قصد کیا۔ لیکن جب کہ چوٹی۔ کوئی ہزار فیٹ کے قریب رہ گئی اُس وقت انکو مجبوراً واپس آنا پڑا۔ اس لیے کہ آگے بڑھنے میں برف کی دہائی گرنے کا خوف تھا اور ڈاکٹر لانگ اسٹاف کے گرامان دھاتا کے تجربہ کے لحاظ سے جس کا حال اُنھوں نے ایک دوسرے باب میں مفصل بیان کیا ہے۔ انکی یہ احتیاط غالباً صحیح تھی۔

نندادیوی کے سلسلے کی جانب مشرق۔ پنج چوٹی۔ یعنی پانچ چوٹیوں والا سلسلہ ہے اور اسکی چوٹیاں۔ ۱۹۹۳۳ فیٹ سے لیکر ۲۶۶۱ فیٹ تک بلند ہیں۔ اور اس سے بھی آگے بڑھ کر مشرق میں۔ ایک دوسرا سلسلہ ہے۔ جسکی بہت سی چوٹیاں ہیں۔ جو ۲۰۰۰۰ فیٹ سے زیادہ بلند ہیں۔ اور نندادیوی کے سلسلے کی جانب مغرب۔ بدری ناتھ۔ کدار ناتھ اور گنگوتری کے مقدس پہاڑ اور اورپہاڑ ہیں جو شمال سے جنوب کی جانب۔ ۲۶ میل۔ اور مشرق سے مغرب کی جانب ۲۰ میل کے رقبہ میں۔ قلات کوہ کے ایک مرقعہ کے مانند نظر آتے ہیں۔ جس کی شان و عظمت بیان سے باہر ہے۔ اس لیے کہ اس تھوڑے سے رقبہ میں۔ چار چوٹیاں۔ ۲۳۰۰۰ ہزار فیٹ سے زیادہ۔ نو چوٹیاں ۲۰۰۰۰ فیٹ سے۔ گیارہ چوٹیاں ۲۱۰۰۰ ہزار اور آٹھ چوٹیاں ۲۰۰۰۰ ہزار فیٹ سے زیادہ بلند ہیں۔

اس حالت میں۔ یہ بات بے تکلف کسی جاسکتی ہے۔ کہ کل کر وہ زمین پر جو

بجائے خود (الگرس اور نہری) (نندہ دیوی پرائیس ہزار فیٹ کی لمبدری پر قیام)



خوش نما ہے
کوئی دوسرا
مقام ایسا
نہیں ہے
جو حسن و
لطف کے
الحاظ سے
اس مقام کا
مد مقابل ہو
جہاں ہمیشہ
برف جمع

رہتی ہے۔ اور جس شو کی تعریف ہر ایک سے محال ہے۔ اُس کی شان میں
ہندوستان کے ایک کامل شخص نے جو الفاظ ذیل۔ اپنی زور طبیعت سے
لکھے ہیں وہ نہایت واجبی ہیں۔ اور اُن میں سر مو مبالغہ نہیں ہے۔

دو جو ہا چل کا دھیان کرتا ہے۔ اُسے گو دیکھنا نصیب نہو۔ پھر بھی اہکا درجہ
اُس شخص سے بڑھا ہوا ہے جو کاشی میں عبادت کرتا ہے۔ اور جو ہا چل کا دھیان
کرتا ہے۔ اُس کے کل پاپ دور ہو جاتے ہیں۔ جن جیودن کی مرت ہا چل
پر ہوتی ہے۔ اور جو مرتے وقت ہا چل کے برفستانی مقامات کا دھیان

(منزلہ کوٹ اور برنائی چٹنے)



کرتے ہیں۔ وہ کل گنا ہون سے بری ہو جاتے ہیں۔ میری طاقت سے
 باہر ہے۔ کہ میں دیوتاؤں کے سوجھکون میں۔ تجھے ہاچل کے مہا۔ برن
 کر سکون جہان شیوجی کا باس ہے اور جہان گنگا۔ دشمن مہاراج کے چرنون
 سے نکل کر۔ کنول کے پھول کے تنس کی مانند باریک دھار سے مرث لوک میں
 گرتی ہے۔ پھر مجھے مان سرور کے درشن ہوتے ہیں جہان شیوجی ہنس رہا
 ہو کر رہتے ہیں۔ چھیل۔ برہما کے ہر دے سے اہت ہوئی ہے۔ اور اس میں
 مہادیوجی۔ اور کل دیوتاؤں کا باس ہے۔ جن کی دیکھ۔ مان سرور کے رینکا
 (ریت) سے۔ اس پر کرتے ہیں۔ (چھو جاتے ہیں) یا جا اس بھیل کے
 پانی میں اشان کرتے ہیں۔ وہ برہم لوک کو جاتے ہیں۔ اور جو یہاں کے کل
 کو بان۔ (نوش) کرتے ہیں۔ وہ شیو لوک کو جاتے ہیں۔ اور اُنکے سوجنم
 کے پاپ ناس ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ جس پشیمشی کا بھی نام مان سرور ہو۔ وہ بھی

اس نام کی برکت سے برہم لوگ کو چلا جائے گا۔ اسکا یانی موتیوں کی طرح
 جھلکتا ہے۔ اور ہاچل کے مثال کوئی دوسرا ہمارے نہیں ہے اس لیے کہ بیان
 کی تلاش پریت (منذہ دوسری دایین جانب) اور مشرقی جوٹی (دائیں جانب) جیسی کرندہ کو نگہ نظر آتی ہیں)



اور مان سرور

تال ہے۔ اور

جس طرح سورج

کے پرکاش

پر اس جاتی

رہتی ہے سطح

ہاچل کے ڈنوں

سے منٹون کے

پاپ ناس

ہو جاتے ہیں (راما میں)

جس طرح اہل ہندو کے مذہبی خیالات میں اس مقام نے۔ موجود مرتبہ
 بتدریج حاصل کیا ہے۔ اسکا ذکر بھی لطف سے خالی نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ
 مقام اُس شائع عام پر نہیں ہے۔ جس راہ سے آریہ لوگ ہندوستان میں آئے
 تھے۔ و نظر بران اس مقام کے اس قدر عظمت حاصل کرنے کا سبب صریحاً
 بجز اسکے اعلیٰ درجہ کی خوبصورتی۔ اور عجیب و غریب خوبیوں کے۔ اور کچھ
 نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ جس راستہ سے۔ جملہ اور۔ ایک دوسرے کے بعد آئے

انہیں کے قدم بقدم - آریہ بھی باخت سے ہندو کش - اور افغانستان کے وادی
 کابل سے گذر کر بالآخر دربار سندھ کے پار اترے - مگر کوہ ہمالیہ کی شان و عظمت
 اہل ہندو کی نگاہ میں تیسیم الایام سے چلی آتی تھی - اور اُن کا یہ قول تھا کہ
 سنسکرت زبان اصلی اور خالص حالت میں - انہیں شمالی مقامات بالخصوص
 کاشمیر اور بدری ناتھ میں محفوظ رہے - بلکہ بدری ناتھ کی توختہ عیسے
 علیہ السلام کے ظور سے بھی چند صدی پیشتر - معدن علم اور تقدس ہونے کے
 لحاظ سے کمال شہرت تھی - اور وہ مقام مبارک جہان مسرت جاودانی کا گھر ہو -
 انہیں عظیم الشان پہاڑوں میں بتایا جاتا تھا - اس جگہ کے لوگ نہایت
 صاحب جود و کرم و خوش حال ہیں - اور خوشی کبھی ان سے جدا نہیں ہوتی اور
 زوال کبھی انہیں دخل نہیں پاتا - اُنکے ملک میں نہ سردی ہے - نہ گرمی - نہ
 اضمحلال - نہ بیماری نہ بربخ نہ خوف نہ میٹھ ہی میٹھ ہے - نہ دھوپ ہی
 دھوپ (راما میں -)

یہ الفاظ ہیں جو کماؤن کی شان میں لکھے گئے ہیں - پھر اسی نظم رزمیہ
 میں مذکور ہے - کہ یہ وہ مقام ہے - جہاں سائب اور نیولے - شیر و ہرن -
 بڑی نمزائی کے ساتھ آپس میں کلین کرتے ہیں - غرض کہ قدیم زمانہ سے ہم کو
 پتا لگتا ہے - کہ یہ مقام نہایت متبرک اور دیوتاؤن کا سکن سمجھا جاتا ہے -
 اور بیان پر بہت سے مقامات قابل زیارت ہیں - بدری ناتھ میں ہی
 کرشن ہمارا راج نے - سو برس تک ایک پیر سے کھڑے ہو کر - اوپر کو ہاتھ اٹھائے

محض ہوا کے آہار پر۔ زرگن۔ تپشا۔ کی ہے۔ ان کا۔ شریر در بل ہو گیا تھا اور بیرون کی رگین پھول آئین تھیں۔ اور یہ حالت مذکورہ بالا کا۔ ایک لازمی نتیجہ تھا۔ پھر ایٹکنسن صاحب کی کتاب ہمالائن ڈسٹرکٹ مین لکھا ہے کہ اس بات کا قیاس کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ کہ جب آریہ قوم کے لوگ گنگا پر ہو پہنچے ہونگے۔ تب اٹھنوں نے چند علوہیت شخص اسکا مخرج دریافت کرنے کے لیے بھیجے ہونگے۔ یہ جب برف تانی سلسلہ کو طے کر کے دشوار گزار اور دن اور تب کے مسطح میدانوں سے گزرے۔ تب ان کو پہاڑوں کا وہ مجمع نظر آیا جو (مشرقی چوٹی (بائیں جانب) اور نندادی کا داہنا رخ جیسا کہ وادی طم سے نظر آتا ہے



کی تلاش کے نام سے مشہور ہے اور وہ جھیلین دکھلائی دین جسے بڑے بڑے دریاں ملکر تمام ملک کو سیراب کرتے ہیں اور جان تازہ بخشتے ہیں۔

یہاں کے پہاڑوں کی شان و شوکت عالم تنہائی کی ہیبت - اثناء راہ کی
 وقتیں - اور خوف و خطر ہی بجائے خود ہی فی نفسہ - ایسے لوگوں کو جن کی طبیعتیں
 سادہ اور مضمون خیز - واقع ہوئی تھیں - قدرتی طور پر - یہ خیال دلانے کے لیے کافی
 تھے - کہ جس بلکھٹھ کی انھیں تلاش تھی - وہ یہیں ہے - اور جن دیوتاؤں کو مثل
 اگنی - وایو اور اندر وغیرہ کی لطیف صورتوں میں - وہ میدان میں پوہتے
 رہے تھے - اُن کا اصلی مسکن یہیں ہے - رفتہ رفتہ برہمنوں کی مداخلت نے
 قدرتی شکلوں کی پرستش کے بجائے وہ سلسلہ قائم کیا جس میں عابد و معبود
 کے درمیان - ایک فرقہ پاک (یعنی پنڈتوں) کا توسل لازمی تھا - چنانچہ - ویدوں
 کے برہمن کی جگہ - برہما - وشنو اور شیو کی تخلیق قائم ہوئی - جو ہا جہل پر قابض
 ہوئی - اور کوہ میرو - ہندوؤں کے دیوتاؤں کا اولیٰ پس قرار پایا -

کوہ میرو کے حالات نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھے گئے ہیں - پھر بھی
 ظاہر اس امر میں بہت کم شبہ ہے کہ جو ملک کاشمیر کے شمال میں واقع ہے
 اُس کے - اور اس ملک کے حالات جو کماؤن کے شمال میں ہے - مخلوط ہیں -
 اور بعض بیانات کے بموجب کوہ میرو - صاف صاف پہاڑوں کے اُس
 مجمع کا نشان دیتا ہے جو کاشمیر کے شمال و مغرب میں واقع ہے اور دوسرے
 بیانات کے بموجب اُن پہاڑوں کا نشان دیتا ہے جو کیلاش و مان سرور
 کے نواح میں واقع ہے - لیکن اُن بیانات کا اصلی مفہوم کچھ ہی کیون نہ ہو -
 اس میں کچھ کلام نہیں ہے - کہ جو روایتیں یہاں مشہور ہیں - وہ اُسی معنی کا

نشان دیتی ہیں جو ضلع الموڑہ کے عین شمال میں واقع ہے۔ اور یہی فی زمانہ ہندوؤں کا عام اعتقاد ہے۔

”جب ایشور کو اس سنسار کے پیدا کرنے کی اچھا ہوئی۔ تب وہ فوراً اوشنو کے سروپ میں پرگھٹ ہوئے۔ اُس وقت تمام عالم میں پانی ہی پانی تھا۔ اور وشن بھگوان ایک سمپا پر جو سانپ کے بھن پر ٹھہرے ہوئے تھے سین کرتے تھے۔ اس وقت وشن بھگوان کی ناف سے ایک کنول پیدا ہوا۔ اور اُس کنول سے برہما برآمد ہوئے۔ پھر برہما نے۔ سات بڑے بڑے دیپ رچے جنہن سے ایک جمبو دیپ ہے۔ اس جمبو دیپ کے بیچ میں کوہ میرو جس کے طرح طرح کے رنگ ہیں۔ با عظمت و شان واقع ہے۔ مشرق میں ۴ سکا رنگ برہمنوں کے فرقے کے مانند۔ جو چو جا ریون کا فرقہ ہے۔ سفید ہے جنوب کی جانب مثل دیشیوں کے جو تجارت پیشہ ہیں زرد ہے۔ شمال میں چھتریوں کے مثال جو جنگ جو اور جنگ آور ہیں۔ سُرخ ہے۔ اور مغرب میں شودرون کے مانند۔ جو خدمت گزار ہیں۔ سیاہ ہے۔ اس کے گرد چار پہاڑ پستہ کی طرح واقع ہیں۔ ان میں سے ہر ایک پر جدا جدا کدم۔ جامن۔ پیل۔ اور گولر کا پیر ہے۔ اور چار ہی۔ بڑے بڑے بن۔ اور چار ہی بڑی بڑی جھیلین ہیں۔ ان میں سے ایک جھیل مان سرور ہے۔ جسے اہل تبت لموباگ۔ یا پسان کہتے ہیں۔ اور انکا جل دیوتا پیتے ہیں۔

Mobang ۵۱

Mapan ۵۲

(تبت کے راستے پر مزدور لوگ مرمت کرتے ہوئے)



یہاں - سُرگ کے لوگ (عالم) مین جہاں دھرماتا جیورہتے ہین اور جہاں
ادھرمی سو جہم تک بھی نہیں پہنچ سکتے - یہاں نہ بچ ہے - نہ بھکان - نہ بھوک
نہ خوف - یہاں کے باشندوں کو بڑھا پانہین ستانا - اور وہ دس بارہ
ہزار برس تک لگاتار کھ بھو گتے رہتے ہین - برسات کے دیوی کو یہاں میٹھ
برسانے کی ضرورت نہیں پڑتی - اس لیے کہ یہاں کی زمین پانی کی پیاسی نہیں -
اور نہ یہاں کال - یا جگون کی تفریق ہے ۛ

بیان مذکورہ بالا کو اولیمپس کے حالات سے جو ہم مرنے لکھے ہین - مقابلہ
کیجیے - (دیکھو اولیسی باب - ۶ - صفحہ ۳۲) اولیمپس - جو (پھول ہومر) دیوتاؤں کا
مسکن ہے - ہمیشہ کے لیے قائم ہے - اسے نہ ہوا سے صدمہ پہنچتا ہے
نہ میٹھ سے نہ برف اس کے قریب آتی ہے - بلکہ ایک نہایت پاکیزہ اور صاف
ہوا جبین باول - (غبار) کا نام و نشان نہیں ہوتا - اُس کے گرد چھائے ہوئے
ہے - اور ایک نہایت صاف و سفید روشنی وہاں پھیلی ہوئی ہے - یہاں
دیوتا - اپنی تمام زندگی حالت خوشی مین بسر کرتے ہین - (بوچر و لنگ) اور
ٹینسن نے بھی پانگ او ف آر تھرمین اس بات کو یوں بیان کیا ہے -

واوی اولیمپس جو ایک جزیرہ مین واقع ہے - وہ وادی ہے -
جہاں نہ میٹھ برستا ہے - نہ برف نہ اولے - اور نہ کبھی زور کی ہوا چلتی ہے

Olympus ۵ Odyssey ۵ Olympus ۱

Tennyson ; Passing of Arthur ۵ Butcher & Lang ۵

Avilion ۵

یہ بڑی بڑی چراگاہوں - اور میوؤں کے وسیع باغوں سے مالا مال ہے
اسکی سایہ دار گنج اور نشیبوں کی حد سمندر ہے۔

تبت والوں نے بودھ مذہب ہندوستان سے حاصل کیا ہے۔ اس صورت
میں - یہ ایک قدرتی امر ہے۔ کہ کیلاش اور مان سرود کے ملک کو - جو ہندوؤں
کا بہشت - یا سرگ ہے اہل تبت بھی نہایت متبرک سمجھیں۔ پس ہمارے نزدیک
یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ تبت ولے - مان سرود کو ریمپوکہ یعنی بیل
مقدس کہتے ہیں۔ اور کیلاش کو اپنے دیوتاؤں کا بہشت سمجھتے ہیں۔ بھوٹیوں
پر بھی (جو مغلوں کی نسل سے ہیں) - اور ہماری سرحد پر رہتے ہیں - ہندوؤں
اور بودھ کی نگاہ میں - ملک مذکور کی اس قدر عزت ہونے کا - یہ اثر ہوا
ہے۔ کہ خود انکی نگاہ میں اس ملک کی بہت کچھ مذہبی وقعت ہے۔ اور وہ
اسے اپنا بہشت سمجھتے ہیں۔ جہاں برہم سرب شکتی مان کا استھان ہے۔
ویڈل صاحب اپنی کتاب بدھزم اور تبت میں اہل تبت کے اعتقاد کی نسبت
یہ لکھتے ہیں۔

ہر ایک لوگ - آکاش میں - جو اٹھا رہے - یعنی جس کی وسعت کا اندازہ
ناممکن ہے۔ بنی ہوئے کے تانے - بانے پر - کوندنی ہوئی بجلی کی طرح ٹھہرا ہوا ہے
اور ہیرے کے مثال سخت اور لازوال ہے۔ اسپر پانی کا آکا رہنا ہے
اور پانی پر سونے کی بنیاد ہے۔ اور اس بنیاد پر - پرتھوی - رکھی ہوئی ہے
جس کے دھڑے سے میروکا پہاڑ - جو اس ملک کا - اولیمپس ہے۔ ... ہم ہر

سپل تک اونچا ہوتا چلا گیا ہے۔ اس کے اوپر آسمان ہے۔ اور نیچے چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں۔ اُس کے ارد گرد۔ سمندر ہیں۔ چار بڑے بڑے دیپ ہیں۔ جنکی بنیادیں مھوس سونے کے کچھوے کی شکل کی ہیں ان دیپوں اور کوہ میرو کے درمیان سات سونے کے پہاڑوں کے جو کوہ میرو کے ہم مرکز ہیں۔ حلقے ہیں جن میں سب سے بھتر کا..... ۴۰ چالیس ہزار میل اونچا ہے۔ بیچ میں۔ سات سمندر نہایت خوشبودار۔ دودھ۔ دہی کھن۔ رکٹ یا گنے کے رس۔ بش یا دھرا کھاڑی۔ اور مٹھے پانی کے۔ ایک دوسرے کے بعد ہیں۔ اس سنار کے ٹھیک نیچے ہیں۔ میرو کا پہاڑ سب پہاڑوں کا راجہ اس طرح سیدھا کھڑا ہے۔ جس طرح چکی کی لاٹ ہو۔ اُس کے ایک طرف آدھی دو اونچے چڑھ کر۔ ہماری کرشمس ٹری کے مثال۔ اکشا پورن کرنے والا ایک دخت (کلب برکش) ہے۔ جس کے لیے دیوتا وون اور اُسروں میں ہمیشہ لڑائی ہوتی رہتی ہے۔ اس کی چاروں دشائیں۔ سونے و جواہرات کی ہیں۔ اُس کے پورب کی دشابلور یا چاندی کی ہے۔ دشن کی دشانیلم کی کچھم و شاچی و لعل کی ہے۔ اور اتر دشاخا لصل سونے کی ہے۔ اور خوشبودار پھولوں۔ اور جھار یوں سے یہ دھنکا ہوا ہے۔

اہل تبت کا اعتقاد ہے۔ کہ ٹیٹنس یعنی اُس۔ جو دھرم کے برودہ۔ یا خلاف ہیں۔ اصل میں دیوتا ہی تھے۔ مگر سرگ سے نکال دیے گئے۔ اور اب کوہ میرو یعنی کیلاش کی جڑ میں جو زمین اور آسمان کا وسط ہے رہتے ہیں۔

اور انکی زندگی ہمیشہ دیوتاؤن کے ساتھ لڑائی میں بسر ہوتی ہے۔ اور جب لڑائی سے فرصت پاتے ہیں۔ تب اپنی استریوں کے ساتھ بھوگ بھاس کرتے رہتے ہیں۔ انکی لڑائی کا مقصد۔ اس برکش کے کچھ انمول پھلون کا جھین لینا ہے جو تمام پر پھوی کی پیداوار کا ست۔ یا لب لباب ہے۔ اور جس کی شاکھائیں (شاخیں) تبت میں ہیں۔ اور جڑ خاص انکے ملک میں ہے۔ انکے مقابلہ کے لیے۔ اہل تبت کا فوجی دیوتا۔ گریشا۔ یا مارا۔ جو نفسانیت اور خواہشات کا دیوتا ہے۔ اور جس کا رتبہ خود برہم سے زیادہ ہے۔ بلکہ جو حقیقت بہشت کا بادشاہ ہے دیوتاؤن کے لشکر کا سردار ہوتا ہے۔ بہشت کے متعلق۔ ہندوؤن کی روایتوں پر پھر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوہ میرو کی چوٹی پر۔ بڑھا کا نگر یا شہر ہے۔ جس کے پر آب و تاب دربار میں ہزاروں دیوتا حاضر رہتے ہیں اور جہان بہت رشی۔ یا منی جو خود برہما کے پتر ہیں۔ تارون کے اُس جھنڈ میں۔ جسے سپت رشی کہتے ہیں چمکتے ہیں۔ یہیں گنگا کے پوتر دھارا۔ دوش مہاراج کے چرنون سے نکل کر۔ چندر لوک میں ہوتی ہوئی آسمان سے زمین پر گرتی ہے اور برہما کی نگر یا شہر کے چاروں طرف پھرتی ہوئی چار بڑے بڑے دھار ہو کر مختلف اطراف میں بہتی ہے۔ اور وہ چار دھار یہ ہیں۔ (۱) شمال میں دریا سندھ۔ جسے اہل تبت سنگ جن کہا کہتے ہیں۔ اور جس کے معنی شہر کے میٹھ کے ہیں۔ یہ نام اُن لوگوں کی بہا دراندہمت و طاقت کے لحاظ سے رکھا گیا ہے۔ جن کے ملک میں ہو کر۔ یہ دریا

ہوتا ہے۔ (۲) مشرق میں۔ سنپو یا برہم پتر دریا ہے۔ اس کا نام اہل تبت کی زبان میں تچیاک کہا یعنی گھوڑے کا منہ والی اس لحاظ سے ہے کہ جہاں یہ بہتا ہے اس نواح میں گھوڑے بہت اچھے ہوتے ہیں۔ (۳) مغرب میں۔ تلج ہے۔ اسے تبت والے۔ لنگ چن کہا۔ یعنی بیل کے منہ والی۔ اس کے جوش و خروش کے لحاظ سے کہتے ہیں۔ (۴) جنوب میں۔ کرناہی جس کا نام تبت کی زبان میں ماچو کہا۔ یعنی مور کے منہ والی ہے اور یہ نام دہانگی عورتوں کی خوبصورتی کے لحاظ سے ہے

(نڈاکوٹ (۵۳۰ و ۲۲ فیمٹ)

(الگزیس اور بہری میدان میں)

جہاں ہو کر اس

دریا کا گذر ہے

یعجب غریب

دریا جو دریا

گنگ کے

سرچشپون میں

سے ہے

کوہ ہمالیہ سے

بہت دور شمال

کی جانب



۱۵ Sutley

۱۶ Sunpo,

۱۷ Brahmaputra

۱۸ Mapehu Kamba

۱۹ Karnali

۲۰ Lang Chin Kamba

۲۱

نکل کر۔ سلسلہ مذکور کے زبردست فصیل کو کاٹتا ہوا نیپال میں ہو کر بہتا ہے۔
اور پھر لکھنؤ کے مشرق میں۔ گھاگرا سے ملکر۔ بالآخر گنگا سے جا ملتا ہے۔

دریائے سندھ۔ کیلاش کے سلسلہ سے نکلتا ہے۔ اس کی ایک دھار جو جنوبی
سریشیمہ ہے۔ کیلاش کے جنوبی نشیبوں کے کنارہ کنارہ بہتی ہے۔ اور گارنگ
اور گرگن کے سامنے سے۔ جو مغربی تبت کے وائیسرے کے دارالخلافہ ہیں۔
گذرتی ہے۔ اور دوسری یعنی شمالی شاخ جو اس سلسلہ کے شمال کی طرف سے
نکلتی ہے۔ میلون تک اُن مقامات میں بہتی ہی جاتی ہے۔ جہاں سونا نکلتا ہے
اور جن میں سے توک جالنگ سب سے زیادہ مشہور ہے۔ پھر اپنی جنوبی بہن
(کچور کے درخت)



سے ملکر اور گلجیٹ کے قریب سے گذرتی ہے۔

اور گوبلغ ارم۔ کبھی دنیا کے اس حصہ میں نہ تھا۔ پھر بھی دونوں مقامات کے بیان میں جو عجیب مناسبت ہے۔ اُس پر توجہ نہ کرنا ناممکن ہے۔ اور وہ بیان یہ ہے۔ "عدن سے ایک ندی بلغ کے سیراب کرنے کو نکلی۔ اور وہاں سے تقسیم ہو کر۔ چار سر نہروں کے بنے۔ انہیں سے پہلی نہر کا نام۔ پشون یعنی وہ جو حویلا کے تمام ملک کا جسمین سونا پیدا ہوتا ہے حلقہ کیے ہوئے ہے۔ یہاں کا سونا بھی بہت اچھا ہوتا ہے۔ اور یہاں موتی و بلور بھی ہے۔ دوسرے دریا کا نام جیحون ہے۔ اور یہ وہ دریا ہے جو تمام ملک ایتھوپیا۔ یعنی حبش کا حلقہ کیے ہوئے ہے۔ اور تیسرے دریا کا نام ہائیدیکل ہے یعنی وہ دریا جو ملک ایتھوپیا یعنی شام کے شرق کی جانب بہتا ہے۔ اور چوتھا دریا فرات ہے (جنیسٹاب د صفحہ ۱۰-۱۴) ہالیہ کے ان ہی متبرک پہاڑوں میں۔ شیوجی کا۔ ان سبت رشیون یا مینون کی استروین سے۔ جو سات ستاروں کا مجموعہ ہے۔ چھپر چھپر اڑا مذاق کرنا بیان کیا گیا ہے۔ جبکی وجہ سے شیوجی کو یہ شراب ملا کہ اُنکا لنگ تمام پر پھوی میں پھیل جائے۔ یہ شراب پا کر شیوجی نے اپنا لنگ ان ہی پہاڑوں پر پھینک دیا۔ یہی ابتدا ہے۔ لنگ پوجن کی۔ چنانچہ اب کوئی مندر یا معبد ہندوستان میں۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایسا نہیں ہے جہاں شیوجی کے لنگ کی پوجا نہ ہوتی ہو۔

اسکے بعد شنو مہادیو نے۔ جو سب سے سریشٹ میں۔ ہاجل کی کہنا سے بیاہ کرنا

Ethiopia ۛ Gihon ۛ Havilah ۛ Pison ۛ Eden ۛ
Heddekel ۛ Assyria ۛ Genesis ۛ Euphrates ۛ

اور اُنکے بواہ کے وقت کا لباس حقیقت میں نہایت مہیب ہے۔
 اس وقت ہما دیو جی نے اپنے انگ سے بھنوت ملی کندھے پر مرگ چھالا
 ڈالی۔ گننے کی جگہ ساہنوں کی ابھوشن۔ پہنی ترسول ہاتھ میں لیا۔ اور گلے
 میں رنڈ مال پہنی۔ اور نادیہ پر سوار ہو بواہ کو چلے "علی ہذا۔ اسی طرح کے اور بھی
 قصص و افسانے ہیں۔ جو گوئی نفسہ عجیب و انوکھے ہیں۔ مگر اس خیال سے
 نہایت دلچسپی کے لائق ہیں۔ کہ ہندوستان کے ہر ایک حصہ کے کرور و
 عابدوں کے نزدیک یہ وہ اسرار ہیں جو ان عظیم الشان پہاڑوں کو فرغل کی طرح
 ڈھکے ہوئے ہیں۔ انہیں سے چند بہت ہی دلچسپ و دلکش انتخاب کیجئے تو
 کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہما چل چار بڑے بڑے پدارتھوں۔ یعنی جس۔
 دھن۔ اکشا۔ اور موکش کا داتا ہے اور سونے اور دوسری دھاتوں۔ باگھ۔ ہیر۔
 طرح طرح کے کپڑے۔ اوشدھی۔ اور جنگل کے رہنے والے فشنوں کا گھر ہے۔
 یہ کہا جاتا ہے۔ کہ مان سرور میں ایک ٹنگ سونے کا ہے۔ اور اُسکے
 جل میں سفید رنگ کا راج مہنس جس کی ٹانگیں اور چونچ لال ہے رہتا ہے۔ چنانچہ
 شیوجی کا دکھ ہے۔ کہ میں ہر جگہ رہتا ہوں۔ لیکن ہما چل۔ یا کیلاش پرست میرا
 خاص استھان ہے۔ اور وہاں میں سدا کال۔ یعنی ہمیشہ رہتا ہوں۔ ہما چل
 جیسا کوئی پہاڑ نہیں ہے۔ اسکی درشنوں سے کل رکشا پورن ہو جاتی ہے۔
 مان سرور جھیل کو برہما جی نے۔ اپنی دھیان شکتی سے اُن رشی مینوں کے
 خاطر پیدا کیا تھا۔ جو کیلاش پرست پر تپتیا اور بھجن کرتے تھے۔ اور بھکونت
 اشنان کے لیے جو ایک پارسا ہندو کی زندگی کا لازمی دھرم ہے بہت

دور جانے سے تکلیف ہوتی تھی۔ پہاڑ کے نیچے بہت پاس اس جھیل کے آہٹ ہو جانے سے رشیوں کو یہ موقع ملا۔ کہ جو ستم انکا ایک دور جھیل پر آنے جانے میں لگتا تھا۔ اُسین کمی ہو گئی۔ اور وہ ستم اور بھی زیادہ دھیان۔ اور سہری لنگ کی پوجا میں جو اس جھیل سے اٹھتا ہے۔ تبت ہونے لگا۔

پرتھوی۔ اور ایک راجہ کی جو دشمن ہمارا راج کا اوتا تھا۔ ایک عجیب حکایت مشہور ہے۔ یعنی ایک دن رات کے وقت پرتھوی استری کا سروپ دھارن کر کے راجہ کے پاس گئی اور کہنے لگی۔ کہ میں نے تم سا کوئی سروپ دھارن نہیں دیکھا۔ اس لیے میں تمہاری سند رانی کو دیکھ کر تمہارے پاس آئی ہوں میں نے اور سب جان کو جو پہلے میرے پتے تھے تیاگ کر دیا اس لیے کہ وہ سب بردہ ہو کر بیکٹھ باش ہوئے۔ اور میں ابھی تک جوان ہوں۔ اس لیے میں تم کو اپنا پت بنایا جاہتی ہوں۔ راجہ نے کہا کہ میری دیکھ چھوٹ جائے تو میری استری کو میرے ساتھ سستی ہونا پڑے گا۔ اسے جواب دیا۔ کہ اگر میں بردہ ہو جاؤنگی۔ تو تمہارے ساتھ سستی ہو جاؤنگی۔ لیکن جب راجہ بردہ ہوا اور اس کا مرت ستم قریب آیا۔ تب بھی پرتھوی جیسی سدا سے تھی ویسی ہی تزن بنی رہی۔ اور اُسے سستی ہونے سے انکار کیا۔ تب راجہ اُسکے پیچھے دوڑا۔ اور مان سرو در میں اُسکو جا پکڑا۔ اور اُس کا سر کاٹ لیا۔ لیکن اُسکی مرت نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیے کہ پرتھوی کو تو ہمیشہ جوان ہی رہنا ہے۔

جس طرح کیلاش اور مان سرو در کی جاترا ہونی چاہیے۔ اسکا کل حال ہندوؤں کی شاستر میں بہت صاف اور مستند طور پر بیان کیا گیا ہے۔ جاترا کا آغاز پہاڑ کے نیچے ہوتا ہے

سے ہوتا ہے۔ جہان کالی ندی۔ یا دریا رسار دھا۔ المڑہ اور نیپال کو جدا کرتی ہے۔ اور جہان امید کی جاتی ہے۔ کہ بڑی لین سے عنقریب بی لین کے سلسلے میں ایک تقرری اسٹیشن ہو جائیگا یہاں سے (ہمارا کیپ) (دخت کی شاخوں سے نوکرون اور گھوٹوں کے لیے جھونپڑے بنے ہوئے ہیں)



جاتری کو
سیدھا
شمال کی
طرف
چمپاوت
کو جانا چاہیے
جو کسی
وقت میں
کماؤن کے
قدیم

راجاؤن کا دار الخلافہ تھا۔ اور جسکی پہلی سی شان و شوکت اب باقی نہیں ہے۔ پھر چپرا پانی میں جہان راجہ ناہن کی ایک نہایت خوبصورت اور وسیع جائداد پھل دار درختوں کی باغ کی شکل میں واقع ہے۔ ایک پہاڑی پر ہو جا کرنی چاہیے۔ اور گولہ گھاٹ کی پُرانی چھاؤنی میں جہان اب تک نیپال

Cherranani اور Champawat اور

Lohaghat اور Raja of Nahan اور

کے مقابلہ میں گورکھوں کی فوج کی ایک چوکی قائم تھی۔ ندی میں اشنان کرنے چاہئیں۔ وہاں سے ^{۱۰}سے ^{۱۱}سے جو ندی کو۔ جو ماہی گیروں میں۔ عمدہ مچھلیوں کے لیے مشہور و معروف ہے اور سر جو سے جگٹ ایش کو جانا چاہیے۔ جہاں پر اجین دیو دار کے درختوں سے۔ ڈھکے ہوئے مندر میں۔ شیوجی کی اصلی لنگ کے۔ کڑے استھاپن ہیں۔ اور وہاں سے ۸۳۰۰ فٹ اونچے۔ دھج پہاڑ کو۔ جو اس پاس کی کل پہاڑیوں میں سب سے اونچا ہے جا کر۔ رام لنگا میں اشنان کرنے چاہئیں۔ جو عمدہ مچھلیوں کے لحاظ سے سر جو کے ہم پلہ ہے پھر جاتری کو کلیہ سے بنی ہوئی۔ گوری ندی۔ اور شار دھاک کے سنگم میں جسے یہاں کے لوگ کالی کہتے ہیں۔ اشنان کرنا۔ نہ بھول جانا چاہیے یہاں پہونچنے کے لیے اسی راجا کی دار الخلافہ اسکاٹ میں ہو کر جانا پڑے گا جو کثیر راجاؤں کی اولاد میں سے ہیں۔ جن کا راج کابل سے پیال تک تھا۔ پھر بھوٹیوں کے ملک۔ یعنی چوڈان۔ اور بٹیان سے گزرنے پر۔ اسی کالے پانی میں۔ اس چشمہ کی پوچا کرنی پڑتی ہے۔ جسے عقیدت مند ہندو کالی ندی کا سوت سمجھتے ہیں۔ اور جو اس نام کی دیوی کے نام نہاد ہونے سے نہایت متبرک ہے۔ اس جگہ سے درویشیو لیکھ۔ جاتری کو ایک آسان راستہ سے تبت میں پہونچا دیتا ہے جہاں سے کھجنا تھ کے درشنون کو۔ اور وہاں سے

۱ Ramganga ۲ Dhuj ۳ Jageshar ۴ Sarju River

۵ Katyur ۶ Rajbar. ۷ skot ۸ Kali ۹ Gori, Sarda

۱۰ Khojarnath ۱۱ Lipu, Lakh ۱۲ Byans ۱۳ Chudans

گر لامان دھاتا کے سامنے سے گذر کر مقدس جھیل مان سرور کو جانا چاہیے
 بیان اس اشنان کرنے کے بعد پھرون کو پنڈ اور جل دان - اور ہنس دپ
 شیوجی کی تمس پوجا کرنی چاہیے۔ اسکے سوا اسی مان سرور کی پرکرا کرنی
 چاہی اور کس تال کے - جو اس کے مشعل ہے۔ درشن کرنے چاہیں - پھر
 کیلاش کی پرکرا کرنی چاہیے۔ اور قرب و جوار کی کل ندیوں میں اشنان
 کرنے چاہیں۔

لیکن درحقیقت باوجود شاستر کے اس حکم کے جو مل در آمد ہے۔ وہ یہ ہے
 کہ ہزاروں جاتری ہر دور میں جو ایک ہنایت متبرک مقام اس لیے سمجھا جاتا
 ہے۔ کہ یہاں پر گنگا جی - ہالیہ کو چھوڑ کر - میدان میں ہنا شروع کرتے ہیں۔
 جمع ہوتے ہیں۔ اور جب ہر دور کا میلہ جو ہر سال شروع گرمیوں میں ہوتا
 ہے۔ ختم ہو جاتا ہے تب جاتری میدان کی گرمی سے بچنے کے لیے پہاڑوں
 کی ٹھنڈی ہوا میں سفر کرنے کا تہیہ کرتے ہیں۔ اور گڑھوال کی راہ سے
 بدری ناٹھ وکدار ناٹھ کے درشن کو جاتے ہیں۔ پھر وہاں سے بہت
 تقاضا کیا۔ تو مغرب کی جانب درہ نیتی کے ادپر ہو کر - کیلاش اور مان سرور
 پہنچ سکتے ہیں۔ بعض ہر دور سے سیدھے درہ لیپولیکہ کے ادپر اور پر یا اٹا
 دھار کے دشوار گزار راستہ سے تبت میں داخل ہوتے ہیں۔ عموماً
 رواج یہ ہے۔ کہ انہیں سے الیک راستہ سے جاتے ہیں۔ اور دوسرے راستہ
 سے واپس آتے ہیں۔ اور اس صورت میں جاتری - عموماً اس قاعدہ کا

محافظ کرتے ہیں۔ جو دنیا کے اکثر ملکوں میں جاری ہے۔ اور جو ہم میں بھی شراب کے دور کے وقت رائج ہے۔ یعنی بائین سے دائین کو دور چلاتا ہے۔ اس لیے کہ یہ سمجھ (سلطان) سمجھا جاتا ہے۔ اور اسکے برخلاف۔ اُسجھ۔ (اُلٹا) سمجھا جاتا ہے۔

کد ارنا تھ کی خاص مہاس سبب سے ہے۔ کہ جب شیوجی۔ پانڈون سے بچنے کے لیے بھینس بکر بھاگے تھے۔ تب ہین آکر چھپے تھے۔ اور جب بہت ہی تنگ ہوئے تب آوے زمین کے اندر سما گئے۔ اور آدھا کچھلا دھڑ باہر نکلا رہ گیا اُس وقت سے یہ مقام ہمیشہ کے لیے قابل پرستش ہو گیا۔ باوجود اس ظرافت آمیز واقعہ کے شیوجی سدا سے سرب ایشر مانے جاتے ہیں۔ جن سے سب ڈرتے ہیں۔ اور جن کی پوجا کے ساتھ دنیا بھر کے فسق و فجور۔ نفسانیت اور سیر جمی متعلق ہے۔ یہ ماد یو (قادری مطلق) ہیں اور انکی ایک استری ہے جن کے بہت سے معنی کر کے مختلف نام ہیں۔ یعنی کالی جو کشت و خون کی دیوی ہے۔ اور جس کی پوجا میں تنتریک اپنی نفرت انگیز رسمیات کے بموجب ہر طرح کی بھیمائی۔ مطلق العنانی۔ اور حیوانیت روار کھتے ہیں۔ شیوجی کے لنگ کی تمام ملک ہندوستان میں ایک سرے سے دوسرے تک پوجا ہوتی ہے اور اس لنگ کی پوجا کے لیے مرد اور عورتوں کے جھنڈ کے جھنڈ ہر جگہ جمع ہوتے ہیں جس کا اثر قوم کے اخلاق پر سواے خرابی کے اور کیا ہو سکتا ہے ان ماد یوجی کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لیے آدمی وہ سخت پشیمیا اختیار کرتے ہیں۔ جو کبھی سننے میں نہ آئی ہو۔ کد ارنا تھ کے قریب ایک

مشہور ٹیلہ ہے جہاں سے جاتری اپنے آپ کو شیوجی کی بھینٹ کرنے کے لیے کودا کرتے تھے۔ لیکن سرکار انگریزی نے اس رواج کی مانعت کر دی۔ اور اب کوئی اپنے آپ کو شیوجی کی بھینٹ نہیں کرتا۔ (سچ یہ ہے)۔ کہ اپنے آپ کو اس وقت کسی کی بھینٹ چڑھانا جب کہ خلقت کا ایک ہجوم واہ واہ کرتا ہو۔ اور دل پر ایک حالت وجد طاری ہو۔ اور بات ہے۔ اور گوشتہ تنہائی میں سب کی نگاہ بچا کر سر و مہری کے ساتھ۔ خود کشی کرنا۔ دوسری بات ہے یہی نتیجہ سستی کی مانعت کا ہوا۔ اور اب کسی بیوہ کو۔ اپنے خاوند کے چلتے چارہ گر کر۔ خاک ہو جاتے سننے میں نہیں آتا۔ اگلے زمانہ میں یہ بھی دستور تھا کہ جو جاتری۔ اپنے آپ کو شیوجی کی بھینٹ کرنا چاہتے تھے۔ وہ اونچے پہاڑوں میں برف میں چلے جاتے تھے۔ اور وہاں سردی اور بھوک پیاس کی تکلیفیں سہتے سہتے جان دیدیتے تھے۔ یہ بھی عام عقیدہ ہے کہ ان اونچے پہاڑوں پر شیوجی خوش اعتقادوں کو۔ درشن دیتے ہیں۔ اور وہاں عجیب طرح کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ لیکن یہ آوازیں برف کے ٹپکنے۔ اور درخت اور چٹانوں کے گرنے کی ہوتی ہیں۔ جن کی نسبت جھلا۔ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ان پہاڑوں پر درحقیقت دیوتاؤں کا مسکن ہے۔

کدرا ناٹھ کے اس طمطراق کے مقابلہ میں۔ بدری ناٹھ میں سادگی اور ملائیت ہے۔ یہاں ایک چشمہ ہے جس میں سے کثیف دھواں۔ یا بھاپ نکلتی ہے اور اس میں سے تیز گندھک کی سی بو آتی ہے۔ اور پانی اتنا گرم ہوتا ہے۔ کہ جب تک دوسرے چشمہ کا سرد پانی نہیں ملایا جاتا۔ اُس کی گرمی کم نہیں ہوتی

دیشن بہت درہ کے نزدیک ایک تہی نظامہ



اور شکل سے چھونے کے قابل ہوتا ہے۔ جب سطح پانی۔ نہانے کے لائق ہو جاتا ہے۔ تب آئین جاتری۔ بلامرد اور عورتوں کی خصوصیت کے سب نہاتے ہیں۔ بدری ناتھ میں دشن بھگوان کا مندر ہے۔ اور یہ مقام قدیم زمانہ سے معدن علم و تقدس مشہور ہے۔ دشن بھگوان۔ اُن کل باتوں کے ساکشات سروپ ہیں۔ جو مذہب ہندو میں۔ عمدہ ترین سمجھی جاتی ہیں اور اُن کی آپاسنا والوں میں زیادہ تر تعداد اُن لوگوں کی ہے۔ جو اُس ذلیل مذہب کی لغویات اور ناپاکیوں سے کچھ واسطہ رکھنا نہیں پسند کرتے جو ہندوستان میں کثرت سے رائج ہیں۔ بہتر ہوگا۔ کہ اس باب کے آخر میں۔ اٹکینسن صاحب کی کتاب موسومہ۔ اضلاع ہمالیہ کے کچھ بطور انتخاب نقل کیا جائے۔

”یہاں کی وقت جہاں ضلع کماؤن ہے۔ ہندوستان کی مذہبی تاریخ میں زیادہ تر اس سبب سے ہے کہ وہاں بدری ناتھ اور کد آرناتھ کے بڑے بڑے مندر ہیں۔ جن میں دشن بھگوان۔ اور شیوجی کی استھانپا ہے جن کی ابھی تک اہل ہندو کے اعتقاد میں۔ سب سے زیادہ مہما ہے۔ انکی نگاہ میں۔ کوہ ہالیہ کا ضلع کماؤن وہی ربہ رکھتا ہے جو فلسطین کا عیسائیوں کی نگاہ میں ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں ان لوگوں نے جو ہندوؤں میں واجب التقظیم گذرے ہیں۔ اپنی زندگی کا ایک زمانہ صرف کیا ہے۔ جو دیوتاؤں کا مکن ہے اور کوش کا بڑا مارگ ہے۔ یہ اعتقاد ابھی تک۔ ہندوؤں میں قائم ہے۔ اور

ہزاروں آدمی ہر سال اُن مندروں کی زیارت کو جا کر اپنے اعتقاد کا ثبوت دیتے ہیں۔ پچھلے زمانہ کی مذہبی کتابوں میں۔ کوہ ہالیہ کی نسبت جابجا اشارات پائے جاتے ہیں۔ اور ہر مندروں جہاں کہیں جائے۔ وہاں کدرا ناٹھ اور بدری ناٹھ کے۔ گنان باد گانے والے موجود ہیں۔ بہت سے شخصوں کے خیال میں اُن کی تمام دنیوی خواہشات کا ثمرہ ہی ہے۔ کہ اُنھیں اُن متبرک مقامات کی زیارت کا نفع حاصل ہو۔ جہاں کی زیارت سے جہنم کے پاپ دھل جاتے ہیں۔ اور آدائوں کے تکلیفات سے نجات ملتی ہے۔ بیان کا ہر ایک چٹان و ندی نالہ۔ کسی نہ کسی دیوتا یا رشی سے منسوب ہے اور ہر ایک سے مناسب حال روایت متعلق ہے۔ قدرت بھی اپنی علی وجہ کی وحشیانہ اور جنگلی صورتوں۔ اور نشیب و فراز کے پیرایہ میں اس اعتقاد کی سچائی کی گواہی دیتی ہے۔ کہ دیوتاؤں میں سریشٹ۔ ہما دیو جی کا یہی مقام ہے۔ اور جب اس مسافر سے۔ جو میدان سے پہاڑوں کے راستے مشکل سے طے کرتا ہوا آ رہا ہے۔ اور ٹھکا ماندہ ہے یہ کہا جاتا ہے کہ اس راہ او ب میں خاموش چلنا چاہیے۔ مبادا دیوتا کسی بات سے ناراض ہو جائے۔ اُس وقت اُسی دیوتا کا پرکاش جھنکے لگتا ہے۔ اور اگر اتفاق سے کوئی گائے بجائے جسکی مانعت ہے۔ اور دیوتا ناراض ہو کر قصور واروں پر۔ کوئی برف کی دھانی لڑھکا دے۔ تب تو خوف زدہ جاتری کو۔ یہ یقین ہو جاتا ہے۔ کہ اس نے اپنے دیوتا کو نہایت کوپ دیا۔ ڈنڈ دینے کے لیے تیار دیکھا۔ اس لیے وہ پھر دیوتا کے کوپ شانت کرنے کے لیے از سر نو پیشا کرتا ہے۔

غرض کہ عبادت کی جانب طبیعت کو رجوع کرنے والے سامان۔ فضا و بہار
منبر ہائے شاندار۔ مراسم پر تکلف و پراسرار۔ ستائندگان مشاق و کارگذار
کی شکلون میں کل بیان موجود ہیں۔

ان سامانوں پر بھی جو جاترہ می ناخوش واپس آئے اُسے سمجھ لو کہ وہ ضرور
عقل کا بھدا۔ اور کند ذہن ہے۔ فقط۔

چوتھا باب

بھوٹیوں کے عام حالات

اسکات سے کھیلا کے سفر میں ہم اُسی راستہ سے گئے۔ جو ہندو جاتریوں
کے لیے۔ اُنکی متبرک کتابوں میں قرار دیا گیا ہے۔ پس اس صورت میں
ممکن نہ تھا۔ کہ ہمارے طبیعت پر اُن باتوں کا اثر نہ ہوتا۔ جو جاترہ کی طبیعت
میں اُس وقت پیدا ہوتی ہیں۔ جب کہ وہ اس عجیب ملک کے قریب
پہنچتا جاتا ہے۔ جو اسکے دیوتاؤں کو پیارا اور عزیز ہے۔ خاص کھیلا
پانچزار فیٹ بلند ہے۔ وہاں سے چلکر پہلے ایک ہزار فیٹ سے زیادہ
نیچے اترنا پڑتا ہے۔ پھر چڑھائی شروع ہوتی ہے۔ اس چڑھائی کی نسبت
یہ کہنا صحیح ہے۔ کہ وہ درحقیقت سیدھی آسمان کی چڑھائی ہے۔ اس لیے
کہ پانچ ہزار فیٹ سیدھا چڑھنے کے بعد دوسرا مقام تھیلا کا ہے جو اس
خطہ زمین پر واقع ہے جسے متبرک کہنا سزاوار ہے۔ جیسا کہ کچھلے باب میں

مذکور ہوا ہے یعنی یہ چڈان نامے بھوٹیوں کا ملک ہے۔ جس میں پہنچتے ہی۔ یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک بالکل نیا ملک ہے۔ جان کے آدمی بھی بالکل کچھ اور ہی طرح کے ہیں۔ جن کی صورتیں۔ مذہب۔ لباس ساز و سامان جداگانہ ہے۔ اور بالکل اُن لوگوں سے نہیں ملتا۔ جو آگے بڑھ کر جنوب میں رہتے ہیں۔ بلکہ وہاں ہم اپنے آپ کو مغلوں کے درمیان پاتے ہیں۔ اور ایسی عورتوں کے درمیان پاتے ہیں جو جاپان کی پست قد عورتوں کی طرح ہر ایک چیز اور ہر ایک شخص پر ہنستی ہیں۔ اور نہ پردہ کرنے کے لیے دوڑتی ہیں۔ نہ جنوب کی عورتوں کی طرح منہ پر نقاب ڈالتی ہیں۔ دیا گھونگھٹ کھینچتی ہیں۔ پھر ہم اپنے آپ کو دماغوانی کی جھنڈیوں اور چھڑوں Chorlens کے درمیان پاتے ہیں جان پتھر کے ستون بھوت پلیدون کو گھر کے پاس نہیں آنے دیتے۔ جان مرد بھیڑ بکریوں کو جو اپنی پیٹھ پر قیمتی بوجھ لیے پھرتی ہیں۔ سیٹی بجا کر بلاتے ہیں۔ اور اپنی سواری کے خچر اور ٹٹوؤں کی طرف چھینکتے ہیں اور جہاں نیچی پہاڑیوں کے پالتو مریشیوں کے بجائے۔ سرگاے و جتو کام دیتے ہیں۔ یہ ایک عجیب و غریب ملک ہے۔ جو نگاہ پڑتے ہی۔ دل کو بٹھاتا ہے۔ اور ہر شخص کو کچھ ایسا عزیز ہو جاتا ہے۔ کہ کبھی اس کا خیال طبیعت سے دور نہیں ہوتا۔ اضلاع الموڑہ اور گرٹھوال کے زیادہ تر باشندے کھسیا۔ نسل کے ہیں۔ اور ایک ایسی ہندی زبان بولتے ہیں۔ جو

(بھوٹیوں کی دعاخوانی کی جھنڈی اور چھڑین)



راجپوتانہ
کی زبان سے
بہت کچھ
ملتی جلتی ہے
لکھاس
یا کھو ایک
مصدر ہے
جس سے
کھو بیٹی
کھو اس
کھو اسپینیر
وادی کابل

کے دریاؤں کے نام جو متقدمین نے لکھے ہیں مشتق ہیں ادیبی ہندو کش
کا شغز۔ اور۔ کاشمیر کا مصدر ہے۔ اسی سے لفظ کشتیا منسوب ہے۔
جس کا ذکر ہیرودوٹس نے لکھا ہے۔ اور جو سوسا کا قدیم نام ہے

Hir-du Kush. Khoasp. s. Khoas. Khophene. Kna. Kho.

uzx. Harodotas. Kissia. Kashgara.

(سجھو ٹیٹا عورتیں۔ دعا خوانی کی چھڑیں لپیٹ پر)



اس پر پوچھو

بھی۔

سو

کے

باندھو

کو کیٹکی

تام سے

خطاب

کیا ہے

اور

طریقہ

دیکھو

اور لوگوں

کریسٹن نے لکھا ہے۔ کہ اراٹ لا کے مقام پر دارا کے افواج میں۔ کسیوں کی فوج خاص فوج تھی۔ اسی سے۔ کاکیشس۔ جسکا پٹنی نے ذکر کیا ہے۔ اور کوہ کیشس اور نیز کرٹیا ریج۔ جسکا اشارہ بطلمیوس نے کیا ہے۔ مسویمہ کی قوم کے

Diodorus . ۷۷

Kissii Susa, ۷۷ Strabo. ۷۷

Kasian ۷۷ Arabela, ۷۷ Curtius ۷۷ Quintus ۷۷

Regio ۷۷ Kasio ۷۷ Pilny ۷۷ Caucasus ۷۷

(مجھ پر شاعریت کی نیلور جادوئی کے ہیں - وہ اپنے کندھے پر نافذ شاعری - جزا بست کا ناچو، جس کو لکھتے ہیں تلو کی شاہ ہوتی ہے)



لوگ - کشمیر کے پچان کے ملک خاص کشمیر نیپال کے پاڑی ملک -
اور میدان کے ایک بڑے حصہ کے خاص باشندے تھے - اور گو
اب بطور ایک قوم کے صرف کماؤن میں آباد ہیں۔ پھر بھی دیر باکابل کے قریب ٹیٹا

Teesta

۷۵

تک۔ براہ دار جیلنگ ان کا سراغ پایا جاسکتا ہے۔
 کھیا حقیقت میں آریا قوم کے لوگ ہیں۔ اور آریوں کی بڑی قوم کے
 اس قبیلہ سے انکا خاص تعلق ہے۔ جو بد کے رواج کے زمانہ میں ہندوستان
 میں داخل ہوئے۔ اور دریا رنگ کے وسیع وادی۔ اور دیگر مقامات میں
 پھیل گئے۔ حالانکہ۔ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں انکا ذکر حقارت کے
 ساتھ کیا گیا ہے۔ مگر اسکا سبب صرف یہ ہے۔ کہ ان لوگوں نے برہمنوں کے
 کل رسم رواج اور ذات کے سچیدہ طریقے۔ جو ان کی کتابوں میں محسن
 قرار دیے گئے ہیں اختیار نہیں کیے۔ لیکن وہ ٹھیک ایسے ہی۔ ہندو ہیں۔
 جیسے کہ اُنکے بھائی۔ نیچے میدان کے رہنے والے ہیں۔ اور اس غرض سے۔ کہ
 طعنہ زنوں کو تحقیر و ملامت کا کوئی موقع نہ ملے وہ ہر سال۔ حتی الامکان بہت
 کچھ تکلیف گوارا کر کے۔ میدان کے رہنے والے بھائیوں کی حقیقت سے
 انخفیہ رسمیات اور دستورون کی پابندی کرتے ہیں۔ کھیا قوم کے لوگوں
 کی ایک عجیب بات یہ ہے۔ کہ وہ ہندوستان کے اکثر حصوں میں ملتے
 ہیں لیکن کہیں وہ بودھ مذہب اختیار کیے ہوئے ہیں کہیں دین اسلام
 کے معتقد ہیں۔ اور کہیں ہندو ہیں۔

ہالیہ کی جانب شمال بتت والے ہیں۔ اور علاقہ سرکاری کے کل
 پہاڑیوں کے عرض طول میں زیادہ تر کھیا آباد ہیں۔ یادہ لوگ ہیں جو میدان
 سے چلے آئے ہیں۔ مگر ہماری عین سرحد کے کنارہ کنارہ اُن بڑے بڑے
 پہاڑوں کے رہنے والے۔ جو بتت اور ہندوستان کے درمیان حدفاصل

ہین - بھوٹیوں کی قوم ہے - اور یہ قوم ہندوستان کی تمام کثیر التعداد قوموں میں سب سے زیادہ دھپسی کے لائق ہے - یہ وہ قوم ہے جو بذریعہ تجارت - ہندوستان اور تبت کے ملکوں کے درمیان ایک واسطہ ہے جس طرح کہ دادمی چچی کے تو ماٹس - جن میں تبتی اور بھوٹانی شامل

(ایک لداہوا جتو)



ہین تبت
اور دارجلنگ
کے درمیان
واسطہ تجارت
ہین اسی طرح
مغربی تبت
کی تجارت
صد بائیس
سے - ایک
خاص گروہ

کے ہاتھ میں ہے - اور اس گروہ کے لوگوں نے اپنی اجارہ داری کی اس احتیاط کے ساتھ حفاظت کی ہے کہ ابھی تک کسی کو یہ موقع نہیں دیا کہ کوئی اُن کے مقابلہ پر کھڑا ہو - ان تاجروں کا نام ہنے - کماؤن کی عام پہاڑیوں کے رواج کے بموجب بھوٹیا رکھا ہے لیکن وہ خود اپنے آپ کو

ہر حالت میں اس نام سے خطاب کیا جانا پسند نہیں کرتے۔
 بھوٹ یا زیادہ صحت کے ساتھ کہا جائے۔ تو بوڈ اور بت درحقیقت ایک
 ہی لفظ ہے۔ لیو اس تاتاری کی تحریرات میں جو گیارہویں صدی میں گزرا
 ہے۔ ٹی یو پوٹ نام آیا ہے جس کے آخری حصہ لفظ سے بوڈ مراد ہے چین
 کے رسم خط میں پو کے لئے۔ جو لفظ مقرر ہے۔ وہ فین کی بھی آواز دیتا
 ہے اور لفظ۔ سی۔ یا مغربی کے اضافہ کرنے سے۔ بت کا وہ حصہ جو کماؤ
 کی جانب شمال واقع ہے۔ سی فین کہلاتا ہے۔ اور وہاں کے باشندے
 ٹیو پوٹ کہلاتے ہیں۔ کل بت کے لوگ اپنے آپ کو باڈ پا۔ کہتے ہیں
 جس سے مراد باڈ کے باشندوں سے ہے۔ پھر وہ بعض اوقات کاشمیر کے
 قریب کے ملک کو ٹو بوڈ کہتے ہیں۔ اور یہ بت کا وہ حصہ تھا جس سے
 اہل یورپ اول ہی مرتبہ واقف ہوئے۔ کاشمیری لفظ۔ تب۔ یا ٹیب
 سے یہ نام اخذ کر کے ہم تمام ملک کو بت کہنے لگے ہیں۔ برخلاف اسکے
 کماؤن کے پہاڑی لوگ اس ملک کو جہان اُن کی پہاڑیوں کے بھوٹے آباد
 ہیں۔ بھوٹ۔ اور خاص بت کو ہنیا س۔ کہتے ہیں۔ اس امر کو بیان کرنے
 میں بہت احتیاط لازم ہے۔ کہ لفظ بھوٹیا جس معنی میں اس کتاب
 میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے نہ خود مختار ریاست بھوٹان کے باشندوں

Tee-pote^{۵۵} P. Fan. ۵ Tee-pote^{۵۴} Tatar Liaos. ۵

Huniyas^{۵۵} Tibbat ۵ Tebet ۵ To-Bod ۵

مراد ہے نہ اُن بھوٹیوں سے مراد ہے۔ جو دارجیلنگ کے گرد نواح میں
 رہتے ہیں۔ اور دراصل تبتی ہیں۔ اور عموماً اس نام سے مشہور ہیں۔ نہ
 کبھی اہل تبت سے مراد ہے۔ حالانکہ مغربی تبت میں۔ اہل تبت ان کو
 بھوٹیا کہتے ہیں۔ ہماری پہاڑیوں کے بھوٹیا۔ خاص اس حصہ ملک میں
 پائے جاتے ہیں۔ جس کا ہم اہل ہنود کی نگاہ میں متبرک ہونا اور پر بیان
 کر آئے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو سرکاری سرحدت کے کنارہ کنارہ جانب
 شرق نیپال سے۔ اور جانب مغرب ریاست ٹیڑھی تک تقریباً ۳۰ میل
 کے فاصلہ میں سرحد کی جانب جنوب پائے جاتے ہیں۔ پھر وہ تبت کے تمام
 درون پر آباد ہیں۔ چنانچہ۔ جو درہ۔ مانا پر۔ بدری ناٹھ کے قریب۔ اور
 درہ نیٹی پر۔ آباد ہیں۔ وہ تول کش۔ اور مار کش کے نام سے مشہور ہیں۔ اور
 جو ہار میں درہ انت دھرا پر رہتے ہیں۔ وہ شو کش۔ کہلاتے ہیں۔ اور انکا
 دوسرا نام راوٹ ہے۔ انھیں میں تول کش اور مار کش بھی ہوتے
 ہیں۔ یہ سب بھوٹیوں کے مغربی گروہ میں شامل ہیں۔ اور انہی نے زعم میں اپنے
 آپ کو تمام بھوٹیوں سے افضل سمجھتے ہیں۔ اور اُن کے ساتھ کھانا پینا
 اور شادی کرنا پسند نہیں کرتے۔ نہ اُن کی مروجہ زبان بول سکتے ہیں
 اس لیے کہ یہ اب وہ اس زبان کو بھول گئے۔ جو ہماری بھوٹیوں کے جنوب

Tolchas ۵ Marchas ۵ Niti ۵ Mana. ۱

Shokas. ۵ Untadhura. ۵ Johar. ۵

Johar. ۵ Marchas. ۵ Tolchas. ۵ Rawats. ۵

(مشرقی بھوٹ کے آدمی)



مین -
جھوٹا
بھوٹیا
رہتے
ہیں جو
تجارت
نہیں کرتے

بلکہ زراعت پیشہ ہیں۔ انکی ایک خاص زبان بتی۔ اور برہمی قبیل کی
جدا ہے۔ جسے رنکاس۔ یا شوکھیا کہتے ہیں۔ یہ اپنے تئیں اس ملک
کے سب سے قدیم باشندے سمجھتے ہیں۔ جیٹھ کے معنی بڑے بھائی کے ہیں۔ اور
اس لحاظ سے اپنے آپ کو باقی تمام بھوٹیوں سے بڑا جانتے ہیں۔ حالانکہ
حقیقت حال یہ ہے۔ کہ انھیں انکی قوم کے اور لوگوں نے بالکل الگ کر
رکھا ہے جس کا ظاہر۔ کوئی سبب نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ یہ بڑے سیدھے
اور بے شر لوگ ہیں۔ آخر پر مشرقی بھوٹیا ہیں۔ جو دارما کے پرگنے میں۔
رہتے ہیں۔ اور جو تین پیٹوں۔ یا تفریقوں میں بٹے ہوئے ہیں یعنی
درما پیٹ۔ جس کے باشندے۔ درہ نیو۔ یا درما کے راستہ سے آمد و رفت

Shokiya Khun ۵ Rankas. ۵ Jithora Bhotias. ۵

Darma Patti Neo ۵ Darma ۵ Jeth ۵

Darma ۵

رکھتے ہیں۔ اور چوڑا آن و بتیان جن کے باشندے۔ درہ لنک پیا لیکھ
منگشان۔ لپو لیکھ۔ اور اکثر نیپال کے درہ۔ ٹنکر سے بھی آمد و رفت رکھتے

(کھوٹا دعا خوانی کے جھڑے درخت میں)



ہیں۔

یہ سب

بھوئیوں

کے

مقابلہ

میں

بہت

ہی زیادہ

پست حالت میں ہیں۔ اس لحاظ سے اُن کے رسم و رواج اور بھی زیادہ
دکھپ ہیں اُن کی بھی۔ تبتی۔ اور برہمی قبیل کی ایک علیحدہ زبان ہے۔ اور
یہ اہل تبت سے بہت کچھ مشابہت رکھتے ہیں۔ ان کو اور بھوٹے۔ اُنکے
پُرانے طور و طریقوں کے باعث نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں
اور اگرچہ تمام بھوٹے۔ اپنے آپ کو ہندو کہتے ہیں۔ مگر مشرقی بھوٹے
ہندوؤں کے مذہب کی بابت شاید ہی نام کے سوا کچھ اور جانتے ہوں
لیکن کچھم کی طرف کے بھوٹے اور جیتھور می۔ برہمنوں کی رسم و رواج سے

Tinkar & Lan kpya Lekh & Byans & Chaudans &
Mungshan Lipu Leuh & Jethara s

کسی قدر واقف ہو گئے ہیں۔

ہر جگہ تمام بھوٹیون میں ذات کی دو تفریق ہیں۔ ایک راجپوت یعنی اونچی ذات۔ اور دوسری۔ ڈومری یعنی نیچی ذات۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مغربی بھوٹیون میں ابھی تک پُرانے دستور و طریقے جاری ہیں۔ اس لیے کہ گو اونچی ذات والے مذہب ہنود کی زیادہ پیروی کرتے ہیں مگر نیچی ذات والے ابھی تک پرانے طریقوں پر چلے جاتے ہیں۔ پوشاک کے معاملہ میں بھی۔ کچھ دپورب کے بھوٹیون میں بہت کچھ فرق ہے۔ یہ صحیح ہے۔ کہ مرد عموماً ڈیکلی ساخت کے اوننی کپڑے پہنتے ہیں۔ اور انکی پوشاک میں کوٹ یا بجامہ۔ اور وہ ٹوپی۔ جو ہاڑیوں میں رائج ہے۔ داخل ہے۔ اسکے سوا۔ اکثر لمبا۔ فراک کوٹ بھی پہنتے ہیں۔ اُنکے جوتے اس قسم کے ہوتے ہیں۔ جو بالعموم ہاڑیوں میں۔ پہنے جاتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی۔ وہ رنگ برنگ کے اُون کے جوتے جو بہت سے آتے ہیں۔ اور خیمین۔ نہایت کاریگری سے۔ خوب میٹھے ہوئے۔ رستی کے تلے ہوتے ہیں۔ پہنتے ہیں۔ ان جوتوں کو باکچ یا باج کہتے ہیں۔ اور یہ سوائے جیٹھوروں کے۔ جو بہت سہلے آتے جاتے۔ ہر جگہ۔ دیکھنے میں آتے ہیں۔ ان جوتوں کی قیمت فی جوڑہ تین چار روپیہ ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے انکی عورتوں کا لباس تمام ہاڑی عورتوں سے مختلف ہوتا ہے۔ پچھان کی عورتیں۔ دامن۔ کوٹ کرتا اور داسکٹ پہنتی ہیں۔ اور سر پر ڈرٹیا اوڑھتی ہیں۔ جو۔ گز۔ ڈڑیھ گز

کر کی طرت لٹکا ہوتا ہے۔ جس سے وہ اپنا چہرہ ٹھنک سکتی ہیں۔ ہندوؤں کے پردہ کا رواج لینے منہ ڈھکنے کا طریقہ یہاں بھی پھیلتا جاتا ہے۔ لیکن خوش نصیبی سے۔ گھرون میں بند رہنے کا رواج۔ جو ہندوؤں کے بہت پسند خاطر ہے۔ اُن میں نہیں ہے۔ پھر بھی انہیں اتنا پردہ ہے کہ بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائی کی بی بی کی صورت نہیں دیکھتا۔ نہ اُس سے بات چیت کرتا ہے۔ نہ اُس کے ساتھ تنہا کسی مکان میں جاتا ہے۔ بچپان کی عورتوں میں سونے کا زیور پہننے کا بہت رواج ہے۔ لیکن پورب کی بھوٹیا عورتوں میں بالکل نہیں ہے۔ باسٹھناے۔ چند خاندانوں کے جو نہایت متول ہیں۔

پورب کی عورتیں۔ ایک چھوٹی آستینوں کی کُرتی۔ کرتا۔ (چنگٹ) پہنتی ہیں۔ جو پنڈلیوں تک پہنچتا ہے۔ اور کر کے گرد بندھا رہتا ہے پھر ایک دامن۔ (بھویا بالا) پہنتی ہیں۔ جس کو ایک بے دوپٹے سے (جے جو جانگ کتے ہیں) کر سے باندھ لیتی ہیں۔ اور سر پر ایک ٹوپی (چگتی) پہنتی ہیں۔ لیکن جب شادی ہو جاتی ہے۔ تب ایک اور طرح کی ٹوپی موٹے کپڑے کی پہنتی ہیں۔ جسے چکلا کہتے ہیں۔ سوگ یا ماتم کے ایام میں۔ چکے کو اُلٹ کر پہن لیتی ہیں۔ چوٹی گوندھ کر پیچھے کو لٹکاتی ہیں جو کنہوں کے نیچے تک آتی ہے اور چڈان کی عورتوں کی چوٹی اس سے بھی

Chught ۛ Jujung ۛ Phu, Balu, Chung ۛ

Chaudam ۛ Chakla ۛ

(مشرقی بھوٹ کی عورتیں)



کسی قدر
لمبی ہوتی
ہے شا
کے بالوں
کی باریک
باریک
پٹریاں
(سٹریٹ)

گوندھتی ہیں۔ اور اُن کو چہرہ کے دونوں طرف نہایت ہوشیاری سے ترتیب دیتی ہیں۔ اور چاندی کی ایک زنجیر جسے انجانگٹ کہتے ہیں اُن پٹریوں کو کھلنے نہیں دیتی۔ بسے اوئی جو تون کے ذکر کے ساتھ جو بت سے آتے ہیں۔ (ربا کچ) یہاں کی عورتوں کے لباس کا بیان ختم ہو جاتا ہے۔ بالشتنا اس کے کہ بیان کی امیر مستورات سوائے اُن چیزوں کے۔ ایک اور کرتی پہنتی ہیں جن کی آستینیں کل باہوں تک لمبی ہوتی ہیں۔ چاندی کے ہسٹے خوش نما زیور تمام عورتیں پہنتی ہیں۔ اور اُن میں سے بعض گاؤم زنجیروں کی طرح ٹخنوں تک لٹکتے رہتے ہیں۔

پورب کے بھوٹیوں کے نام اکثر عجیب و غریب ہوتے ہیں۔ مثلاً (جائور) کے ناموں پر (موشیا)۔ (چوہیا)۔ (کوکر یا)۔ (کلیتا)۔ (مہسو)۔ (مہنس)۔ (مینا)۔

(پرنڈ) - بندر - یا بندرو - بٹا - دہلی - نکھی - دکتا - لڑکیوں کا نام - اوباری
ہوتا ہے - رجو دو لفظوں سے مرکب ہے - اوم - جس کے معنی لڑکچہ کے
ہیں اور باری - (مزدوری) دیوتاؤں کے غضب سے بچنے کے لیے پُرسے نام
بھی رکھ لیتے ہیں - (مشرقی بھوٹ کی عورتیں نازن شک کا استعمال بحیثیت زور کے)



مثلاً ڈیم - رہنسی
والوں کو معلوم ہے
کہ اس کے معنی لہار
کے ہیں - پنیگٹ
جس کے معنی - ایک
تہتی کے ہیں - چوڑا
(غلام) - خیمبو - جبکہ
معنی بت کی زبان
ہیں آوارہ گرد کے ہیں

ٹوولا - (فقیر) انہیں اکثر نام بت والوں کے سے ہوتے ہیں مثلاً چرنگٹ
جو یہ نام لفظ چ - سے جس کے معنی زندگانی کے ہیں اور رنگو سے جس کے
معنی طویل کے ہیں مشتق ہے -

بعض شخصوں کے ساتھ کھانے - بعض کے ساتھ نہ کھانے کا مسئلہ

Whyembo Chora & Pang & Dum & Wombari.

Chhiring & Dola

جو کہ عام ہندوؤں میں - ایک بڑا ضروری مسئلہ ہے - اس کی یہ کیفیت ہے - کہ بعض صورتوں میں اس کا بہت کچھ لحاظ کیا جاتا ہے - مثلاً پچھان کے بھوٹے - راجپوت - بھوٹے - ڈومروں کے ساتھ نہیں کھاتے اور بعض صورتوں میں اس کا بہت کم لحاظ ہوتا ہے - حتیٰ کہ ان کو اہل بت کے ساتھ جو گاؤشی سے پرہیز نہیں کرتے - کھانا کھانے میں مطلق تامل نہیں ہوتا - حالانکہ گائے کا مارنا - ہندوؤں کے مذہب میں ایک سخت گناہ ہے بھوٹے - عموماً - اہل بت کے ساتھ کھانا صرف اس لحاظ سے نہیں کھاتے کہ بت والوں کی عادتیں اس قدر گندہ ہوتی ہیں - کہ سخت نفرت ہوتی ہے اور وہ عموماً چانول اور کچا پکا - گوشت کھاتے ہیں - اور بھوٹے - جنگلی حالت بلحاظ حسن معاشرت بہت اچھی ہوتی ہے - اور زیادہ تر آسودہ حال ہیں - اس قسم کے کم درجہ کھانے کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں - لیکن فرض کیجیے - کہ کھانا معقول ہو - اور عمدگی و نفاست سے تیار کیا گیا ہو - تو بھوٹے بہت خوشی سے اہل بت کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتے ہیں - جو ہارٹی راولوں کا یہ قول ہے - کہ وہ بت والوں کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے - صرف چار پیٹے ہیں - لیکن درحقیقت جس چیز کا نام چار ہے - اس میں چار کے علاوہ بہت سا مکھن - نمک - مہیدہ - اور کبھی گوشت بھی ہوتا ہے - پس راولوں کا یہ قول شکل سے صحیح مانا جاسکتا ہے - جو ہارمین جمان لوگوں کو مذہب ہندو قبول کرنے کا فخر ہے -

ہر خاندان میں۔ مرد پہلے کھاتے ہیں۔ اور ان کے بعد عورتیں۔ مردوں سے جو بیچ رہتا ہے وہ عورتوں اور بچوں کے حصہ میں آتا ہے۔ لیکن درما کے پرگنہ میں۔ ابھی تک پڑانے کی طور کی درارات قائم ہے جس سے عورتوں کی خاطر دایا کا کسی قدر پاس دلکا حفظا ہر ہوتا ہے۔ وہاں کے لوگ اس طریقے کو رد نہیں رکھتے کہ مردوں سے بچا ہوا کھانا عورتیں کھائیں۔ بلکہ ہر خاندان میں کل مرد۔ عورتیں۔ اور بچے ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے۔ کہ مشرقی بھوٹے خانہ داری کے کل امور میں۔ عورتوں کا رتبہ۔ ہمیشہ سب سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔ اس لحاظ سے انہیں۔ اور ہندوؤں میں جو عورتوں کو مثل خانہ داری کے دیگر اسباب کے سمجھتے ہیں۔ اور بودھوں کے درمیان۔ جو عورتوں کو کٹوں کے برابر سمجھتے ہیں۔ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ سرحد کماؤن کی پولیٹیکل تاریخ سمجھنے کے لیے۔ یہیں یاد رکھنا چاہیے کہ جس ملک میں اب بھوٹے آباد ہیں۔ اور جو سرکار کی خیر خواہ رعایا ہیں۔ ابتداً اُس وقت تک بت سے متعلق تھا۔ جب تک گڑھوال۔ سری نگر۔ اور کماؤن کے مشہور معروف چند رہی۔ اجاؤن کے تحت میں حکم طور پر نہ آیا تھا۔ لیکن سنہ ۱۸۴۰ء میں ایک حصہ ان محالات کا جو بھوٹیا محالات کے نام سے مشہور تھیں۔ بت والوں سے فتح کر لیا گیا۔ اور باقی ملک صرف اُس وقت فتح ہوا جبکہ گورکھے سو برس ہونے کماؤن پر حکمران تھے۔ انھوں نے بھی وہ ملک جس میں ہمارا سب سے بہتر درہ یعنی درہ لیپو لیکھ ضلع الموطہ میں واقع ہے۔

نیپال کے جلیوٹن سے۔ جو اسیر قابض تھے فتح کیا تھا نہ کہ ہراہ رست بت والون سے۔ اور جب سرکار انگریزی کو جنگ گورکھا کے بعد۔ گورکھوں کے حقوق۔ جو مغلوب ہوئے تھے۔ حاصل ہوئے۔ تو یہ ملک بھی سلطنت انگریزی میں داخل ہو گیا۔

بھوئیے بت والون کی نسل سے ہیں۔ حالانکہ ان کا ابھی تک یہ عقیدہ ہے کہ وہ اصل میں ہندو ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ لک بت ادھین کی تاریخوں میں۔ بت کے قدیم زمانہ کے راجپوت نوآبادیوں کا مذکور ہے۔ لیکن خواہ وہ ہندو ہوں یا نہ ہوں۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ وہ مغلوں کی نسل سے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے خط و حال سے یہ بات صاف ظاہر ہے اور وہ اہل بت کے ساتھ بے تکلف کھاتے پیتے بھی ہیں اس ساتھ کھانے پینے کا اثر ان کے طریقہ تجارت پر اتنا زیادہ ہے۔ کہ عام طور پر یہ بات کسی جاتی ہے۔ کہ بت والے صرف انھیں کے ساتھ تجارت کرنا پسند کرتے ہیں۔ جو ان کے ساتھ کھاپی سکتے ہیں اور چونکہ اس ترجیح کی بدولت کل تجارت۔ بھوٹیوں کے ہاتھ میں آتی ہے۔ اس لیے وہ اس عقیدہ کو لوگوں میں بہت شوق اور کوشش سے پھیلاتے ہیں۔ یہ امر تحقیق ہے۔ کہ کسی وقت میں۔ دوسرے پہاڑیوں کو بھی بت سے تجارت کرنے کا حق حاصل تھا۔ اور یہ تجارت کے کل محصولات بہ خوشی تمام ادا کیا کرتے تھے۔ تاکہ انھیں تجارت کا حق حاصل رہے۔ لیکن بھوٹیوں کو ان لوگوں کا اس درجہ حسد تھا۔ کہ اس وقت تک کسی غیر کو۔ خواہ وہ کتنا ہی محصول

دینے کیلئے کیون نہ آمادہ ہو۔ تجارت کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ بلکہ اس اجارہ کی نوبت یہاں تک پہنچی ہے۔ کہ انہیں سود اگر دن کی۔ اصطلاح کے بموجب۔ خاص کو ٹھیکات سے باقاعدہ تعلق رکھنے کا دستور جاری ہے۔ اور ایک بھوٹیا صرف اپنے ہی۔ آٹھتہ کے ساتھ تجارت کر سکتا ہے۔ اور آٹھتہ کے ساتھ۔ اور جس بھوٹے کا جس کو ٹھیکے سے تعلق ہے۔ وہ اُسی سے تجارت کرتا ہے۔ اور خاص خاص بھوٹے۔ خاص خاص منڈیوں کو جاتے ہیں۔ ایک وقت میں۔ صرف جو ہمارے بھوٹے کا رٹکٹ کو جاسکتے تھے۔ مگر اب چند سال سے کل بھوٹوں کو یہ حق حاصل ہے۔ اگر کوئی بھوٹیا کسی ایسی منڈی کو چلا جاتا تھا۔ جہاں وہ نہ جایا کرتا ہو تو اس بات پر ہمیشہ بڑا حسد ہوتا تھا۔ اور زمانہ گذشتہ میں۔ ایسے خطا داروں کو مار پیٹ کر ان کا مال و متاع چھین لیا کرتے تھے۔ اور تبت کے حاکموں سے استغاثہ کیا جاتا تھا چند روزوں سے یہ سوال۔ بڑی شد و مد کے ساتھ پیش ہے۔ کہ آیا بعض جوہاری بھوٹوں کو۔ جیو کی خانقاہ کی تبتوں سے جو مان سرور کی جھیل پر ایک متبرک مقام ہے۔ تجارت کرنے کا۔ استحقاق حاصل ہے یا نہیں۔ اکثر سرکاری عدالتوں میں بھوٹوں نے۔ ایک دوسرے پر۔ اس بات کی نالائشیں کی ہیں۔ اور ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ کہ فلاں مقام کے تبتوں سے تجارت کرنے کا مقدم حق کس کو حاصل ہے۔ اور اس معاملہ میں آٹھتہ کیوں کے خیالات کا کبھی کبھار لحاظ نہیں کیا گیا۔ اب اس بات کی علامتیں۔ گو وہ

حقیقت ہون ظاہر ہوتی جاتی ہیں۔ کہ یہ خاص خاص آڑھتوں۔ اور ہڈیوں کا سلسلہ ٹوٹتا جاتا ہے۔ مثلاً ٹکلا کوٹ میں کچھلے ۲۰ سال کے اندر تجارت کو اس قدر ترقی ہوئی ہے۔ کہ اب عام بازار میں۔ اور نیز آڑھتوں کے ساتھ تجارت ہوتی ہے۔ اور اکثر کھانے پینے کے دستور پر کھا ناہین کیا جاتا۔ حالانکہ چار نوشی بغیر مثل جاپان کے گذارہ نہیں۔

بعض بھوٹے تبت کی زبان آسانی سے اور بعض دشواری سے سمجھتے ہیں لیکن تجارت کی غرض سے سب ہی اس زبان کو سیکھتے ہیں۔ بھوٹیوں کی ہتھیہ سے ایک خاص زبان جدا رہی ہے۔ جو تبت کی زبان سے بہت کچھ مشابہ تھی۔ مگر بعض اسکو قطعی بھول گئے۔ اور بعض بہت مشکل سے سمجھتے ہیں۔ یہ روز بروز۔ ہندوؤں کے طریقے زیادہ اختیار کرتے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے ناموں کے آخر میں نگہ لگاتے ہیں۔ اور باقاعدہ نہانے دھونے کی بھی پابندی کرتے ہیں۔ بعض ولادت۔ شادی۔ اور موت کے معاملہ میں ہندوؤں کے رسم و رواج کی تقلید کرتے ہیں۔ اور نام و عزت حاصل کرنے کی تو سب ہی کو تلاش اور کوشش ہے۔ زیادہ تر دروازہ دیولوں کے رہنے والوں میں۔ پرانے طریقے اور مذہب ابھی تک قائم ہیں چنانچہ وہ کاروبار میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے۔ بڑے دیوتا۔ گنبلہ۔ اور کباگت زنگتہ جیم کو بدستری اور پرش دونوں کا سروپ ہے پوجتے ہیں۔ پہاڑی بیماریوں کے دفع کرنے کی غرض سے

Rangchim. ۛ Kebang. ۛ Gabsa. ۛ

(دریائے کالی کی ریل جو خطرناک بنی ہوئی ہے)



چان دیوتا

کو سیندور

یا گیرو

سے۔

رنگا ہوا

بکرا بھینٹ

چڑھاتے

ہیں۔

اور کسی

کھوئی ہوئی۔ بھٹیڑ بکری کے مل جانے کے لیے سین دیوتا کی منت
مانتے ہیں۔ اور یہاں مولشیون کی۔ صحت کے لیے۔ سڈھو بدھو دو
بھائیوں کی۔ جو اصل میں چرواہے تھے۔ اور بھٹیڑ بکریاں چسپایا
کرتے تھے۔ پوجا کرتے ہیں۔ ان دور دراز وادیوں میں زندگی
کے کچھ عجیب عجیب مذاق اور افسانے اب تک پائے جاتے ہیں مثلاً
ہیان ہر دخت پر ایک دیوتا۔ اور ہر جھاڑی پر ایک روح مانی جاتی ہے
بھوت پلیدون کو۔ گھر سے باہر نکالنے کے لیے۔ یہ ٹوٹکا کرتے
ہیں۔ کہ ایک ٹوکڑے کو اونڈھا کر کے اور اس میں ٹنیاں۔ لگا کر۔ باہر
کی دیوار پر رکھ دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص۔ گھر سے باہر مر جائے

Siddhua. Biddhua. Sain. Chan.

(ماہ جون میں پتی دار درختوں کی بہار)



تو مرنے کی جگہ
سے اُس کے
گھر تک کتنی اور
ٹپے ہوئے ادن
کی لکڑی - موتنی
کی روح کو راستہ
بنانے کے لیے
زمین پر کھول کر
پھیلاتے ہیں
عورتوں کو بھی
بڑی آزادی حاصل
ہے - اور پوری

بھوٹیون میں - عورتیں اپنا خاوند - آپ تلاش اور پسند کرتی ہیں - اور شادی
کرنا - کسی کو لازمی نہیں ہے - ہندوؤں کے اس سخت شاستر کے مقابلہ
میں - جو یہ بات چاہتا ہے کہ ہر ایک شخص کے ایک بیٹا ہونا - کر یا کر م کرنے
اور اُس کی روح کو نرک سے بچانے کے لیے ضروریات سے ہے اور ہر لڑکی
کا - بالغ ہونے سے پہلے - بیاہ ہونا لازمی ہے - تاکہ وہ لڑکی - اور اُس کا
خاندان ہمیشہ کی دولت و رسوائی سے محفوظ رہے - یہ آزادی - بہت انوکھی
معلوم ہوتی ہے - اور راسخ الاعتقاد ہندوؤں کا - تو بالکل - کوہ کندن اور گاہ

برا آرون پر عمل ہے۔ یعنی۔ وہ اپنی گونگی۔ بہری۔ اندھی بسلوب جو اس
اور دوسری طرح پر ناقابل لڑکیوں کا۔ اور کچھ نہیں۔ تو پانی کے گھڑے
اور پیل کے درخت کے ساتھ ہی اُن کو خاوند قرار دیکر۔ بیاہ کر دیتے ہیں
دیکھو مین صاحب کی کتاب ہندو لا۔ صفحہ ۱۰۵۔ اور ۱۰۵۔

برخلاف اس کے پوربی بھوٹیوں کے کل دیہات میں بہت سے
مرد اور عورتیں ایسی پائی جاتی ہیں جن کی شادی نہ ہوئی ہو اور اکثر سنا گیا
ہے۔ کہ ایک امیر آدمی۔ باوجودیکہ اسے شادی کی بہت کچھ چاہ ہو محض
اسوجہ سے کو ارا رہ جاتا ہے۔ کہ اسکی آنکھ ناک میں کچھ نقص تھا۔ اور
وہ نقص کسی عورت کو نہ بھایا۔ اُن کی ناکتھا۔ لڑکیوں کے ساتھ پہلے ظہار
محبت کیا جاتا ہے۔ اور شادی کے لیے راضی کرنے کی کوشش کی جاتی
ہے۔ پھر بھی۔ اگر اُس کے دل میں گنجائش نہ ہو۔ تو شادی نہیں ہوتی۔
یہ حالات مین بھوٹیوں کی قوم کے۔ جو صد ہا سال سے موسم کی سختی کا
مقابلہ کرتے۔ راستہ کی دشواریوں پر غالب آتے۔ اور نہایت خوفناک
اور بلند درون پر تصرف کرتے چلے آئے ہیں۔ جن کے ہاتھ میں کل تجارت
رہی ہے۔ اور جو حقیقت میں اپنی محنت و استقلال کے لحاظ سے اس کے
بخوبی مستحق تھے۔ لیکن اب جون جون خراب پگ ڈنڈیوں کے بجائے
عمدہ سٹرکین تیار ہوتی جاوونگی۔ بار برداری کے لیے۔ بھیڑ بکریوں کی
جگہ خچر و ٹٹو۔ کام دینے لگیں گے۔ بھوٹیوں کی ریکسان اور بے خر خستہ طریقے

زندگی میں۔ شائستگی۔ اپنی ہنگامہ پردازی۔ اور جوش رقابت کے ساتھ مثل ایک منافق کے داخل ہوگی۔ اتنا ہی وہ وقت قریب آتا جائے گا۔ کہ تجارت کا اجارہ ان کے ہاتھ سے نکل جائے فقط

پانچواں باب

اہل تبت بودھ اور بھوٹیوں کے مذہب کا مقابلہ
اہل مشاہدہ کے نزدیک جو بات ان مشرقی بھوٹیوں کی سب سے زیادہ حیرت انگیز ہے۔ حالانکہ اس کا اطلاق اور دوسرے بھوٹیوں پر بھی جنھوں نے حال میں ہی گوشہ تہائی چھوڑ۔ ہندوؤں کے طریقے اختیار کیے ہیں۔ صادق آتا ہے۔ یہ ہے۔ کہ ان پر ان لوگوں کا بت کم اثر ہوا ہے۔ جو ان کے شمال۔ اور جنوب میں رہتے ہیں۔ چونکہ وہ مغل ہیں۔ اس لیے قدرتی طور پر یہ امید ہونی چاہیے۔ کہ ان کی اور تبت والوں کی بہت سی باتیں واحد ہوں خصوصاً بلحاظ مذہب۔ لیکن صورت حال اس کے عکس ہے۔ علیٰ ہذا زمانہ گذشتہ میں ہندوؤں کے اثر سے ان کے بچے رہنے کا یہ سبب ہے۔ کہ نہایت ہی قریب زمانہ تک بلکہ درحقیقت کچھلے پچاس برس کے اندر۔ وہ نہ صرف میدانوں سے بلکہ نیچے پہاڑوں کے نام سے بھی نہایت خالی تھے۔ ان کو اپنا گھر چھوڑ کر چلتی لوگوں سے میل جول کرنا پسند نہ تھا لیکن جب دلاؤں نے حد سے زیادہ۔ منافع لینا شروع کیا۔ تب انھوں نے قدم بڑھایا اور اپنے کل

لکھنؤ غار کا مائیکرو فوسل (مائیکرو فوسل)



تعصبات کو بالائے طاق رکھ خود کار و بار کے لیے تیار ہوئے۔ چنانچہ اب وہ ہندوستان کے ہر حصہ میں۔ مثل۔ کلکتہ۔ دلی۔ کانپور وغیرہ کے پائے جاتے ہیں۔ اور ایک شخص نے بمقام گربیا نگ یہ ذکر کیا تھا۔ کہ وہ اپنے ایک دوست کے ہمراہ۔ دو مرتبہ محض سیر۔ اور بڑے بڑے جہازوں کے دیکھنے کے لیے بمبئی ہو آیا تھا۔ اور یہ بھی کہتا تھا کہ وہاں اُس نے بندرگاہ سے ایک کشتی پر سوار ہو کر سمندر کی سیر کی تھی۔ لیکن بت والوں کے اثر سے اُن کے بچے رہنے کا سبب دریافت کرنا البتہ مشکل ہے اس لیے کہ وہ صد ہا سال تک بت کے زیر حکومت رہے ہیں مگر اس کا ایک خبر دی سبب یہ ہے۔ کہ اُن کے پہاڑی مکن تک رسائی کا ہونا دشوار ہے۔ بت میں۔ بودھ مذہب ابتداً ۱۸۷۴ء میں جاری ہوا۔ لیکن چونکہ یہ تحقیق ہے کہ بھوٹے۔ اس سے پیشتر ہی نقل مقام کر کے بھوٹ کو چلے گئے تھے۔ لہذا اس بات کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ بت میں۔ مذہب بودھ کے۔ درباری مذہب قرار دیے جانے سے پہلے۔ کونسا مذہب جاری تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے قبل۔ ۶۰۴۔ سے ۵۲۳ سال کے مابین۔ چین میں لاوسی (Laos) نامے ایک شخص نے۔ ایک نیا فرقہ مذہبی قائم کیا۔ جس کے مسائل ٹاڈزم (Tavest) کے نام سے مشہور تھے۔ اور وہ مذہب بہت جلد بت میں بھیل گیا۔ اس فرقہ کے

لوگوں کا لباس خلافت تہذیب ہوتا تھا۔ اور اُن کے اصول سخت لمحدانہ تھے مگر یہ اپنے آپ کو بھائی سے "پاک افعال" کہا کرتے تھے۔ اور بت مین پوٹن یا پوٹن کے نام سے۔ جس کے معنی پاک کے ہیں۔ مشہور تھے اُنکے عقاید اکثر باتون کے لحاظ سے صرف (Telishism) کے عقائد تھے اور (Shamanism) سے۔ جس میں بڑے بڑے کریمہ منظر پوٹن کی پرستش۔ جن کے دیکھنے سے بھی سخت نفرت ہو شامل تھی۔ مشابہت کہتے تھے۔ اُن کے پوجنے والے خبیث آدمیوں۔ اور جانوروں کے چہرے اور ہڈیوں کی قرنائیں کام میں لایا کرتے تھے۔ اور نہایت ناقابل تھین خونخوار طریقے۔ مثل انسان کی قربانی۔ اور اوربیر جمیوں کی غیر مہذبانہ بد وضعی۔ نفس پرستی اور تسخر کی وہ باتیں شامل تھیں کہ اس مذہب کا موزون نام۔ صرف ایک یعنی شیطان پرستی ہو سکتا ہے۔ ملک بت کے باشندے معلوم ہوتا ہے۔ بالکل وحشی تھے۔ اور قرب و جوار کی قوموں میں مروجہ خوار و غارتگر مشہور تھے۔ اور تہذیب کے شالیستہ طریقوں سے بالکل نابلد تھے۔ اس بات کا بیان کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ کہ بودھ مذہب کے زمانہ سے قبل۔ بت کی زبان ضبط تحریر میں نہ آئی تھی۔ اور جہاں تک مجھے دریافت ہوا ہے۔ بھوٹیوں کی انوکھی زبانیں بھی جو بیشک شبہہ تبتی اور برہمی زبان کے قبیل سے ہیں۔ اور جواب پادری صلیجان اور اور لوگوں کو ہندی خط میں لکھی ہوئی ملتی ہیں۔ زمانہ گذشتہ میں حرفوں

ذریعہ سے لکھی پڑھی نہیں جاتی تھیں۔ اس امر میں ذرا کلام نہیں۔ کہ ہندی حروف بھوٹانی زبانوں کے۔ اعرابوں سے مطابقت کامل نہیں رکھتے اور جو حروف تہجی ان کل ضرورتوں کو پورا کر سکتے ہیں۔ وہ صرف بت (بت کے بھیس بدل کر ناسچے والے)



کے موجودہ رسم خط کے حروف ہیں۔ یہ بات اس سبب سے اور بھی زیادہ تر قابل لحاظ ہے۔ کہ بھوٹیوں کی قوم جیسا کہ معلوم ہے۔ ایکٹ ہیں اور تجارت پیشہ قوم ہے۔ اور ان کو اپنے کاروبار تجارت میں سب سے پہلے تحریر کی ضرورت پیش آئی ہوگی۔ اور ایسے حروف کی عدم موجودگی۔ جو انکی خاص زبان کے اعرابوں کے اظہار پر قادر ہوں۔ انکے حق میں نہایت دقت کا موجب ہوئی ہوگی۔ میری رائے میں اس کا سبب صرف یہ ہو سکتا ہے کہ بھوٹیے۔ بت سے قبل اس کے کہ وہ ان طریقہ تحریر عیسوی کے قریب

جاری ہو۔ چلے آئے تھے اور اسوقت سے پھر اُن شکلات کے باعث جو انکی سکونت کے بڑے بڑے پہاڑوں کے گرد قدرتی طور پر چال ہیں۔ اُسپر ان باتوں کا اثر نہیں ہوا۔ جو اُن کے ہر دو جانب یعنی بت اور ہندوستان میں رو بکار ہوتی ہیں پس ان بڑے (دریاے کالی کے کنارے والی سڑک)



بڑے پہاڑوں میں بند رہنے کا سوال اسکے اور کوئی سبب اس بات کا نہیں معلوم ہوتا۔ کہ نہ اُن میں بودھ مذہب کا کوئی عقیدہ پایا جاتا ہے نہ لا ماؤن کا کوئی طریقہ۔ اور ہندو مذہب کا تو اُن میں بہت تھوڑے دن ہوئے کہیں ذکر بھی نہ تھا۔ علیٰ ہذا نہ اُن کی زبان کبھی ضبط تحریر میں آئی۔ مزید برآں میرے نزدیک یہ ایک بات ہے۔ اور غالباً ناظرین بھی بھوٹیوں کے رسم و رواج اور عادات کے حالات

پرٹھنے کے بعد مجھے اتفاق کرینگے۔ کہ اُن میں بودھ مذہب کی ردیلا نہ بد وضعی اور شیطان پرستی کا جو بت میں اُن کے نقل مکان کرنے سے پیشتر رائج تھی بہت کم نشان پایا جاتا ہے۔ اور میرے نزدیک یہ اُنکی قومی طور و طریق کی ایک اعلیٰ درجہ کی خوبی ہے۔ کہ حالانکہ صد ہا سال سے اُن کا کاروبار

بت سے علی الاصل جاری ہے۔ تاہم انھوں نے اپنے سیدھے سادے مذہب میں لامادون کے لغویات اور شیطان پرستی کو مطلق دخل نہیں ہونے دیا ہندوستان میں۔ ہندوؤں کے داخل ہونے کے بعد۔ وید کے سیدھے سادے مذہب اور لوگوں کی طرز معاشرت میں تبدیلی واقع ہوئی۔ اور بت سے دیوتا قرار دیے گئے۔ جن کی پرستش صرف برہمن پوجاریوں کے ذریعے ہی سے ہو سکتی تھی۔ جو دیوتاؤں اور انسانوں کے درمیان۔ بطور ایک واسطہ کے کام دیتے تھے۔ اس طرح پوجاریوں کا ایک خاص فرقہ قائم ہو گیا جو اپنے آپ کو۔ سوسائٹی میں سب سے اعلیٰ سمجھنے ہی کی شئی نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ دیوتا کہلانے کا دعوے کرتے تھے۔ چنانچہ آج تک۔ برہمن خواہ وہ کیسا ہی مفلوک الحال کیوں نہ ہو۔ دیوتاؤں کی اولاد مانا جاتا ہے۔ بودھ مذہب حقوق ذات۔ مراکم مذہبی اور برہمنوں کے ظلم و تعدی پر عرض تھا۔ اور اس نے بہت سے دیوتاؤں کی پرستش کا جن کی تعداد سہاروں بلکہ لاکھوں تک پہنچ گئی تھی لمحدانہ اصول سے۔ جو دیوتاؤں کے وجود سے انکار کرتے تھے۔ جواب۔ ترکی تیر کی دیا۔ برسوں تک برہمنوں کے مذہب اور بودھ مذہب میں ایک دوسرے پر فوقیت حاصل کرنے کی بابت جھگڑا رہا۔ اور کچھ عرصہ بعد مذہب اول کو۔ مذہب ثانی کے لیے جگہ خالی کرنی پڑی۔ اور وہ ہندوستان کا عام مذہب ٹھہرا۔ اور ضلّاع ہالیہ میں رائج تھا۔ لیکن تباہی کا بیج بویا جا چکا تھا جس نے بودھ کے خالص مذہب کی جڑ کمزور کر دی تھی۔ اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ آخر کار۔ برہمنوں کے مذہب نے اُسے نیست و نابود کر دیا جس

مذہب کو ہم اولاً۔ ملک تبت کے پان یا بان مذہب کے نام سے بیان کر چکے ہیں۔ اس کا ہم پہلے ہندوستان میں۔ وہ مکروہ اور شیطانی طریقہ پرستش کا تھا۔ جو تانتریک مذہب کے نام سے مشہور ہے حسین جیانی۔ بدھ یعنی نفس پرستی۔ اور ہر طرح کا فسق و فجور حتیٰ کہ قتل۔ اور انسانی قربانی فرحت بخش شیوہ ہے۔ اور جس نے اس کام کے لیے۔ نہایت نفرت انگیز صورت اور مکروہ طریقوں کے دیوتا مثل کالی و ورگا وغیرہ قائم کیے ہیں اس مذہب کے معتقدوں کا قول تھا۔ کہ چارے مذہب کا خلاصہ و لب لباب پنج مکار یعنی پانچ چیزیں ہیں۔ جن کے نام کا پہلا حرف میم ہے۔



وہ انسان۔ صورت یلڑ ہونڈ۔ خو خوار کتے۔ جھگ جن کی تھوڑے دن ہوئے۔ ایک خفیہ جماعت قائم تھی۔ جو قتل کرنا خدا کے حکم کے بموجب ایک فرض۔ اور دیوتاؤں کی ضامندی کا موجب سمجھتے تھے۔ اور جن میں ایک دوسرے کی پہچان کی بغیر علیحدگی اور شاہی مقرر تھے۔ جو تھکے۔ ماندے مسافر کو۔ لوٹنے کے لیے۔ اکٹھے ہو جاتے تھے۔ اور اکیلا پا کر۔ یا نشہ پلا کر

راستہ میں اسکا کلا گھونٹ دیا کرتے تھے۔ ہر ایک فحش اور شیطانی رسم ادا کرنے کے بعد کبھی موت کی دیوی کی پوجا کیے بغیر نہیں رہتے تھے جو ہمیشہ خون کی پیاسی رہتی ہے۔ اور جس کی پیاس نہیں بجھتی۔ یہ تانتریک طریق۔ بودھ اور برہمنی دونوں مذہبوں میں داخل تھا۔ اور ان دونوں فرقوں نے فوقیت حاصل کرنے کے جوش رقابت میں۔ ان باتوں کو مان لیا تھا۔ جنکے وہ دراصل قائل نہ تھے۔ اور اس طرح دونوں مذہب پاکیزگی کے اعلیٰ درجہ سے گر گئے تھے۔ اور اسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ برہمنوں کے مذہب نے۔ بودھ مذہب پر فتح پائی۔ اور اُس کو ہندوستان سے بارہویں صدی میں قطعی کال باہر کیا۔ اُس کے خارج کرنے میں ہندوستان کے فتحیاب مسلمان حمزہ اور ون کی۔ مدد بھی شامل تھی۔ اس کے سوا۔ اور کیا ہوتا تھا۔ کیونکہ جو مذہب کہ کل دیوتاؤں کا منکر تھا۔ اُس میں ہندوؤں کے بہت سے دیوتاؤں۔ اور تشریک طریق کا دخل ہوتا تھا۔ اور اُس کی بنیادین خرابی کا آنا تھا۔ کہ برہمن پوجا جاری۔ جو ہمیشہ انسانوں اور دیوتاؤں کے۔ درمیان واسطہ ہونے کی خدمت اور منصب پر کام کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ اُس میں گھس بیٹھے اس زوال کی حالت میں۔ بودھ مذہب کو بہت میں۔ اُس بات شاہ نے جاری کیا۔ جو خود بھی ملحد تھا۔ اور سن اتفاق سے اُس کی شادی بھی۔ دو بودھ مذہب کی شہزادیوں کے ساتھ ہوئی تھی۔ اور مثل اور خاوندوں کے۔ بی بیوں کے اصرار کا۔ جو ہمیشہ عمرہ طریق زندگانی کے اختیار کرنے کے لیے مجبور ہو ا کرتی ہیں۔ اُس پر بھی اثر ہوا۔ اس باب شاہ (Srontan Gampo)

نے ایک ایچی بت سے ہندوستان کو بھیجا جس نے تقریباً ۱۵۶۵ عیسوی
 میں۔ واپس آکر۔ اس ڈھنگ کے بودھ مذہب کو بت میں جاری کیا۔
 جیسا کہ ہندوستان میں رائج تھا۔ اور جو رسم خط اُس وقت ہندوستان
 میں جاری تھی۔ اُس نمونہ کے حروف تہجی بھی جاری کیے۔ اور زبان بت
 کے علم ادب کی پہلی کتاب شائع کی۔ ان کوششوں میں۔ ایک صدی کے
 بعد۔ اُس وقت کے بادشاہ نے یہ اضافہ کیا۔ کہ ہندوستان سے۔ پدم سمجھو
 مشہور و معروف گرو کو بلوایا۔ اُس نے وہاں پہنچتے ہی۔ انسان کی قربانی
 اور مردم خواری۔ جو بون پاؤں میں رائج تھی اسدود کر دی اور وہ طریقے
 جاری کیے۔ جواب لاما مذہب کے نام سے مشہور ہیں۔ اور اُس وقت سے
 وہاں کے لوگوں میں۔ یہ گرو۔ دیوتا مانا جاتا ہے۔ اور اکثر مقامات میں۔
 اسکی بودھ مہاراج سے بھی زیادہ پوجا ہونے لگی ہے۔ یہ شخص۔ ادیان
 یا ارگیاں۔ کا رہنے والا تھا۔ جو کاشمیر کے شمال و مغرب میں واقع
 ہے۔ اور جو سحر ساحری۔ اور عملیات کے لیے مشہور ہے۔ یہ خود بھی اس
 فن زبوں سے بہت کچھ ماہر تھا۔ بت والوں نے۔ جو اپنے آپ کو بت
 سخت آسیبون کی قید بلا میں گرفتار جانتے تھے۔ اور اُس سے نجات
 حاصل کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔ بڑی کٹادہ پیشانی سے۔ اس شخص کا
 خیر مقدم کیا اور اُس نے بھی اُن کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ کہ بہ طیب خاطر۔
 اپنے جادو کے زور سے۔ بون طریقہ کے۔ کل شیطانوں کو مغلوبہ کے ملک
 سے نکال دیا۔ حتیٰ کہ وہ رحم اور پناہ کے خواستگار ہوئے۔ اُس وقت اُس نے

اُن کو یہ اجازت دی۔ کہ تم سب پرانے قومی مذہب میں اس شرط پر داخل ہو جاؤ کہ اگر تم ہمارے حکم کے تابع رہو گے۔ تو تمہاری باقاعدہ بہت پوجا ہوتی رہے گی۔ اس طرح۔ لاما پوجاریوں کا فرقہ قائم ہوا۔ اور یہ وہ فرقہ ہے۔ جس کے بودھ مہاراج کی کل۔ تعلیم و تلقین اور ہدایات میں کہیں اجازت نہیں پائی جاتی۔ اس فرقے کے لوگ خانقاہوں میں پوجا پاٹ کے عام فرائض اور عملیات سیکھتے ہیں۔ اور دنیا داروں کے ہمیشہ کچھ نذر بھینٹ لے کر۔ اُن کو۔ اُن ناپاک ارواحوں سے بچانے میں مدد دینے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ جو اس چند روزہ زندگی میں اُن کے پیچھے پڑی رہتی ہیں۔ اور مرنے کے بعد بھی خواہ۔ وہ دوزخ میں جائیں۔ یا بہشت میں۔ یا تناسخ کی حالت میں ہوں۔ اُن کا بچھا نہیں چھوڑتیں۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ عوام الناس جمالت کے باعث ایسے خواب پریشان میں گرفتار ہیں۔ جس سے اُن کی تمام عمر کی خوشی برباد ہو جاتی ہے۔ اور یہ صحیح ہے کہ انھیں۔ جیتے۔ مرتے۔ سوتے جاگتے یہ محسوس ہوتا ہے۔ کہ اُن کے ساتھ بھوت لگے ہوئے ہیں۔ لیکن لاما بھی۔ انھیں ہر وقت کی نذر بھینٹ کے تقاضہ سے یہ نہیں بھولنے دیتے کہ ہمارا بھی کچھ حق ہے۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ بت کی۔ آئندہ تاریخ میں۔ یہ سوال فیصلہ کے لائق ہو گا۔ کہ دنیا دار لوگ۔ ان دونوں میں سے کس کو پسند کرتے ہیں۔ آیا بھوتوں کو۔ یا لاموں کو۔ جو اُن کے حق میں زندہ بھوت ہیں۔

از آن بعد - پھر رجحان - ایک بہتر - اور اعلیٰ تر مذہب کی طرف ہوا
چنانچہ *Tson Tlapa* نے جو بڑی بڑی اصلا حین پندرھویں
صدی میں جاری کیں - اُنے *Gelang Pa* کے فرقہ کی بنیاد پڑی -
جو بودھ مذہب کا مسلم الثبوت کلیہ ہے حسین خود ولائی لا ما داخل ہے
اور جو عام طور پر زرد ٹوپی کے نام سے بقابلہ - لا ماؤن کے اُن فرقوں کے
جو اُس زمانہ میں جاری تھے - اور سرخ ٹوپی کے نام سے مشہور تھے نامزد
ہے - بخلاف اس کے معتقدین ہاں پا - کے فرقہ کا نام - سیاہ ٹوپی ہے
گو اب بہ لحاظ اُس پاکیزگی کے جو زمانہ اصلاح میں پائی جاتی تھی - اور
جو چند روز قائم رہی - فرقہ مذکورہ بالا میں - بہت کچھ تنزل واقع
ہو گیا ہے -

اب بھو ٹیوں پر نگاہ کیجیے - تو انھیں - نہ بودھ مذہب کی کچھ خبر ہے
نہ لا ماؤن کی - کیونکہ ان کے ملک میں لا ما نہیں ہوتے - اور حالانکہ وہ مال
بہ الحاد نہیں ہیں - تاہم وہ ہندوؤں - یا تبت والوں کی طرح بتوں کے
بھی شیدائیں ہیں - یہ سچ ہے - کہ مذہب ہندو میں - جو شے - لنگ ہے -
اُس کو وہ پوجتے ہیں - اور بہت سی جگہوں پر - پتھر رکھ لیتے ہیں - جو گائوں
کے دیوتاؤں کے قائم مقام سمجھے جاتے ہیں - لیکن ہکواؤں کے یہاں - نہ ہاتھی
کے سردارے - گنیش - بُدھی کے دیوتا کا پتا لگتا ہے - نہ بندروں کے
سردار ہتومان کا - نہ سری کرشن کا - جو - گوپیوں کے - ساحتہ
را اس بہار کرتے تھے - نہ مذہب ہندو کے اور بہت سے دوسرے

دیوتاؤن کا - جو نفسانیت اور تند خوئی کیلئے مشہور ہیں - نہ انہیں لاماندہب کے
(ایک ہاڑی نالہ)



دیوتاؤن

اور

شیطانوں

کا دخل

پایا جاتا

ہے۔

مکئے بیان

نہ بودہ

ہمارا ج

کی موت میں

بودہیا ستوں

کی - زنی

ان شیون

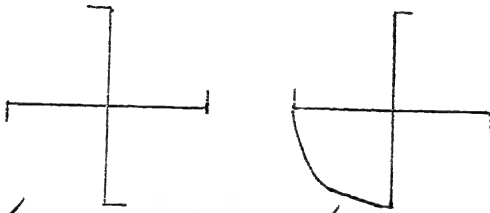
کی - جو آئندہ جنم میں - بودہ کا رتبہ حاصل کرنے کے - زمینہ کی - اونچی سیڑھی
پر پہنچ چکے ہیں) خواہ وہ ملائم شکل و صورت کی تصویریں ہوں یا خستہ
دست خود دیوتاؤن کی - نہ انکی نگاہ میں - کنول کے پھول کی - کوئی خاص
عظمت - دبزرگی ہے - نہ ان کے بیان دعا خوانی کے پیچھے ہیں - نہ وہ ملک

بت کے۔ محافظ و ملکی دیوتا۔ مقامی دیوتا۔ اور شیطانون کے مہیب
بت و تصویریں بناتے ہیں۔ جو بت میں عام ہیں۔ لاماؤن کی خاص
طرز عبادت کا۔ جو روہن کیتھاک کے۔ طمطراق۔ مراسم کی۔ بہت کچھ یاد
دلاتا ہے۔ جس میں دعا خوانی۔ لباس فاخرہ کا۔ زیب بدن کرنا بتوں
کی پرستش۔ گھٹون کا بجانا۔ چوترہ نما قربان گا ہون پر۔ شمع جلاتا۔
مذہب لاما کے بموجب۔ بنام ہناو پوکرسٹ (Peucharest) بہترک
روٹی و شراب کا تقسیم کرنا۔ شامل ہے۔ یا سحر و ساحری کی رسمیات
جو افریقہ کے مہوجیبو کی پرستش کی سی مشابہت رکھتے ہیں۔ یعنی ڈراؤنے
چہروں کا لگانا۔ شیطانی ناچ ناچنا۔ انسان کی کھوپڑیوں میں خون کا پینا
جسم انسان کی ہڈیوں کی قرنائیں بجانا اور اور یہودہ رسمیات۔ ان سب
باتوں کا بھوٹوں میں۔ نام و نشان بھی نہیں۔ نہ اُنکے یہاں پادری و لاما
ہیں۔ جبکا کام ملک بت کے مسائل مذہبی سمجھانا ہو۔ اب رہا۔ ملک بت
کا۔ نعرہ تو می۔ اوم۔ مانی۔ پرمی۔ ہنگ جے ہو۔ کنول کے پھولوں
میں۔ شردمن۔ (لالائی لاما) کی جے ہو۔ جو بت میں ہر شخص کی زبان پر ہیں
اور جس کے بغیر۔ ونیز دعا خوانی کے بتوں بغیر۔ وہاں روحانی زندگی
کے کل کام بظاہر کے رہتے ہیں اسے بھوٹ میں کوئی جانتا بھی نہیں
اگر اہل بت کی تقلید کی طرف کبھی میلان طبعیت ہوتا۔ تو اس میں ذرا شک
نہیں۔ کہ اسکے انھیں بہت سے ذریعہ ملجاتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بھوٹوں
نے۔ اس کے سراسر خلاف شیوہ اختیار کیا ہے۔ حالانکہ یہ صحیح ہے۔ کہ

بھوٹے۔ جب سیر یا تجارت کے لیے بت جاتے ہیں۔ تو اس ملک کے دیوتاؤں کی بالضرور پرستش کرتے ہیں۔ مگر یہ وہ یقیناً محض اس اطمینان کے لیے کرتے ہیں۔ کہ آیا اُنکے معاملات روحانی میں۔ حتی الامکان ترقی ہو رہی ہے۔ علیٰ ہذا جب وہ پہاڑ سے اتر کر ہندوؤں کے ملک میں آتے ہیں۔ تو اُنکے دیوتاؤں کی بھی تعظیم کرتے ہیں۔ لیکن وہ مالکِ غیر کے۔ ان دیوتاؤں کو کبھی اپنے ساتھ نہیں لے آتے۔ فی زمانہ یہ بیان کسی قدر قابلِ ترمیم ہے اس لیے کہ اب وہ اپنے آپ کو ہندو کہنے لگے ہیں۔ اور ہندوؤں کے رسم و رواج اختیار کرتے جاتے ہیں۔ بالین ہمہ اُنکے مذہب کے۔ مقاصد ظاہری۔ اور اُن کی رسمیات مذہبی بہت سادہ ہیں۔

لینڈن صاحب نے اپنی کتاب۔ لہاسا میں۔ وسطِ بت کے حالات میں یہ لکھا ہے۔ کہ یہاں ہر گھر کے باہر چار چیزیں ضرور دیکھنے میں آتی ہیں۔ سب سے پہلی چیز۔ دعا خوانی کی چھڑیا ہوا میں اُڑتے ہوئے پتلے چوکر کپڑوں کی تھار کا جھنڈا یا نشان دوسری چیز مٹی کی ٹوٹی ہوئی چائیدانی جبین سے جیونپیر کی جلی ہوئی شاخوں کی ارزان خوشبو کا دھواں اُٹھتا رہتا ہے۔ اور یہ وہ خوشبو ہے جس سے بھوت پلید دور بھاگتے ہیں۔ تیسری چیز بکتے یا بھیر کی کھوپری پر۔ مثل مکرٹی کے جالے کے بٹی ہوئی رسی کا گھولسا۔ یہ بکین کپڑوں سے جھپٹڑوں۔ بتیان پنکھڑیان۔ اور فراش کے۔ چھوٹے چھوٹے بکڑیوں سے مرصع ہوتا ہے۔ جبین بڑی طرح سے باہر کو نکلی ہوئی شیشہ کی گولیوں کی آنکھیں لگی ہوتی ہیں۔ اور سر پر ایک رنگین ٹوپی کا پہنانا۔ اس

شکل کی تکمیل کر دیتا ہے۔ اس شکل کے پاس بیماری کے آسیب۔ جو گھر میں ہوتے ہیں بتیاب دوڑے چلے آتے ہیں۔ اور چھک جو ملک بخت کا تازیانہ بلا ہے۔ کبھی گھر کے اندر قدم نہ رکھے۔ سب سے کچلی چیز سفید اور نیلے رنگ کا سوسیتکا ہے جس کے اوپر چاند سورج کے بیڑھنگے طور کی نگین کھینچی ہوتی ہیں۔ اور ہر مکان کے صدر دروازہ پر یہ نشان بنا ہوتا ہے۔



جانب
چپ کا
سوسیتکا۔

راسخ۔ اور جانب راست کا اُسکے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ وسط بخت میں اکثر دونوں طرح کی سوسیتکا ہوتی ہیں۔ بائیں طرف کا شدہ سوسیتکا ہندوستان کے (مشرقی جھٹ کی عورتیں ملاحظہ ہونا نہ متک کا استعمال لیور زیور کے)



مذہب ہندو سے۔
اخذ کیا گیا ہے۔
جہاں یہ مکانات
اور مقامات پر
عام طور سے بنا
ہوتا ہے۔ برخلاف
اس کے۔ اشدہ
سوسیتکا بخت میں۔

سیاہ ٹوپی والے فرقہ۔ لون پاکی خاص نشانی ہے۔ لیکن تعجب یہ ہے۔ کہ مذکورہ بالا چارون علامتوں میں سے۔ بھوٹون کے یہاں۔ ایک بھی نہیں پائی جاتی۔
بالا استثنا سے پہلی علامت یعنی دعا خوانی کی چھڑ۔ یا جھنڈیوں کی جو نہ ہر ایک گھر کے سامنے بلکہ دیہات میں کبھی کبھی دیکھنے میں آتی ہیں۔

ظاہر اوسط بت کی رسم درواج میں۔ جکا لینڈن صاحب نے تذکرہ کیا ہے اور مغربی بت کی رسم درواج میں۔ جو ہماری سرحد کے متصل ہے بہت کچھ فرق ہے۔ ٹکاکوٹ۔ اور مغربی بت کے اس حصہ میں جو ہننے دیکھا ہے۔ وہ

(ایک عالی شان ویران منظر)



چارون علامتیں
جو وسط بت میں
ہر جگہ و ہر مقام پر
موجود پائی جاتی ہیں
کہیں دیکھنے میں بھی
نہیں آتیں۔ بجز ایک
علامت اول۔ یعنی
دعا خوانی کی چھڑ
اور چوکور کپڑوں کی
بالتی ہوئی قطار کے
یہاں ہننے نہ کہیں

ٹوٹی چائیرانی۔ جیونیر کی جلتی شاخون سے بھری دیکھی۔ نہ کتون کی کھوپڑیوں پر
 رسی کا جال لگا دیکھا۔ نہ بھیڑوں کی بڑی طرح سے باہر کو نکلی ہوئی آنکھیں
 لگی دیکھیں۔ اور سوسیتکا کا تو یہ حال ہے۔ کہ ٹکلا کوٹ کی خالقاہ میں۔ جو لاما
 مامور ہے۔ اسکو ہم نے بڑی دیر تک سوسیتکا کی خوب شکلیں کھینچ کھینچ کر اس کا
 مطلب سمجھایا لیکن معلوم ہوتا تھا۔ کہ اسنے کبھی سوسیتکا کا نام بھی نہیں سنا تھا
 نہ فی الحقیقت اس کی نگاہ میں سینے کی۔ کوئی وقعت تھی۔ ہم نے بھی وہاں کہیں
 سینا نہیں دیکھا۔ حتیٰ کہ ٹکلا کوٹ اور کچھ ناتھ کی خالقاہوں میں بھی جو نہایت
 با وقعت خالقاہیں ہیں۔ ہماری نظر سے گزرا۔ اور کہیں وہاں میں دیکھا
 بس ایک ہی جگہ اس سے متشنے ہے۔ ٹکلا کوٹ کے مقام پر جو بگ بن کے
 قلعہ میں۔ ہمیں ایک سنتا (سوسیتکا) نظر پڑا مگر کوئی اس کی بابت کچھ بیان
 نہ کر سکا۔ بلکہ سبکو تعجب تھا۔ کہ وہ وہاں کہانے آیا میغزی بت اور وسط بت کے درمیان
 جو اختلافات ہیں۔ انہیں یہ چند امور ہیں۔ باقی آئندہ کسی اور موقع سے لکھے
 جائینگے۔ منجملہ انکے۔ موت یا غمی کے متعلق جو رسمیات ہیں وہ مخصوص ہیں۔
 دونوں قوموں میں ایک نہایت بین فرق ہے۔ اور وہ یہ ہے
 کہ بتیوں میں ایک عورت کے چند خاوند ہوتے ہیں۔ اور
 بھوٹیوں میں نہیں۔ گوان میں بھی اس کی کچھ نشانیاں ہنوز قائم ہیں مثلاً
 بڑے بھائی کی وفات پر اس کی بی بی چھوٹے بھائی کی بی بی ہوجاتی ہے
 میری رائے میں۔ دونوں قوم کی عورتوں کی حالت جسمانی کا مقابلہ کرنے
 پر ایک عورت کے چند خاوند ہونے کے رواج کے خراب نتیجے صاف نظر

آتے ہیں۔ بت کی عورتوں کے بدن میں۔ وہ سکت ہی نہیں معلوم ہوتا
 جو بھوٹیوں کی عورتوں میں ہے۔ پھر ان میں خود کشی کا اکثر رواج ہے۔ ان کے
 خاندان بھی مختصر ہوتے ہیں۔ بہت سی عورتیں خالقاہوں میں چلی جاتی
 ہیں یا متقی ہو جاتی ہیں اور ملک کی آبادی کم ہوتی جاتی ہے۔ برطان
 اس کے بھوٹ کی عورتیں۔ زندہ دلی۔ کے لیے مشہور ہیں۔ اور لڑکیوں
 کا مذہبی خیال اسے خالقاہ میں شامل ہونا۔ یعنی ترک دنیا کرنا۔ اسکی مثالیں
 تو تقریباً کبھی سننے میں نہیں آئیں۔ و نیز اس امر کے باور کرنے کی تو
 درحقیقت کوئی وجہ ہی نہیں ہے۔ کہ ان کی آبادی کم ہوتی جاتی ہے
 ۱۸۷۲ء و ۱۸۹۲ء کے درمیان جو بار کی آبادی۔ فیصدی۔ ۵۰۔۱۳
 کے حساب سے زیادہ ہو گئی۔ اور ان ہی آیام میں۔ ورنہ کے پرگنہ میں بحساب
 ۱۲۰۹ فی صدی کی کمی ہوئی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بت میں آبادی کم ہونے
 کا ایک خاص سبب یہ بھی ہے کہ وہاں بہت سے مرد لاما ہو جاتے ہیں۔
 اور مجرد رہنے کا عہدہ کر لیتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی۔ اس میں بھی ذرا
 کلام نہیں۔ کہ ایک عورت کے متعدد خاوند۔ اور خلط ملط کا ہونا۔ یہ بھی
 اس کی کمی کے جزو اعظم ہیں۔ عملداری سرکار میں۔ جو پہاڑیان ہیں۔ وہاں بھی
 یہ بات دہی گئی ہے۔ کہ جہاں کہیں۔ ایک عورت کے متعدد خاوند ہونے
 کا دستور ہے۔ وہیں خاندان مختصر ہیں۔ اور مردوں کی تعداد زیادہ ہے
 اٹیکنسن صاحب کی کتاب۔ اضلاع ہمالیہ میں یہ مذکور ہے۔ کہ یہ امر قابل
 لحاظ ہے۔ کہ مغربی طہری۔ اور جانے بوار میں جہاں کہیں۔ ایک عورت کے

دھل کا ایک نمونہ



مستعد و خاوند ہوئے

کار و راج تھا۔

وہیں چھوٹے

لڑکے۔ لڑکیوں

کی تعداد میں

بہت بڑا فرق

تھا چنانچہ ایک

گاٹون میں۔

جس میں چار سو

سے زیادہ

لڑکے تھے

صرف کچھ سو

لڑکیاں تھیں۔

اور گڑھوال میں۔ جہاں ایک مرد کی چند بیبیان ہوتی

ہیں۔ لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہے۔ فقط

چھاباب

توہمات باطلہ

مشرقی بھوٹے۔ اپنے دیوتاؤں کے سندرجن کو استھان کہتے ہیں

گاٹون کے باہر۔ کسی چپ چاپ جگہ پر۔ یعنی ایسی جگہ پر جو شور و غل سے

معرا ہو۔ یا کسی باغ میں۔ یا لب سڑک کسی سایہ دار گوشہ میں بناتے ہیں اور پوجا سیدھا کے لیے کبھی پوجا جاری نوکر نہیں رکھتے۔ بلکہ کوئی با وقت بزرگ اسکی سربراہی کرتا ہے۔

مغزنی بھوٹے برہمن پوجا جاری نوکر رکھتے ہیں۔ اور سال بہ سال ہندوؤں کی ظاہری اور بالائی رسمیات کے خیال میں پختہ چلے جاتے ہیں حالانکہ تمام ملک بھوٹ میں۔ نیچے قوم کے بھوٹے۔ پوجاریوں کا کام اپنے بھانجون سے لیتے ہیں۔ استہان۔ یا دیوتاؤں کا مندر۔ ایک چھوٹی سی کوٹھری۔ گز بھربھی۔ اسی قدر چوڑی۔ اور ایک یا دو گز اونچی ہوتی ہے جس میں ایک سفید پتھر۔ یعنی مشہور و معروف لنگ استہان ہوتا ہے۔ اور اس استہان یا مندر کی چوٹی پر ایک چھوٹی سی شاخ درخت کی لگی ہوتی ہے۔ جو کپڑے کی نیلی پٹیوں (دھجاؤں سے) جو ہوا میں اُڑتی رہتی ہیں آراستہ ہوتی ہے۔ مگر اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ مندر زمین ہے۔ اور محض ایک پتھر ہے۔ جس کے برابر۔ دعا خوانی کی ایک جھنڈی یا ڈا پر جو یعنی ایک درخت کا تنہ۔ جس میں اوپر جا کر کچھ شاخیں باقی رہ گئی ہوں) سے کپڑے کی پٹیوں۔ یعنی دھجاؤں کے۔ جو ہوا میں اُڑتی رہتی ہیں۔ زمین پر نصب ہے۔ پرستش کے عام طریقہ میں یہ بات داخل ہے۔ کہ روٹی یا چانول پکا کر۔ اور گندھے ہوئے آٹے کی خوطیاں (ڈالنگ) بنا کر۔ شراب کے ساتھ دیوتا کو چڑھاتے ہیں۔ ڈالنگ بھوٹیوں کی ہر رسم کا۔ ایک وہ لازمہ ہے جو تصریح طلب ہے۔ اور اس کی تصریح یہ ہے۔ کہ بھنے ہوئے اناج کے

ستویا آتما بناتے ہیں اور ان ستوؤں کی ایک نمیری مخروطی - ڈیڑھ فیٹ اونچی - نیچے سے چوڑی اور اوپر سے نوکدار تیار کرتے ہیں - اور اس کے پہلوؤں میں - پندرہ سے لیکر چوٹی تک ستوؤں کی بالین بن کر -

کھڑی (عبادت گاہ اور دعا خوانی کی چھڑیں جھنڈوں کو ناظرین درخت نہ خیال کہیں)



کرتے

ہیں -

یہ

بھٹیوں

کے

سوشل

مراسم

یا مراسم

برادرانہ

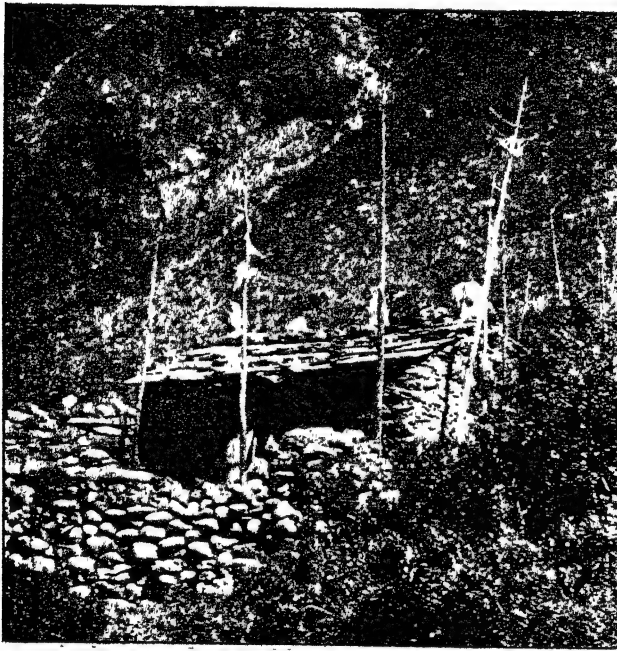
میں یک

لازمی اور مقدم چیز ہے - اور اس قدر ضروری ہے - کہ دو لھا دھن کا ڈالنگ کو توڑنا - اور اس کو کھانا تکمیل شادی کا لازمی جزو ہے - اس سلسلہ میں ویڈل صاحب کی کتاب موسومہ - بدھزم ادھ بت کا - اقتباس حسب ذیل - نہایت قابل لحاظ ہے -

”ایک اور چیز کھانے کی - جو دیوتاؤں کو چڑھائی جاتی ہے - اکی اونچا

مخروطی شکل کا۔ گھی۔ بورا۔ اور خمیری آٹے کا بنا ہوا طرح طرح کے رنگ کا۔ کیک ہوتا ہے جس کا نام ٹورا۔ یازے ال زے۔ یعنی طعام مقدس ہے۔ یہ ایک دھات کی سٹھالی میں تپائی پر رکھا ہوتا ہے۔ اکثر تخفیف خرچ کے لچاٹا ہے۔ بجائے اصلی کے نقلی رنگ کے کیک بھی رکھ دیتے ہیں

(عبادت گاہ اور دعا خوانی کی چھٹین)



جب کل
تیار ہو
جاتی ہے۔
تب کھانے
کی چیز دن
کے چھوٹے
چھوٹے لقمے
توڑ کر۔ دیوتا
کی جاے
قیام پر۔

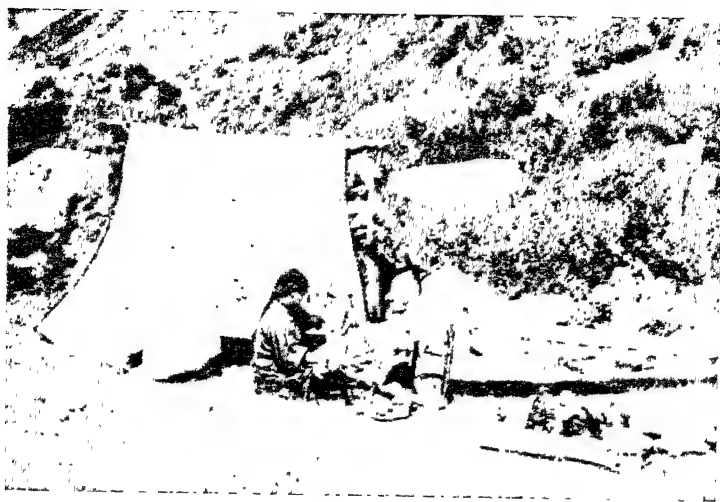
دونوں ہاتھوں سے چڑھاتے ہیں۔ اور اسی طرح کپڑے کے ٹکڑے بھاڑ بھاڑ کر چڑھاتے ہیں۔ گھاس کے دو تنکوں سے۔ ایک ایک تنکا دونوں ہاتھوں میں لے کر۔ اُس جانب شراب چھڑکتے ہیں بعض اوتار پوجا کرنے والے۔ جلتے چراغ بھی پیش کرتے ہیں۔ اس عرصہ میں ایک آدمی ایک گلاس میں پانی لاتا ہے۔ اور دھوپ (گھاس) اور اُس میں ایک

پڑانا سکڑا لیا ہے۔ یہ سکہ پھر زہنارسی اور کام میں خرچ نہیں کیا جاتا۔
 نئی نئی دھجائیں۔ شاخون میں باندھ کر۔ مندر کے اوپر لگائی جاتی ہیں۔
 مٹئیں کی جاتی ہیں اور اکثر بہت سی بھیر۔ بکرون کا بلدان ہوتا ہے۔ جو
 بھیر بکریے بلدان کے لیے ہوتے ہیں۔ اُسپر ایک آدمی پہلے قدرے
 پانی چھڑکتا ہے۔ اور چھان اُس نے پانی کے قطرے دور کرنے کے لیے
 چھری لی۔ وہاں لوگوں نے یہ سمجھا۔ کہ دیوتا نے بھینٹ منظور کر لی۔
 بس گئے۔ اُس کے بال نوچنے۔ اور گچھے کے گچھے مندر کی طرف پھینکنے
 اُس کی جلد چیر کر سینہ کا تازہ خون لیتے ہیں۔ اور مندر میں جو لنگ۔
 استہا پن ہے۔ اُسپر چھڑکتے ہیں۔ پھر سنگون کو کاٹ کر۔ اور تھوڑے
 سے بھیجے کو چانولون میں ملا کر مندر پر رکھ دیتے ہیں جب کمال اُتر چکتی ہے
 تب اُسکا جگر۔ زرخہ۔ اور بھیر۔ گرما گرم نکال لیتے ہیں۔ اور سنگون
 لینڈ والے آئندہ کی بابت سنگون لینے کی غرض سے۔ اُنھیں خوب غور
 سے دیکھتے ہیں۔ یہاں فن پیشین گوئی کی بڑی چاہ ہے۔ لیکن اس کے ماہر
 متعدد ہیں اور جو شوقیہ اس فن کو کرتے ہیں۔ وہ آئندہ کے اسرار نہانی
 اور خوفناک امور شندی کے بتانے میں۔ پس و پیش کرتے ہیں۔ یہ کل رسمیت
 بھوٹے۔ تجارت اور سردی سے بچنے کے لیے نیچے پاٹون میں جانے
 سے پہلے۔ اور دوبارہ تجارت کے بعد میدان سے گھر واپس آنے پر۔ ہر
 سال۔ نہایت راسخ الاعتقاد ہی سے بجا لاتے ہیں۔ پیشتر زندہ جانوروں کا
 جگر وغیرہ نکالنے کا دستور تھا۔ لیکن اب یہ وحشیانہ طریقہ بند ہو گیا۔ اور

اب اسکول چڑھا دینے کے بعد۔ اُس کے اندرونی اعضا نکالتے ہیں لیکن اُسی وقت تک۔ جب تک کہ انہیں خون کی گرمی باقی ہوتی ہے۔ اور اکثر بہت سے جانور۔ قبل اسکے۔ کہ انہیں علامات مطلوبہ ظاہر ہوں بل چڑھا دیے جاتے ہیں۔

بھوئیے۔ ایک سخت کوش اور باعل قوم ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی سخت دہم اور دوسوا میں گرفتار ہے۔ اس قوم کے مرد و عورتیں ہر وقت کام میں لگے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب کچھ بھی کام نہیں ہوتا تو کپڑا بننے کے لیے سوت ہی بٹا کرتے ہیں۔ و نیز اپنے کل کاروبار بھی نہایت لیاقت اور ہوشیاری سے انجام دیتے ہیں۔ با این ہمہ یہ قوم ایک ایسے دہم اور دوسوا میں گرفتار ہے۔ جس کا اثر انکی کل طرز معاشرت اور ہر ایک امر زندگی میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ کل بیاریون کو بھوت پلیدون سے منسوب کرتے ہیں۔ اور جس گھر میں کوئی شخص سخت بیمار ہوتا ہے۔ اُس کے دروازہ پر ایک کھٹاڑی رکھتے ہیں۔ اور جب کسی مریض کو کسی یورپی اکرٹر کے ملاحظہ کے لیے لے جاتے ہیں۔ تو اُسکی کمر سے بھوت پلیدون کو دور رکھنے کے لیے ایک دراتی باندھ دیتے ہیں۔ جب کوئی سفر سے واپس آتا ہے۔ تو گائون میں داخل ہونے سے پہلے کچھ کانٹے۔ اور بچھو کے درخت کسی پتھر کے نیچے۔ اس خیال سے دبا دیتا ہے۔ کہ گویا۔ اس طرح اُس نے کل بلیات کو دفن کر دیا۔ یہ طریقہ عموماً دشوار گزار درون خوننا پلوں۔ اور دیگر مشکل مقامات پر گزرنے سے قبل عمل میں لایا جاتا ہے۔

(پارچہ باقی حسین عورتیں اکثر مصروف تھیں)



بیماریوں کے علاج میں۔ آگ سے داغ دینے اور خون بہانے سے
 آنا کام لیتے ہیں۔ اور اس طرح لیتے ہیں۔ کہ ایک مہذب دیکھنے والے
 کا جی گھبرا جاتا ہے اور جھاڑ بھونک سے ان وحشیانہ علما جون کو اور بھی
 مؤثر بناتے ہیں۔ اب ان کا یہ اعتقاد تو دور ہو گیا۔ کہ بند دقین چھوڑنے
 سے۔ یاد دہات کے برتن۔ معمولی طور پر خوب مٹی سے رگڑ کر صاف کرنے
 سے۔ آدھی مینہ کا طوفان پیدا ہو جاتا ہے۔ اس عقیدہ کی بدولت
 دریا پٹی کے باشندے ایک وقت میں نہایت کثیف مشہور تھے اس لیے
 کہ یہ اپنے برتن بجائے مٹی کے۔ اپنے پینے کے کپڑوں سے رگڑ کر صاف
 کیا کرتے تھے۔ پھر نہ خود نہاتے تھے۔ نہ کپڑے ہی دھوتے تھے لیکن
 انہیں یہ اعتقاد ہنوز باقی ہے۔ کہ گرہن کے وقت۔ اس لیے بند دقین
 چھٹانا ضروری ہے۔ کہ کلیا لوہار۔ سورج اور چند رما کو۔ نہ کپڑے پائے

عنی ہذا۔ ان کے اور اعتقادات بھی۔ اسی کی مثال اور ہم پلہ ہیں۔
 بت کے ملک کی طرح کی دعا خوانی کی چھڑ بن۔ بیان کل ہیات
 میں پائی جاتی ہیں۔ اور بیان کی جھاڑ پھونک کا۔ گویا پرت ثانی بت
 میں موجود ہے۔ کیونکہ وہاں۔ لاما۔ شیاطین کے مقابلہ میں سحر و ساحری
 کا موثر ہونا۔ بڑے بڑے دلائل سے ثابت کرتے رہتے ہیں۔ مگر طرفہ تر یہ
 ہے۔ کہ ٹکلا کوٹ کے۔ تبتی۔ طوفان باد باران کی مزاحمت کو رد نہیں
 رکھتے۔ اور بندوقین۔ چھٹانے کو منع کرتے ہیں۔ یہ مانعت سابق
 میں۔ علاقہ دور مین۔ جائز تھی۔ مگر اب وہاں اس کا مطلق اثر نہیں۔
 نہ برتنوں کو کسی سخت چیز سے رگڑنے کی مانعت کا کچھ اثر ہے۔ بھوٹے
 وہی ضرور ہیں اور اسین شک نہیں۔ کہ ہم باعتبار یورپین۔ اور اعلیٰ ہونے
 کے اُنکے اندیشوں۔ اور اُن کے عالم ارواح کے خوف پر۔ جسے وہ
 اپنے دل سے سچ مانتے ہوئے ہیں۔ سنتے ہیں۔ لیکن اگر اُنکے حالات پر
 مشرقی اصول کے لحاظ سے نگاہ کریں۔ تو یہ ملک ایشیا کے بہت سے
 لوگوں سے کچھ پرے نہ ٹھہرتے ہیں گے۔

اب ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جو درحقیقت ہمارے سفر میں۔
 پیش آیا۔ ہمارے گروہ کے ساتھ ایک شخص ہندوستانی ذی رہتہ تھے اور
 ایک معزز خاندان کے۔ تعلیم یافتہ شخص تھے۔ انگریزی بول۔ اور لکھ
 سکتے تھے۔ اور انگریزوں سے آزادانہ طور پر ملتے جلتے تھے۔ ان سے
 یہ توقع تھی۔ کہ ان کے خیالات فضول باتوں میں اعتقاد ہونے کے متعلق

اور دن سے بہتر ہون گے۔ مگر جبکہ ہم اسکات کے مقام پر تھے۔ یہ بد نصیبی سے۔ گھوڑے پر سے گر پڑے۔ اور اسکا سبب یہ ہوا کہ اُنکے گھوڑے کا پیر ایک ایسی پولی زمین پر جا پڑا۔ جو اسکا بوجھ نہ سہا سکی اور دھنس گئی۔ اُنکے جسم میں بہت سی کھرچٹیں اور چوٹ آئی۔ اور پیر دن میں درد کی شکایت تھی۔ چنانچہ اُنکے ایک پیر میں جبین زخم تھا۔ طواکٹر لانگ اسٹاف نے چٹی بازہ دی تھی۔ اسکات سے روانہ ہونے پر۔ بہکو مختلف مقامات کی آب و ہوا سے کام پڑا۔ چنانچہ ایل دین کو وہ کی سخت گرمی۔ دوم بارش۔ تند ہوا اور سردی اور پھر تھیلایا میں۔ ہزار فیٹ کی بلندی پر۔ تو موسم کی حالت بالخصوص ناگوار تھی جب ہم گا لاگر کو روانہ ہوئے۔ اور دس ہزار فیٹ بلندی کے درہ سے گزرے (دو یا سے کالی کے کنارہ کی طرح کا ایک نمونہ)



اُس روز تمام دن
میچہ برتا رہا۔ اور
شب کو خوب اوس
پڑی۔ پھر جب ہم
مالیا۔ اور بدھی کو
جن کی بلندی ۹۔
ہزار فیٹ ہے
روانہ ہوئے۔ تو
اُس روز بھی میچہ
برستا رہا۔ اور

رات کو اوس پڑی۔ لشکر کے کل آدمیوں پر اس کا اثر ہوا۔ اور بہت سے بخاریں مبتلا ہو گئے۔ جب ہم گریاناگ کے مرقع میدان پر پہنچے جو دس ہزار تین سو فیٹ بلند ہے۔ تو کمر اور شدت میٹھ کے ساتھ ہو بھی تیز تھی۔ اور وہاں کوہ کی گرمی کے بعد۔ وہاں سردی کا یہ حال تھا۔ کہ گویا ہڈیوں کے اندر سرایت کیے۔ اور انھیں کھائے جاتی ہے۔ ہمارے ہندوستانی جنٹلمین کو بھی سخت بد نصیبی سے جاڑا بخار آ گیا۔ بدن میں ہر کل تھی۔ اور سینے میں سخت سردی کا اثر تھا۔ یہ کل باتیں۔ آب و ہوا کی سختی کے لحاظ سے جس سے ہمیں کام پڑا تھا۔ لازمی تھیں۔ گریاناگ کے مقام پر۔ انکی طبیعت اتنی زیادہ خراب ہو گئی کہ یہ پلنگ سے نہیں اٹھ سکتے تھے۔ اور ہمیں یہ خیال پیدا ہو چلا تھا۔ کہ وہ ہرگز اس لائق تندرست نہ ہوں گے۔ کہ ہمارے ساتھ تہرت چل سکیں۔ اسلئے کہ ڈاکٹر لانگ اسٹاف کی تشخیص میں ان کا بخار گٹھیا کا بخار تھا یہ ولایتی دوا استعمال کرنے کے لیے۔ بالکل رضا مند تھے لیکن اور بیان ایک بہت بڑا لیکن آگیا... (یعنی بڑی رکاوٹ پیدا ہو گئی) ٹیکر کے مقام پر۔ جو نیپال کی سرحد پر۔ اس پار گریاناگ کے مجاذ میں واقع ہے۔ ایک بھوٹیا رہتا ہے جسے عوام لاماکے لقب سے نامزد کرتے ہیں۔ یہ علم طب سے محض ناواقف ہے۔ اور نہ اسے دواؤں کے ذریعہ سے علاج کرنے کا دعویٰ ہے۔ مگر جادو ٹونے اور جھاڑ پھونک میں بہت ہوشیار ہے۔ چنانچہ جب پنڈت گیریا کے

جھنجھ کی ٹانگوں (دریائے کالی کے کنارے ایک خطرناک اور ڈھالو چڑھائی دیکھتے ہوئے تصویر کشی گئی)



میں جو اس جگہ کے
ایک لکھ پتی شخص
ہیں گھسیا ہو گئی۔

اور اس زور کی
گھسیا تھی کہ وہ چلنے
پھرنے سے معذور
تھا۔ تب اسی لانا
اُسے محض جھاڑ پھونک
سے ایک دن میں

اچھا کر دیا تھا۔ اُس شخص کی اعلیٰ درجہ کی شہرت نہ صرف ان ہی اضلاع
میں تھی بلکہ ایک مرتبہ پہلے خود ان ہی جٹلمین کو بھی وہ اپنے علاج سے اچھا
کر چکا تھا۔ اور اس کی تصریح یہ ہے کہ چند سال ہوئے۔ ٹکلا کوٹ کے
مقام پر۔ جو بت میں ہماری سرحد کے اُس پار واقع ہے۔ اُن کے پیٹ
میں یکایک درد ہوا۔ اور سر میں غشی کی سی کیفیت معلوم ہوتی تھی۔ اس وقت
اُس لانا نے۔ جو اتفاق سے وہاں موجود تھا۔ انھیں ایک رات میں محض
جھاڑ پھونک سے بالکل آرام کر دیا تھا۔ اب جوان کو جاڑا بنجار آیا۔ تو یہ
ڈاکٹری علاج کے لیے بالکل رضامند تھے۔ مگر وہ معتمد قدیم لانا بھی بلایا
گیا تھا۔ اُس نے تشخیص کی کہ گھوڑے پر سے گرتے وقت ان کو۔ ہوا۔

(آسیب) کا خلل ہوا۔ اور اسپر مسترا دیہ ہوا۔ کہ ایک شیطان کی بھی اُپنر
 اسی وقت نگاہ پڑی یہ شیطان۔ رات دن۔ سڑک پر۔ کسی نہ کسی گھوڑے
 پر۔ سوار پھرتا رہتا ہے۔ اور ایک کتا جس کے گلے میں گھنٹی بندھی ہے
 اُسکے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کا علاج۔ جھاڑ پھونک پڑھے گھی کی مالش
 جو میں نے بھی دیکھا تھا۔ مسریرم کا عمل۔ جس میں عام خیال کے بموجب وہ
 لاما بہت ہوشیار سمجھا جاتا تھا۔ اور اوپر سے بچے سپردن تک جسم کو دبا تجویز
 ہوا۔ سب سے پیچھے۔ اُس نے ایک اوعل کیا۔ جو کسی پہلے عمل سے کچھ
 کم نہ تھا اور وہ یہ کہ اُس نے ایک سفید بکرہ منگایا۔ اور مریض کی بیماری۔ اور
 تکلیف۔ اور اُس شیطان کو جو اسپر سوار تھا۔ داب داب کر سپردن تک
 اُتار۔ اور سپردن سے اُتار کر۔ اس بکرے میں پہنچایا اور چٹ بکرے
 کو دبان سے دور ہٹا دیا۔ لیکن خاص دل لگی یہ تھی کہ اُس بکرے کو خود حضرت
 لاما نوش جان فرما گئے۔

یہ کل باتیں بالکل سیرح واقع ہوئیں جس طرح کہ ہم نے بیان کیا۔
 اس لیے کہ ہم خود مریض کو بار بار دیکھنے جاتے تھے۔ اور اس میں
 کچھ شک نہیں کہ اُس وقت اُس کا بخار بھی کم ہو گیا۔ اور تکلیف رفع ہو گئی
 بلکہ بہ نسبت پیشتر کے بہت آرام معلوم ہوتا تھا۔ گو یہ صورت قائم نہ رہی
 اور پھر اُس کی وہی کیفیت ہو گئی۔ اب دینا بھر کے واعظ جمع ہو کر۔
 لشکر کے لوگوں کو۔ یہ سمجھاتے۔ کہ جھاڑ پھونک محض ڈھکوسلا ہے۔
 اور ان میں کچھ تاثیر نہیں ہے۔ تو ہزار کوئی کتا۔ لیکن انھیں ہر لائقین نہ

اس لیے کہ اب تو انھوں نے اُس کا اثر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ اور اُس کے سامنے کون سی دلیل پیش جاسکتی تھی بقول شتھے۔
شہیدہ کے بودا منند دیدہ۔

(دور یاے کالی کا کنارہ)



ایک مرتبہ ایک
حولدار یعنی ایک
غیر کمیشن یافتہ
فوجی افسر کو۔
گر بیانگ آنے
کا اتفاق ہوا۔
اور وہاں یہ ایک
روز شکار کھیلنے
کو گیا۔ اس روز
اُس نے ایک
بھوت دیکھا جو

ایک حسین لڑکی
کی شکل میں تھا یہ اُس کے حسن و لفریب پر کچھ ایسا رنجھا۔ کہ اُسکے پیچھے
پیچھے ہو گیا۔ لیکن جب اُس نے اُسے پکڑنے اور اپنی آغوش میں لینے کا قصد
کیا تب ہی اُس نے اپنے آپ کو ایک پتھر سے ہم آغوش پایا۔ چلتے چلتے وہ
پھلا وہ۔ اُسے ایک خوفناک ڈھلوان پہاڑ پر لے پہنچی۔ اس عرصہ میں

شام ہو گئی۔ اور یہ راستہ بھول گیا۔ اور اسکی تلاش میں۔ آدمی بھیجنے پڑے۔ یہ کل روایت من وعین۔ لقیہ نام و تاسیخ وغیرہ ہمارے سامنے بیان کی گئی۔ اور ہکو وہ مقام بھی دکھلایا گیا۔ جہاں یہ واقعہ پیش آیا اس روایت کے علاوہ۔ خود میرے سائیں نے جو میرے گھوڑے کی خدمت کے لیے لیا ہوا تھا۔ درحقیقت دو بھوت دیکھے ہیں۔ اور انہیں سے ایک سے اُس سے بہت دیر تک باتیں ہوئیں۔ یہ اُن ایام میں پہاڑ سے نیچے۔ بمقام ساگر ملازم تھا۔ اور ایک روز شب کے وقت ۱۲ اور ایک بجے کے درمیان۔ یہ مسکوٹ کو واپس آتا تھا۔ کہ اسے ایک اور سائیں ملا جو اپنے باپ کو چلا چلا کر بجا رہا تھا۔ یہ درحقیقت بھوت تھا۔ اور اُس نے یہ بیان کیا۔ کہ دو مین فلان شخص کا بیٹا ہوں۔ اور ستارا سے جو بچی پر زبردستی میں واقع ہے بیان اپنے باپ سے ملنے آیا ہوں۔ لیکن میرا باپ مجھے کہیں لمتا نہیں، میرے سائیں نے جواب دیا۔ کہ ہم نے تو تیرے باپ کو کبھی نہیں دیکھا۔ لیکن تو اس طرح غل کیوں مچاتا ہے۔ اگر تو اس طرح چہچہ چلائے گا۔ تو ہم تجھے بد معاشی میں حالات کرا دیں گے۔ اس کہنے پر وہ بھوت اپنے باپ کے لیے واویلا کرتا۔ چل دیا۔ اور میرے سائیں نے پہرہ والے سے جا کر اطلاع کی۔ کہ مسکوٹ کے قریب ایک شخص پھر رہا ہے جو بد معاشی سا معلوم ہوتا ہے۔ اُس کا جواب پہرہ والے نے میرے سائیں کو یہ دیا۔ کہ جس کو تنے دیکھا ہے۔ وہ آدمی نہیں۔ بھوت ہے۔ اور اکثر لوگوں سے اور اُس سے منڈ بھینٹ ہوئی ہے۔ اور اُس کی

کیفیت یہ ہے۔ کہ اسکے باپ کو پلگ ہو گیا تھا۔ اور اُسے باپ کے بیمار ہو جانے پر ستارے بلایا تھا۔ لیکن جب وہ یہاں آیا۔ تو اُسے معلوم ہوا۔ کہ اُسکا باپ مر گیا۔ اس کے دودن بعد وہ آپ بھی پلگ بین مبتلا ہو کر مر گیا۔ اُسوقت سے آج تک وہ یون ہی غل مچاتا پھرتا رہتا ہے۔

ایک دن جبکہ ہم مسلمانوں کے۔ ایک قبرستان کے پاس سے۔ جو شہر الموڑہ کے باہر کوئی نصف میل کے فاصلہ پر ہو گزر رہے تھے۔ میرے سائیس کو اس امر کا ایک اور پختہ ثبوت ملا۔ اس قبرستان میں ایک شہر بھوت رہتا ہے اور اس درجہ زبردست ہے۔ کہ جس سے اُسکی منڈ بھینٹ ہوئی وہ زندہ نہ بچا۔ اور اُس کو شربت مرگ چکھنا پڑا۔ چنانچہ جب ہم اُس طرف سے گزرے۔ تو میں نے قبرستان کے پاس۔ اُس گھاٹ پر۔ جہاں ہندوؤں کے مڑے جلانے جاتے ہیں۔ ایک لاش رٹھی دیکھی۔ جو اُسی وقت لا کر رکھی گئی تھی۔ میرا سائیس یہ دیکھ کر وہاں رُکا۔ اور اُس نے لاش لانے والوں سے کچھ حال دریافت کیا۔ پھر اُس نے مجھ سے یہ بیان کیا۔ کہ کل شام کو وہ ہندوؤں کو۔ جو باپ بیٹے تھے۔ الموڑہ سے واپسی پر یہاں رات ہو گئی۔ اور وہ یہیں قبرستان کے قریب ٹھہر رہے۔ رات کو بیٹا۔ بیدار ہوا۔ اور رفع حاجت کے لیے باہر گیا۔ تو اُسے وہ بھوت نظر آیا اور یہ مارے ڈر کے لگتا ہوا ہوتا۔ اور حالانکہ اُسوقت تک وہ بالکل صبح و سالم تھا۔ لیکن صبح کو مردہ نظر آیا۔ ایسے موقع پر کہ ادھر مردہ کی لاش بڑی ہو۔ ادھر۔ باپ اپنے

(بہا کی ہدایت ناک تنائی دل کو سہا دیتی ہے)
(درہ لیو بیکھ کے قریب)



بیٹے کے سوگ میں شکستہ دل ہو۔ کیا موقع تھا۔ کہ بھوت پلیدون۔ اور ان کے مقام سکونت وغیرہ کی نوعیات متضحکہ کے طور پر ظاہر کی جائیں لیکن روایت ہذا سے یہ ظاہر ہے۔ کہ ایک ایسے مقام پر۔ جو مغربی تہذیب کا سوانح ہو۔ جہاں چھاؤنی ہو۔ اور فوج کے سیکڑون ہزاروں آدمی رہتے ہوں۔ پہاڑی آدمیوں کے دلوں پر۔ بھوت پلیدون کی اس قدر تعجب انگیز۔ ہیبت چھائی ہوئی ہے۔ پھر یہ صرف اُن ہی لوگوں کا حال نہیں ہے جو بے لگھے پڑھے جاہل ہیں۔ بلکہ اُن لوگوں کا بھی یہی حال ہے جن سے بہت کچھ امید کی جاسکتی ہے۔ ناظرین شاید اب اس معنی کو حل کر سکیں۔ کہ وہ کیا بات تھی کہ دو سال ہوئے جب ایک چیتا۔ الموڑہ میں۔ پھری کے قریب دن کے وقت۔ ایک مکان میں گھس آیا۔ اور وہاں کے جاسٹ مجسٹریٹ نے دوران مقدمے سے اٹھ کر۔ اُسے جی طرح مارا کرتے ہیں۔ مار دیا۔ اور پھر اُسے مقدمہ کی لبقیہ بحث سننے لگے۔ اُس وقت وہاں کے باشندوں کی یہ زبان زد تھا۔ کہ یہ چیتا تھا بلکہ کوئی دیوتا تھا۔ جو اس شکل و صورت میں۔ اُس مندر کے درشتوں کو ہمایا تھا۔ جو اُس جگہ سے جہاں وہ مارا گیا قریب تھا۔ اور اب دیکھنا کہ کوئی نہ کوئی قرآنی ضرور نازل ہوگا چنانچہ جب وہاں کچھ دلوں بعد۔ ہینضہ پھیلا۔ اور بہت سی جانیں تلف ہوئیں۔ تب سیکڑون آدمیوں کا جس میں تعلیم یافتہ بھی شامل تھے۔ یہ عقیدہ تھا۔ کہ یہ اُسی چیتے کے مارے جانے کا نتیجہ ہے پس جب عام پہاڑی آدمیوں کا۔ باوجود تعلیم یافتہ اور مغربی خیالات کے واقف ہونے پر یہ حال ہے۔ تب بیچارے۔ بھٹیوں کو کیا کہا جائے

جو ایک وحشت ناک مقام کے رہنے والے ہیں۔ جہان تنہائی دل کو پھروڑ
 کیے دیتی ہے۔ جہان طرح طرح کی عجیب صورتیں۔ اور مہیب آوازیں۔
 بھوت پلیڈون کا ہر وقت خیال دلاتی رہتی، مین۔ اور خواہ مخواہ انسان
 کو ہر جھاڑی۔ چٹان۔ اور برف کے ڈھلکنے میں۔ ایک اعجاز نظر آتا ہے۔
 جہان باد نسیم کا۔ آہستہ آہستہ چلنا۔ ترانہ غیبی کا حکم رکھتا ہے۔ اور جہان۔
 باد طوفان کی کسر سراہٹ۔ جن شیطا طین کا نغمہ معلوم ہوتا ہے۔ جہان شام
 کی بڑھتی تاریکی میں۔ ہر موڑ پر۔ ایک بھوت۔ اور ہر چٹان کے نیچے۔ ایک
 شیطان چھپا نظر آتا ہے۔ اس مقام پر جب تنہا مسافر کورات ہو جاتی ہے
 اور اُسکے چاروں طرف اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اُس وقت کوئی دل کا کیسا ہی
 کڑا کیون نہ ہو لیکن قدم قدم پر اُسے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی اُس کے پیچھے
 اس لیے لگا چلا آ رہا ہے کہ موقع ملے۔ تو اُسے کھینچ کر اُن غاروں میں ڈھکیں گے
 جہاں ہزاروں فیٹ نیچے دریا۔ اس در سے بہتا ہے۔ کہ گویا وہ شدت
 بھوک سے پہاڑوں سے سر ٹکراتا اور لڑتا ہے۔

ساتواں باب

بھوٹیوں کی شادی کے مراسم
 ایک اور عجیب بات جو مشرقی بھوٹان کے سفر میں دیکھنے میں آتی
 ہے یہ ہے۔ کہ وہاں مرد اور عورتوں میں نہایت خلا ملا اور غیر معمولی
 بے تکلفی ہے۔ اُن کی شادی۔ اگرچہ وقتاً فوقتاً ماں باپ کے ذریعہ سے

قرار پاتی ہے لیکن درحقیقت - ورما - بیان - چڈان - ٹین - ٹیون کا عام دستور یہ ہے - کہ رام بانگ مین - اُن کی شادیاں قرار پاجاتی ہیں - رام بانگ گاؤن کا کلب ہے - اور ایک نہایت بدنام مقام ہے - جو ہر اور نیٹی کے بھوٹے - اسے - نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں - سالہا سال سے - اُن کے یہاں - اُس کا رواج نہیں - اور نہ اپنے ملک میں - اُسے وہ جائز رکھتے ہیں - لیکن جب ورما کے علاقہ میں آتے ہیں تو انھیں رام بانگ سے کام لینے اور مستفید ہونے میں مطلق دریغ نہیں ہوتا - ہر گاؤن میں - ایک مکان - یا ایک مقام مقرر ہے - جسے رام بانگ کری یا رام بانگ کا مقام کہتے ہیں - یہاں مرد اور عورتیں جمع ہوتی ہیں - اور بیہودہ عشق آمیز گیت گاتی - شراب اور حقہ نوشی میں رات بسر کرتی ہیں - یہاں ہر مرد جن کی شادی ہو گئی ہے - اور نیز وہ مرد جن کی نہیں ہوئی ہے - ناکہ خدا - عورتیں - اور منکوحہ عورتیں صرف اُس وقت تک - جب تک کہ اُن کے ایک اولاد نہیں ہو جاتی جمع ہوتی ہیں - لڑکیاں - رام بانگ میں دس برس کی ہی - عمر سے جانے لگتی ہیں - بلکہ فی الحقیقت اس عمر کے بعد - تو وہ کبھی اپنے گھر سوتی ہی نہیں اس کا یہ نتیجہ ہے - کہ ورما کے پرگنہ میں - کوئی عورت پاکہ ان مشکل سے نظر آتی ہے - اس انتظام اور دستور کے بدولت - حب امید مرد اور عورتوں میں - کمال بے تکلفی پیدا ہو جاتی ہے - اور دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک چار مرد و عورت دونوں اوڑھے ہوئے ہیں - اور مرد

عورت کی کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے پھرتا ہے۔ یہ رواج یورپ میں تو عام ہے۔ لیکن مشرق میں۔ کمیاب ہے۔ یہاں کی عورتوں میں۔ حیا و شرم نادر ہے۔ اور ان کے چہروں سے ایک قسم کی بیا کی ظاہر ہوتی (مشرقی بھوٹیا عورتیں)



حمل
حرام
کا کرنا
بھی۔
بیان
کوئی
غیر معمولی
بات
نہیں
ہے
بڑے

(زبورچاندی کا ہے روپیوں میں کنڑے لگا کر لیور زبور کے ہستمال کرتی ہیں داہنی طرف والی لڑکی بڑے) (کے کندھے پر ناناؤ شک قابل ملاحظہ ہے جو تیری کی ہے اور اوپر چار خانہ کا کپڑا لگا ہے) دیہاتوں میں۔ ایک سے زیادہ رام بانگ ہوتے ہیں اور چونکہ ان کا مقصد حسب ظاہر۔ یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہاں پر شادی کی بات چیت قرار پاتی ہے۔ پس وہاں صرف وہی لوگ جاسکتے ہیں۔ جن کی باہم شادی

ہو سکتی ہے۔ یعنی قرب و جوار کے نوعمر۔ یا اُسی گاؤن کے لڑکے ہوں
تو وہ لڑکے۔ جن سے کوئی رشتہ یا قرابت نہ ہو۔ جب کوئی شخص اس
ملک کے کسی دور دراز حصے کا رہنے والا۔ کسی کام سے۔ کسی گاؤن میں
(بھیر ٹون پرانا ج کے پورے لے ہوتے ہیں)

دارو

ہو۔ تو

اُسے

اپنے

کسی

دوست

سے۔

کھانے

اور پھر

کی

زمین



کرنے کا خیال بھی نہیں گذرتا۔ اس لیے کہ یہ ایک اچھی اور ذلیل بات سمجھی جاتی
ہے۔ اور اس قسم کی مدارات کا۔ اُسے اُس وقت تک منتظر رہنا ہوتا ہے
جب تک کہ وہ کہیں مدعو نہ ہو۔ لیکن اگر وہ رام بانگ کو چلا جائے۔ تلقیناً
اُسکی خاطر مدارات ہوگی۔ اس حساب سے رام بانگ ایک نہایت آرام
کی جگہ ہے مگر صرف اُنھیں کے لیے جن کی گاؤن والوں سے کچھ شناسائی ہو

اکسی اجنبی کا۔ بلا کسی سفارش یا ذریعہ کے وہاں جانا لوگوں کو ناگوار گذرتا ہے۔

جب بھوٹے۔ سفر کرتے ہیں۔ یا اُن مقامات کو جاتے ہیں جہاں وہ سال بہ سال جاڑا بسر کرتے ہیں۔ تو انہیں منجملہ اور باتوں کے سب سے پہلے۔ رام بانگ کے لیے جگہ تجویز کرنے کی فکر ہوتی ہے۔ اگر لڑکیوں کو قریب کے لڑکوں سے۔ ملنا منظور ہوتا ہے۔ تو وہ ایک لمبی چادر کو۔ اس طرح ہوا میں اُڑنے دیتی ہیں۔ کہ ایک سر اُسکا۔ ایک لڑکے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اور دوسرا سرا۔ دوسری لڑکی کے ہاتھ میں۔ یہ چادر یوں فاصلہ سے ہوا میں اُڑتی نظر آتی ہے۔ اور درحقیقت یہ ایک بہت چھا طریقہ ہے۔ یہی طریقہ دوست آشنا کی رخصت کے وقت بھی عمل میں لایا جاتا ہے۔ اس موقع پر اکثر سیٹی بھی بجاتے ہیں۔ اور سیٹی بجاتے وقت منہ میں دو انگلیاں کھینچتے ہیں جس طرح لنڈن کے مشہور کیٹ کال میں سیٹی بجایا کرتے ہیں۔ سیٹی بجانے میں لڑکے لڑکیاں دونوں مشاق ہیں۔ اور لڑکوں کا۔ اس طرح سیٹی بجا کر۔ لڑکیوں کو۔ اُن کے گھر دن سے بلانا ایک معمولی بات ہے۔ سیٹی سن کر لڑکیاں۔ اپنے اپنے گھروں سے تھوڑی تھوڑی سی آگ لے کر نکلتی ہیں۔ اور لڑکوں کے ساتھ ہولتی ہیں۔ اور اُس مقام کو چلی جاتی ہیں۔ جو پہلے سے تجویز شدہ ہوتا ہے۔ پھر یہ سب اگر پہلے سے آپس میں طے جملے۔ اور دوست ہیں۔ تو سب برابر برابر بیٹھتے ہیں۔ ورنہ لڑکے ایک طرف بیٹھتے ہیں۔ اور اُن کے مقابل میں لڑکیاں دوسری

طرف۔ بیان لڑکیاں اکثر ناچتی ہیں۔ اور لڑکے کبھی کبھی۔ لیکن گانے بجانے حقہ و شراب نوشی کا شغل برابر جاری رہتا ہے۔ تا وقتیکہ وہ نیند سے چور نہیں ہو جاتے اور نیند۔ اس تماشہ پر خاموشی کا پردہ نہیں ڈال دیتی جھوٹیوں کے وہ راگ خنہیں۔ یا جو۔ یا پڑانے ڈھنگ کے راگ کہتے ہیں سن رسیدہ شخصوں کو عام طور پر پسند ہیں۔ اور جس جوش خروش کے ساتھ وہ اُن کے جلسوں میں گائے جاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ ہوا کے سخت اختلافات۔ بہار پر چڑھنے کی سخت مصیبتیں اور اپنے بزرگوں کے بہادرانہ کارنامے۔ جن کی ان راگوں میں تصویریں کھینچی ہوئی ہیں۔ انہیں مرغوب ہیں۔ اور اُن کی وہ بڑی قدر کرتے ہیں۔ ان پرانے زمانے کے راگوں کے علاوہ۔ جو بھوٹیا زبان میں ہیں۔ اُسی قسم کے اور راگ پٹار کی معمولی زبان میں۔ تصنیف ہو گئے ہیں۔ ان میں وہ راگ۔ جو۔ ٹیالی۔ کہلاتے ہیں۔ سنجیدگی اور متانت کے لحاظ سے۔ بالکل۔ یا جو راگوں کے مشابہ ہیں۔ لیکن اُن کے خلاف جو ٹو بیرا۔ (یا چلتے ہوئے راگ کہلاتے ہیں)۔ وہ سراسر لغو۔ اور محض مضامین سے پُر ہیں۔

بھوٹے بڑے عقل اور ہوشیار تیار ہیں۔ اور ہر معاملہ میں۔ احتیاط سے کام کرنے والے ہیں۔ لہذا اُن کی نسبت یہ خیال نہیں کیا جاسکتا۔ کہ وہ جوش نفسانیت کی حالت میں۔ اُن کل فائدوں کو بھول جائیں جو اُن کے خیال میں۔ ایک امیر اور با ثروت خاندان میں شادی جیسا زبردست شرتہ اور قربت کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ لہذا ہر لڑکی کی نسبت جو اُن کے

مناظر ہوتی ہے۔ وہ پہلے اپنے والدین دوست آشنا۔ عزیز و اقارب سے مشورہ کرتے ہیں۔ اور اگر اُن کی رائے میں۔ وہ شادی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ تو شادی کا پیغام دیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے۔ کہ بیان کی عورتوں کو اپنی پسند سے۔ شادی کرنے کی آزادی حاصل ہے اور اگر کوئی اُن کا خواہان پیدا نہو۔ تو یہ بھی ہے۔ کہ وہ چاہیں تمام عمر شادی نہ کریں۔ چنانچہ ہر گائون میں ایسی عورتیں موجود ہیں جو بڑھیا ہو گئیں اور انھوں نے تمام عمر یہ نہ جانا۔ کہ شادی کسے کہتے ہیں علیٰ ہذا مرد بھی ایسے ہیں۔ جن میں کوئی جسمانی نقص ہے۔ یا کمزور ہیں اور اس سبب سے۔ اُن کو شادی کے لیے تمام عمر کوئی عورت میسر نہ آئی چنانچہ میں ایک ایسے ذی رتبہ اور دولت مند شخص سے واقف ہوں۔ جو ہر وقت ایک آنکھ کو۔ ایک گہرے نیلے رنگ کے کپڑے سے ڈھکے رکھتا ہے۔ عورتوں کے لیے یہ ایک دل لگی ہے۔ اور وہ ہمیشہ اسے چھپرتی رہتی ہیں۔ لیکن اس نقص کے سبب سے اسکی شادی بھی نہیں ہوتی۔

غور مناسب کے بعد وہ نوجوان جسے شادی کرنی ہوتی ہے۔ خود یا کسی دوست کے ذریعہ سے۔ کچھ روپیہ جس کی تعداد۔ ساڑھے چار روپیہ سے نوے روپیہ تک ہوتی ہے۔ ایک کپڑے میں باندھ کر۔ اُس لڑکی کی نذر کرتا ہے۔ عموماً یہ نذر اُس لڑکی کو براہ راست نہیں دیکھائی بلکہ اُس کی سہیلیوں کے ذریعہ سے۔ جو اُس کے پاس کی اٹھنے بیٹھنے والی ہوتی ہیں۔ (جنہیں عام اصطلاح میں ٹارم کہتے ہیں جس کے معنی کنجی کہیں)

بھیجی جاتی ہے۔ اور وہ اُس شخص سے کوشش کرنے کا وعدہ کرتی ہیں لیکن وہ لڑکی اُس وقت تک ہان نان کا۔ جواب نہیں دیتی جب تک وہ اپنے خاندان کے لوگوں سے صلاح و مشورہ نہیں کر لیتی۔ آزان بعد اگر جوڑ بھٹیک معلوم ہوتا ہے۔ تو روپیہ رکھ لیا جاتا ہے۔ ورنہ واپس کر دیا جاتا ہے در صورت منظوری۔ ٹام مین۔ وہ بڑھ بڑھ کر باتیں بناتی ہیں۔ کہ گویا اُنکے بغیر شادی ہی نہ ہو سکتی۔

شادی کی تاریخ مقرر کرنے میں سو موار کا دن ہمیشہ چھوڑ دیا جاتا ہے اس لیے کہ یہ دن عموماً اُن کے خیال میں ناسبارک ہے لیکن جو تاریخ

(رہتے کا اون جو کا بنور آتا ہے)

شادی



کی سطح

قراریاتی

ہے۔

وہ اگرچہ

دونوں

خاندان

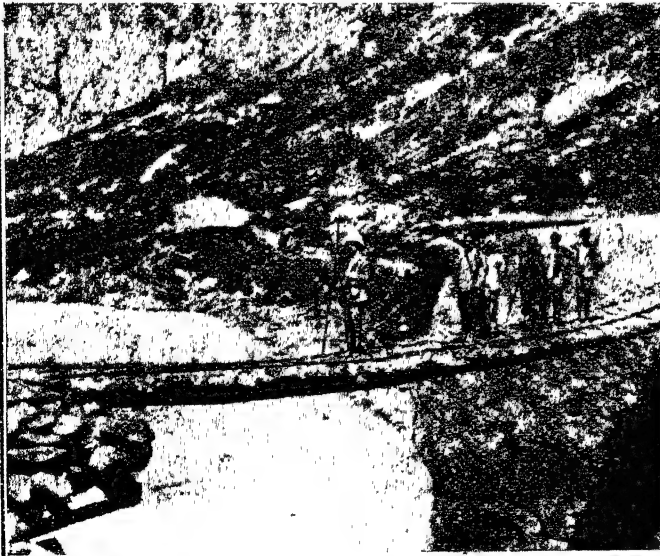
کے

لوگوں

کو۔ بخوبی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اُس کا اظہار نہیں کیا جاتا۔ اور یہ کہتے رہتے ہیں۔ کہ لڑکی کے والدین اُسے بخوشی رخصت کرنے پر آمادہ نہیں

ہیں۔ لیکن جس روز دولہا-بیادلیشا) دُلہن۔ (بیادلو) کو لینے کے لیے جانے لگتا ہے۔ اُس روز دولہا کا باپ۔ اُسکے دوست آشناؤں کو۔ جنھیں دھامی کہتے ہیں۔ رات کے وقت اپنے گھر بلا کر۔ اُن کی دعوت کرتا ہے اور چُپکے سے رات ہی میں اُنکو دُلہن کے گھر۔ دولہا کے ساتھ روانہ کر دیتا ہے۔ یہ دُلہن کے گائوئوں میں پہونچ کر سیدھے رام بانگ کو جاتے ہیں وہاں دُلہن اور اُس کی سہیلیاں۔ (شیا سیا) موجود ہوتی ہیں۔ یہ کچھ دیر تک اُن کے ساتھ ناچے گاتے رہتے ہیں۔ پھر دُلہن کو گود میں اٹھا کر چل دیتے ہیں۔ لیکن تھوڑی ہی دور تک۔ محض یہ دکھانے کے لیے کہ وہ اُسے زبردستی لائے ہیں۔ کچھ دور چل کر ٹھہر جاتے ہیں۔ اور دُلہن کی سہیلیوں کو بلا لیتے ہیں۔ پھر سب ساتھ ساتھ۔ دولہا کے گھر کو روانہ ہوتی ہیں۔

(ایک اٹلی درجے کا ٹیل)



اور وہاں
پہونچ کر
دروازہ
کے باہر
بیٹھ جاتی
ہیں۔
اُس وقت
دولہا کے
کی کُل

رشتہ دار عورتیں شادی کی خوشی میں ایک ایک گلاس شراب لاتی ہیں۔ اور دیوتاؤں کے نام پر۔ دوٹھا ڈھن کی سلامتی کے جام پیتی ہیں۔ گھر میں داخل ہونے پر۔ گائون کے سن رسیدہ اشخاص شادی کی لازمی رسمیات میں سے پہلی رسم ادا کرتے ہیں۔ یعنی دوڑا لنگ یا ستوؤں کی مخروطیان۔ دو گلاس شراب۔ اور چانول پیش کرتے ہیں۔ اور دیوتاؤں کو۔ ساکشی۔ یعنی گواہ قرار دیکر۔ دونوں دانٹلون کے سرے توڑ کر دوٹھا ڈھن کے حوالہ کرتے ہیں۔ اور شراب پلاتے ہیں۔ پھر دعوتوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ جو بڑے لطف اور خوشی کے ساتھ۔ پندرہ دن تک جاری رہتا ہے۔ ہر رشتہ دار کے گھر

(دریائے کالی پر بالکل سیدھی اڑائی)



باری

باری

سے

ڈھن

کے

کے

آئے

ہوئے

لوگوں

کی

ہوتی ہے

اور خوب شراب پی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ بقول ایک بھوٹیا کے۔ آدمی شراب میں نہا جاتا ہے۔ اور کل گانوں نشہ شراب سے۔ سرشار۔ مرد اور عورتوں کا بھوت خانہ معلوم ہوتا ہے۔ اُس کے بعد شادی کی دوسری لازمی رسم۔ یعنی ڈالو کی مقررہ رسم ادا کی جاتی ہے۔ اس رسم میں مخروطی مذکورہ بالا کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے۔ ایک تشری میں رکھتے ہیں۔ اور دو لھاؤ لہن کے ہاتھ سے۔ ایک دوسرے کو اس طرح دلاتے ہیں کہ ایک ہاتھ سے لیتے جاتے ہیں۔ اور دوسرے ہاتھ سے دیتے جاتے ہیں۔ یہ رسم کل دیوتاؤں۔ گانوں کے بزرگوں۔ اور دھن کی سہیلیوں کے روبرو۔ اُن کو گواہ قرار دے کر ادا کی جاتی ہے۔ اور وہ آخری رسم ہے جس پر شادی کا تملکہ منحصر ہے جس روز یہ رسم ادا ہوتی ہے۔ اُس دن کو پاٹھ *Pathum* کا دن کہتے ہیں جسکے معنی یہ ہیں۔ کہ لڑکی اپنے ان باپ کے گھر سے جدا ہوئی۔ اس روز گانوں کی بہار کا حق ہوتا ہے۔ وہ اپنا حق طلب کرتا ہے۔ اور اُسے ایک کمل۔ یا کچھ روپیہ بطور انعام دیا جاتا ہے۔ اس رسم کے بعد دھن کی سہیلیاں رخصت ہوتی ہیں۔ لیکن چونکہ اتنے دن رہنے سننے سنان کے اور دو لھا کی طرف کے لوگوں کے باہم ارتباط کامل پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے وہ اُن کو بیاہمان کرتے ہیں۔ اور کچھ دن تک اُن کی عورتیں ہوتی رہتی ہیں۔ پھر سب مل کر شادی کی یادگار میں۔ چند دن نصب کرتے ہیں۔ یعنی دو بلیاں۔ (دائیں) زمین میں گاڑ دیتے ہیں۔ اور انہیں اسے باندھتے ہیں۔ اس سے زمین میں طرح طرح کی چیزیں۔ ٹوپیاں۔ کتابیں۔ شیشے۔ رنگ برنگ کے کپڑوں

کی جھنڈیاں - قینچیاں وغیرہ لٹکاتے ہیں۔ لیکن ہرگز کسی کو اس بات کا خیال بھی نہیں گذرتا۔ کہ انہیں سے کوئی چیز اُتارے۔ ازان بعد۔ عزت اسمین سمجھی جاتی ہیں۔ کہ اب دلہن کی سیلیاں۔ اپنے میزبانوں کی دعوت کریں۔ اور سب کو ایک ساتھ نہین۔ بلکہ دو دو چار چار کو اپنے گاؤں میں مدعو کریں لڑکی کو زبردستی لیجانے کی مناسبت قائم رکھنے کے سلسلہ میں لڑکے کے باپ کے پاس قاصد بھیجے جاتے ہیں۔ اور وہ اُسے سمجھاتے ہیں۔ کہ جو امر لا علاج ہے۔ اب آپ بھی اسکی کچھ پرواہ نہ کیجیے۔ چنانچہ وہ فوراً اس بات کو مان جاتا ہے اور راضی ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ کا اختتام اُس وقت ہوتا ہے جبکہ دوٹھا۔ لڑکی کو دو دھپلانے کا حق۔ اُس کی ماں کو قریب سات روپیہ کے ادا کرتا ہے۔ اور کچھ روپیہ اُس کے باپ کی نذر کرتا ہے۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے۔ کہ درحقیقت لڑکی کو رام بانگ سے زبردستی لے آتے ہیں لیکن جب تک وہ ڈانٹنگ۔ اور ڈاٹونہ کھائے۔ اور بھگالانے والے کے ساتھ شراب نہ پیئے۔ اُس وقت تک اُس کا عقد ہونا نہیں سمجھا جاتا۔ اگر ماں باپ کی مرضی کے خلاف خود لڑکی کے ایار سے۔ ایسا ہوا ہو۔ اور وہ باضابطہ اُن چیزوں کو کھاپی لے۔ جبکا کھانا پینا۔ رسم میں دخل ہے تو کچھ دنوں بعد۔ اُسکے رشتہ دار بھی مجبوری رضی ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ایسے واقعات پیش آئے ہیں۔ کہ ایک لڑکی کو تین لڑکوں کے مختلف گروہوں نے لیجانا چاہا۔ اور کل راستوں پر ناکہ بندی کر دی تھی۔ لیکن آخر کار۔ اُس لڑکی کو ایک ایسے پہاڑ پر ہو کر لے گئے تھے۔ جو نہایت ڈھال تھا اور جہاں قریب قریب

ہر ایک کا گذر ناممکن تھا۔ ولایت انگلستان میں بھی۔ اس قسم کے ازدواج
معدوم نہیں ہیں۔ لیکن خدا نہ کرے۔ کہ یہ طریقہ ایک عام طریقہ متصور ہو۔
(دریائے کالی کے کنارہ کی شکل)



بیوہ کی
شادی
اس
عزت
دوقار کے
محافظ
جو پہلی شادی
کی ہوتی
ہے۔
نہیں
ہیں آتی
مگر یہ عام
رواج

ہے کہ بیوہ کسی دوسرے مرد کے ساتھ جا رہتی ہے۔ اور اگرچہ اسپر کچھ نقص
مثل اسکے کہ کھانا پینا وغیرہ بند کیا جائے نہیں ہوتا۔ تاہم اس قسم کے
تعلقات کی۔ عام لوگوں کی نگاہ میں وہ وقت نہیں ہے۔ جو پہلی شادی
کی ہوتی ہے۔

طلاق کا رواج ہے۔ اور طلاق کا طریقہ بھی۔ سادگی کے لحاظ سے۔ گویا سادگی مجسم ہے۔ یعنی ایک شخص اپنی بی بی سے کہتا ہے۔ کہ تو چلی جا اور وہ اُسے چھوڑ کے چلی جاتی ہے۔ اور اگر اُس کا جی چاہے۔ تو کسی دوسرے شخص کے ساتھ جا رہتی ہے لیکن اس قسم کا تعلق شادی کا حکم نہیں رکھتا۔ حالانکہ اُس عورت کے پہلے خاوند کو۔ کچھ روپیہ بھی دیا جاتا ہے۔ اور وہ اُس سے دست بردار بھی ہو جاتا ہے۔ طلاق دینے کی حالت میں۔ اُسکا خاوند۔ اُسے ایک سفید کپڑا دیدیتا ہے۔ یہ بالکل سفید ہوتا ہے اور اس کے معنی یہ ہوتے ہیں۔ کہ وہ عورت باعفت ہے۔ اور اُسکی اولاد جو دوسرے شخص سے پیدا ہو۔ صحیح النسب سمجھی جائے جب تک یہ کپڑا نہیں دیا جاتا۔ اس وقت تک طلاق نہیں سمجھی جاتی۔ بلکہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کی بی بی کو بھگتا لیجائے۔ تو جو توں سے اُسکا عللج کیا جاتا ہے۔ اور اُس کی بھینٹ بکریاں۔ مال لدی ہوئی۔ چمرا لیجاتے ہیں۔ اور اُس کی اولاد غیر صحیح النسب سمجھی جاتی ہے۔ یہ برتاؤ۔ خود خاوند۔ یا اُسکے رشتہ داروں میں سے کوئی شخص۔ اس ملزم۔ یا اُسکے رشتہ داروں میں سے کسی شخص کے ساتھ کر سکتا ہے۔ اور یہ وہ طریق عمل ہے کہ کاش اس کا رواج یورپ میں بھی ہو جائے۔ تو بہت خوب ہو اُس عورت سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے۔ وہ اُس وقت تک تیلیاں نہ کلاتی ہے۔ جب تک کہ اُسکا دوسرا خاوند۔ گائون کے بڑے لوگوں کی باضابطہ پنچایت جمع کر کے۔ اُس کے پہلے خاوند کی موجودگی میں پہلی شادی کے

خرچ کا۔ جو بالآخر دنیا ہوتا ہے۔ یازروے کا غلات حساب نہیں کر لیتا
 اس حساب کتاب کے بعد۔ جو گائون کے مرد عورتیں اور بزرگ جمع ہوتے
 ہیں۔ اُن پر ایک جیتی مرغی۔ صدقے کی جاتی ہے۔ جس کا جیننا چلانا
 لوگوں کے خطا کا باعث ہوتا ہے۔ اس طرح اس قصہ کا خاتمہ بالآخر ہوتا ہے
 عورت خود کسی طریقہ سے طلاق حاصل نہیں کر سکتی۔ حتیٰ کہ کوئی شخص دوسری
 بی بی کرے اور پہلی بی بی کو طلاق دینے سے انکار کرے۔ تو وہ خواہ
 کتنا ہی اپنے دل میں کڑھے۔ اور رنجیدہ رہے۔ مگر وہ کسی صورت سے
 طلاق دینے پر مجبور نہیں کر سکتی۔ نہ عورت کی دوسری شادی اس وقت
 تک ہو سکتی ہے۔ جب تک کہ اُس کو باضابطہ طلاق نہ دی گئی ہو۔ یا طلاق
 دیے جانے کا پختہ وعدہ نہ کر لیا گیا ہو۔ لیکن عام طور پر ایک بی بی کر
 ہوتے۔ دوسری بی بی تب کی جاتی ہے۔ جب کہ پہلی بی بی عقیم ہو اور
 وہ اپنی خوشی سے اس امر کی اجازت دے۔ خلقت انسانی ہر جگہ
 یکساں ہے۔ اور تجربہ سے یہی ثابت ہے۔ کہ مرد کو۔ جو افسر مخلوقات
 ہے اپنے اُن میں خلل نہ ڈالنے اور سکھ چین سے رہنے کے لیے یہی سنا
 ہے۔ کہ اگر وہ ایک بی بی سے زیادہ بی بی کرے تو پہلے اپنی موجود
 بی بی یا بیبیوں سے صلاح کرے۔ بجائے اسکے۔ کہ وہ اُنکے خیالات کا
 مطلق لحاظ نہ کرے۔ بے سوچے سمجھے ایسا کر بیٹھے۔ اس لیے کہ زبان دراز وغیرہ
 متقل مزاج عورتوں کی لسانی کے آگے۔ اچھے اچھے۔ لو تھیرو جیسے
 طاقت ورون کی بھی سپیش نہیں جاتی۔ فقط

آٹھواں باب

اہلِ نبوت اور بھوٹیوں کے مراسمِ مرگ

جس بات سے کہ نبوت والوں اور بھوٹیوں کے رسوم کی مطابقت صاف ظاہر ہے۔ وہ ان دونوں قوموں کے مراسمِ مرگ کا موازنہ ہے اس میں ذرا کلام نہیں۔ کہ دونوں قوموں کے رسمیات کا ایک ہی مخرج ہے۔ فرقہ بان کے قدیم طریقے ہیں۔ حالانکہ اُن طریقوں میں جو بھوٹیوں کے بت سے چلے جانے سے پیشتر عام طور پر جاری تھے۔ اب ہر ایک قوم نے بہت کچھ رد و بدل کوئی مبنی کر دی ہے وسطِ بت کے مراسمِ مفصلہ ذیل کے لیے ہم وڈیل صاحب کے حاشیہ میں جنکی کتاب بدھزم اوف بت سے ہم نے انکو نقل کیا ہے۔ بعد وفات لاش کو روح کش لاما کے آنے تک بدستور پڑا رہنے دیتے ہیں۔ اس خون سے کہ مبادا۔ روح کسی غیر مقررہ طریقہ سے نکل جائے۔ اور کسی بھوت پلید کے پھندے میں پھنس جائے۔ لاما۔ مذکور روئے پٹیتے۔ رشتہ داروں کو ہٹا کر۔ اور مکان کے دروازہ دکھڑ کیاں بند کر کے۔ ایسے کھجن گاتا ہے جس میں روح کو بہشت کا راستہ تلاش کرنے کی ہدایتیں ہیں۔ اور اُس کو جسم سے باہر نکالنے کے لیے مردہ کے سر کے کچھ بال پکڑ کر کھینچ لیتا ہے پھر اُس روح کو بہشت کی راہ کے خوف و خطروں سے۔ بچنے کی بابت ہدایتیں کی جاتی ہیں۔ اور فی امان اللہ۔ کمرِ رخصت کیا جاتا ہے۔ اس

عرصہ میں - منجم لاما - ایک زانچہ تیار کرتا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے -
 کہ کون لوگ اس لاش کو چھوئیں گے اور وہ کب اور کس طریقہ سے دفن
 کی جائے گی - امین اُن لوگوں کے لیے بھی تدبیرات درج ہوتے ہیں
 جنہوں نے لاش کو مرنے سے پہلے - ہاتھ لگایا ہو - تاکہ وہ گھرمیں -
 ملک الموت کے قدم آنے کے بُرے شیخون سے محفوظ رہیں - پھر اُس
 لاش کو بیٹھا - باندھتے ہیں - اور کسی دالان کے گوشہ میں جہان گھر کے
 دیوتا کا دخل ایک دشوار گزار چڑھائی (نیچے سے فوٹو لیا گیا)



نہ ہوا ہو - رکھتے
 ہیں - اور دوت
 آشنا - عزیز و اقارب
 کو بلا بھیجتے ہیں -
 یہ اگر - گھر کے
 بھیت پر باہر -
 دعا خوانی کے
 پیئے گھماتے
 پھرتے ہیں -
 اور گھر والوں کی

بے اتہا - حمان داری کا حظ اٹھاتے رہتے ہیں متوفی کے لیے ہر وقت
 کے کھانے میں سے روزانہ اُسکا پورا حصہ مع تمباکو وغیرہ کے نکالا جاتا ہے

اور خود اُس کا پیالہ چار ویر شراب سے بھرا ہوا۔ اُسکی لاش کے برابر رکھا
 رہتا ہے۔ اور وفات سے۔ اونچا سوین دن تک۔ عیال روزانہ جاری
 رہتا ہے۔ اُس لیے کہ زیادہ سے زیادہ اس عرصہ تک متوفی کی روح
 آزاد ہے کہ جہان چاہے پھرتی رہی۔ متوفی کے پتر۔ کھانے کے
 لیے پتروں کے نام پر۔ اس طور سے پنڈ دیجاتی ہیں۔ کہ ایک چڑھایا
 گھٹنا۔ سینگے
 بجا کر۔ کل بھو کی
 ارواحوں کو
 بلا تے ہیں۔ اور
 اُن کے لیے
 روٹی و چاول
 قریب کی ندی
 میں۔ ڈالتے
 ہیں۔ رات میں
 لا۔ روح کو بہشت



میں۔ پہونچانے کے لیے پراختنا کے گھجن۔ و دعایہ کلام۔ گاتے رہتے ہیں
 اور لاش کو یہ سناتے رہتے ہیں۔ کہ راستہ کے نشیب و فراز۔ اور بھوت
 پلید دن سے بچنے کی یہ صورت ہے۔ اور وہ سفید طرک۔ جس پر چلنے
 سے اچھا جنم ہوتا ہے۔ یوں ملتی ہے لیکن شروع سے آخر تک اُسکے

خیالات - آئندہ زندگانی کی بابت بہت ہی کچھ مخلوط اور اُبکھے ہوئے پائے جاتے ہیں - ممکن ہے - کہ بہشت ہو ممکن ہے - کہ دوزخ ہو - اور پھر مسئلہ تناسخ کے بموجب دوبارہ جنم لینا پڑے - گھر سے لاش کو لیجانے سے پہلے اچھے اچھے کھانے پکا کر - اُسکے سامنے رکھتے ہیں - پھر لاما - ایک لمبے سفید ڈوپٹے کا ایک سرالاش میں باندھتا ہے - اور دوسرا سرا خود اپنے ہاتھ میں لے کر - قرنا بجاتا ہوا - جو انسان کی ران کی ہڈی کی ہوتی ہے - اور ڈھول پیٹتا ہوا - لاش لے چلنے والوں کے آگے - آگے چلتا ہے - اور اکثر روح کو یہ اشارہ کرنے کے لیے کہ جسم کے ساتھ ساتھ چلی آئیے مجھے مڑ مڑ کر دیکھتا جاتا ہے - اور اُسے یہ یقین دلاتا جاتا ہے کہ تیرا جسم - ٹھیک ٹھیک چل رہا ہے - اور اور لوگوں کی نصیحت کے لیے موقع محل کے مناسب بھجن گاتا جاتا ہے - باقی کل لوگ لاش کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں - لاش کو خواہ جلا دیتے ہیں - خواہ دفن کر دیتے ہیں - اور خواہ چیل کو دو دن اور کتوں کے کھانے کے لیے یوں ہی رکھا چھوڑ دیتے ہیں لیکن ملک الموت کو گھر سے نکالنے - اور اس نواح سے دفع کرنے کی رسم پھر بھی باقی رہتی ہے - اس کام کے لیے - ایک چھوٹا سا چیتا کھلونہ بنا گھاس پھوس اور مٹی کی کنگل کا - بناتے ہیں - اُس کی پشت پر ایک چھوٹا سا آدمی سوار ہوتا ہے - ایک آدمی اُسے پیچھے چلتا ہے - اُس کا منہ پرند کا ہوتا ہے - اور دوسرا اُسے پیچھے سے مانگتا جاتا ہے - اُس کا منہ - لنگور کا ہوتا ہے - آخر میں اُن کھلونوں کے چاروں طرف انواع و اقسام کے کھانے

شراب - اور کچھ نقد رکھتے ہیں - غروب آفتاب کے بعد - جو صرف
 بھوت پلیدون کے باہر نکلنے کا وقت ہے - پڑوسی اور گھر والے چاکو
 و تلواریں لے کر - خوب ہوا میں خالی دار کرتے ہیں - لاما - اُن کی مرد
 کے لیے ڈھول پیٹتے - منیجرے - اور قرنائین بجاتے رہتے ہیں -
 اور زور زور سے یہ کہتے ہوئے - کہ چل - دفع ہو - اُسے باضابطہ طور پر
 گھر سے نکال باہر کرتے ہیں - اور اُن جیتیوں وغیرہ کو لے جا کر - جہاں
 قابو چلتا ہے - کسی چوراہے پر رکھ آتے ہیں - لیکن اس امر کے مزید طہیان
 کے لیے - کہ فی الحقیقت وہ اسیب گھر سے نکل گیا - ایک لاما گھر پر جاتا
 ہے - اور دیوانوں کی طرح ہاتھ چلاتا - منتر پڑھتا - ہر مکان کے گوشہ
 گوشہ میں - آگ میں گرم کی ہوئی - کنکریاں پھینکتا پھرتا ہے
 مزید برآں متونی کا - ایک پتلا - کٹ پتلی کے طور کا بناتے ہیں اور
 اُس کو متونی کے کپڑے پہنا کر - کاغذ کا چہرہ اُس کے منہ پر لگاتے
 ہیں اور ہر طرح کے کھانے پینے کی چیزیں - اُس کے سامنے رکھتے
 ہیں - ۴۹ دن تک روزانہ - ہر وقت کے کھانے میں سے اُس کا
 حصہ نکالتے ہیں - ۴۹ دن کے بعد - اُس چہرے کو جلا دیتے ہیں -
 اور اُس پتلے کو توڑ ڈالتے ہیں - پھر اُس چہرہ کی خاک کو مٹی میں ملا کر
 اُسکے چھوٹے چھوٹے - *Catayas* کیٹیڈا - یا مردہ کی یادگار بناتے ہیں -
 اور اُن میں سے چند کسی قریب کی پہاڑی پر کسی ایسی جگہ کے نیچے رکھ
 آتے ہیں - جو آگے کو نکلی ہو - اور جہاں وہ میٹھ سے محفوظ رہیں - متونی کے

(کھڑی چڑھائی - زمین کو دیکھیے)



کپڑے
لاما
کی
مذرت
کتے
ہین
اور
لاما
آئین
بیج

ڈالتا ہے۔ اگر متوفی نے بیوہ چھوڑی ہو۔ یا مرد بی بی کے مرجلنے سے ریٹوارہ گیا ہو۔ تو یہ سال بھر بعد۔ دوبارہ شادی کر سکتے ہیں مذکورہ بالا۔ دستورات کو۔ مغربی ببت۔ یعنی ٹکلا کوٹ۔ گارٹنک گیا نیکیلاش اور مان سرور۔ اور ان کے قرب و جوار کے مقامات کے رسم و رواجوں سے۔ لائے۔ تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ببت والے۔ پیلا بنانے کی رسم سے۔ بالکل ناواقف ہیں اور نہ وہ کبھی ایسا کرتے ہیں۔ اور اگر کہتے ہیں۔ تو صرف وہ جو ہمارے ملک میں آباد ہیں۔ اور جن پر بھوٹیوں کا اثر پڑا ہے۔ کیونکہ۔ وہ بھوٹے۔ جنھوں نے۔ ہندوؤں کے طریقے اختیار نہیں کیے۔ ہمیشہ اس رسم کو کیا کرتے تھے۔ اور مذکورہ بالا باتوں میں سے

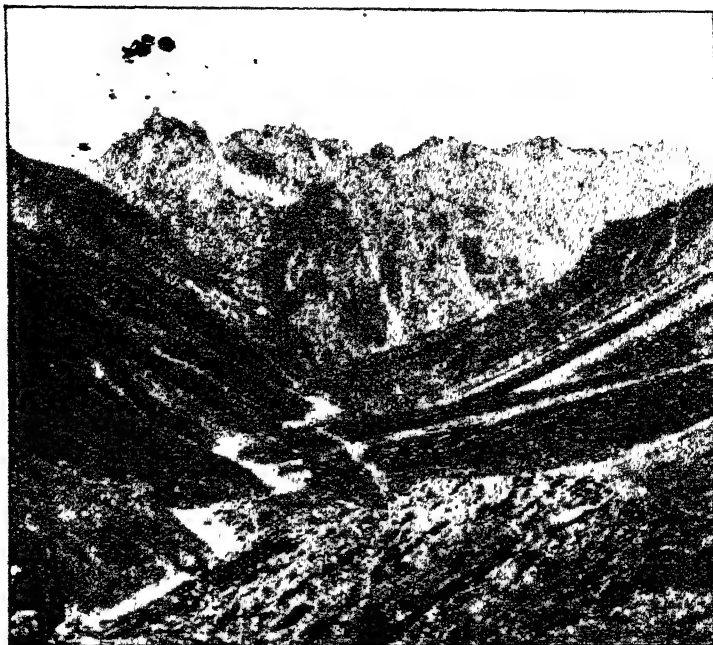
اور بھی بہت سی باتیں کرتے تھے۔ بدین لحاظ۔ وہ مثل وسط بت کے رہنے والوں کے تھے۔ جنکا کرنل ویٹل نے ذکر کیا ہے۔ مگر یہ امر۔ کہ بھٹیون۔ اور اُنکے سرحدی ہتھیار مین۔ پتلا بنانے کی رسم کی سبابت اختلاف ہے منجملہ اور دلائل کے اس امر کی دلیل ہے۔ کہ بھٹیون۔ اور اُنکے پاس کے رہنے والے ہتھیار مین۔ کسی طرح کی یگانگیت و خصوصیت نہیں ہے۔ عملداری ہر کار کے پہاڑیوں پر رہنے والے ہندوؤں کے بیان۔ بھی ایک رواج ہے۔ جو اسی پتلا بنانے کی رسم کے کچھ کچھ مشابہ ہے۔ یعنی ایسی صورتوں مین۔ جب کہ مردہ کی لاش دستیاب نہیں ہوتی۔ یا کسی شخص کا۔ کسی دور دراز مقام پر۔ انتقال ہو جاتا ہے۔ تو وہ اس کا پتلا پھونس کا بناتے ہیں۔ اور معمولی رسمیات کے ساتھ۔ اُسے جلاتے ہیں۔ اس طرح اُس کی شراذہ کی۔ یعنی اُس رسم کی جو مردوں کے حق مین ہر سال ادا کی جاتی ہے۔ راہ کھل جاتی ہے اور اُسکے بعد سے۔ اُس شخص کا شراذہ۔ حسب معمول ہونے لگتا ہے۔ ان رسمیات کے ادا کیے بغیر۔ ایک ہندو کی روح لقیئا۔ نرک کو جاتی ہے۔ اور اس سخت مصیبت سے اُسے بچانے کے لیے۔ دو باتیں لازمی ہیں۔ اوگ۔ ایک بیٹے کا ہونا جو ان رسموں کو ادا کرے۔ اور ثانیاً۔ ان کا ٹھیک ٹھیک داکیا جانا۔ مزید برآں۔ اس مغربی حصہ کے۔ بت والوں کے بیان۔ لاش کو ٹھکانے لگانے کے چار طریقے ہیں۔ اور ان مین سے۔ کونسا طریقہ عمل مین لایا جائے گا۔ یہ وہ منجم لا مانتا ہے۔ جو موقع پر موجود ہوتا ہے

اور وہ طریقے یہ ہیں۔ جلانا۔ (جھکنت)۔ دفن کرنا۔ (گڑخت) اور لاش کو کسی اونچی پہاڑی۔ یا اور مقام پر رکھ آنا۔ تاکہ وہ طعمہ زراغ وزغن ہو۔ (کھنت) بمبئی کے پارسیوں میں بھی۔ جو آتش پرست ہیں۔ اُسی کے ہمشکل یہ رواج ہے۔ کہ۔ وہ اپنے مردے۔ اونچے اونچے۔ ہیبت ناک میناروں پر۔ جنھیں مینار خوشی کہتے ہیں رکھ آتے ہیں۔ وہاں رکھتے ہی۔ گدہ وغیرہ اُن کی ہڈیوں سے گوشت نوچ لے جاتے ہیں۔ اور اُن کو صاف کر دیتے ہیں۔ پارسیوں کا اس عجیب رواج سے یہ مقصود ہے۔ کہ انکے اربعہ عناصر۔ خاک باد۔ آب و آتش میں کثافت نہ شامل ہونے پائے۔ جو لاش کے گاڑنے۔ جلانے یا دریا میں پھینکنے کی حالتوں میں۔ کثیف ہو جاتی ہیں۔ اسی خیال سے راسخ الاعتقاد پارسی حقہ بھی نہیں پیتے۔ اس لیے کہ وہ نہیں چاہتے۔ کہ اُنکے جسم کی لطیف ہوا۔ اُس کے دھوئین سے۔ خراب اور کثیف ہو لیکن۔ اب پھر مغربی بت کے بتیوں کی طرف رجوع کیجیے۔ تو جو مختا طریقہ لاش کو ٹھکانے لگانے کا یہ ہے کہ اُس کے گوشت و استخوان کے ہزار ہا۔ ٹکڑے کر کے۔ اُن کو دریا میں ڈال دیتے ہیں۔ (اڑنت) کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ لاش کو پہلے۔ ہفتہ دو ہفتہ کے لیے گاڑ دیتے ہیں۔ اور پھر اُٹھا کر۔ اُسی یا اڑنے والے جانوروں کے حوالہ کرتے ہیں۔ یا ریزے۔ ریزے۔ کر کے دریا میں ڈال دیتے ہیں۔ جو شخص کسی خاص مُملک مرض سے مرتا ہے اُس کی لاش ہمیشہ دفن کی جاتی ہے۔ یا کسی گڑھے میں دبا کر۔ اوپر سے

مٹی ڈال دیتے ہیں۔ خاص خاص باتوں میں مغربی بت کے اس حصہ کے
 ادواجات۔ اور وسط بت کے وہ ادواجات۔ جن کا کرنل ویڈل نے
 ذکر کیا ہے۔ علی کارروائی کے لحاظ سے بہت مشابہ ہیں۔ مثلاً اچھا ختم
 پانے کے لیے۔ بہشت کی راہ دریافت کرنے کے لیے۔ اور ان سب
 سے ضروری و مقدم تر بات۔ کسی بڑے زک سے کسی اچھے زک میں
 لیجانے کے لیے۔ یا ادنیٰ درجہ کی۔ جون۔ بہشتی۔ چٹا کر۔ کسی اعلیٰ طبقہ ہستی
 میں پہنچانے کے لیے۔ لاماون کا وسیلہ لازمی ہونا۔ چنانچہ بت میں
 ایک مثل مشہور ہے۔ کہ بے لاما کے وسیلہ کے دربار الہی تک۔ کسی کی
 گزرنہیں ہوتی۔ بھوٹیوں کی رسمیات ان کل باتوں سے بہت ملتی ہیں۔
 ان کے یہاں بچے اور بڑے کی موت کے رسمیات میں فرق ہے۔ اور
 یہ بچے اور بڑے میں ان کے دانتوں کے لحاظ سے فرق کرتے ہیں۔
 جہاں کسی بچہ کے دودھ کے دانت ٹوٹنے۔ اور بچے دانت نکلنے شروع
 ہوئے۔ اُسی وقت سے وہ بچوں کے زمرہ سے نکل کر۔ بڑوں میں شمار
 ہونے لگتا ہے۔ چھوٹے بچوں کو۔ اُون میں لپیٹتے ہیں۔ اور اس طرح
 کاڑتے ہیں۔ کہ منہ۔ پورب کی طرف ہو۔ سر اتر کی طرف۔ اور پیر دھن
 کی طرف۔ پھر کچھ اور رسم ان کی نہیں ہوتی۔ بجز اس کے۔ کہ بچہ کے دوسرے
 دانت نکلنے لگے ہوں۔ تو اس کے ہم عمر بچوں کو۔ چانول کا بھات
 کھلا دیتے ہیں۔ بڑے آدمیوں کی لاش کو۔ گھٹنے ٹھوڑی سے ملا کر۔
 ایک سفید کپڑے کی پھیلے۔ (کٹیرو) میں۔ بند کرتے ہیں ہندوؤں کی طرح

لمبا نہیں لٹاتے۔ پھر اُس پھیلے کا منہ۔ ایسے ڈورے سے۔ بیتے ہیں۔ جو
 اُلٹی طرف سے کا تا گیا ہو۔ ارٹھی اسی قسم کی ہوتی ہے۔ جیسے کہ ہندوؤں
 میں ہوتی ہے۔ یعنی دو لمبے بانسوں میں۔ آڑے۔ آڑے۔ ڈنڈے۔
 بندھے ہوتے ہیں۔ اس ارٹھی پر۔ لاش کو پورب کی طرف اُس کا منہ
 کر کے رکھتے ہیں۔ اور سر آگے کو کر کے۔ لے چلتے ہیں۔ مرد کی ارٹھی
 کے سامنے۔ ایک سوتی سفید کپڑا بندھا ہوتا ہے۔ اور عورت کی ارٹھی
 کے سامنے۔ اونی۔ یہ اونی کپڑا۔ عورتوں کے واسطے۔ عورتیں
 بالخصوص خود تیار کرتی ہیں۔ اس کپڑے کو قرابت مند عورتیں
 اپنے سر پر ڈال کر۔ اور اپنے چکلے۔ کو اُلٹی طرف سے پنکر۔ ارٹھی
 کے آگے آگے چلتی ہیں۔ اس کپڑے کو۔ ام لوگرا۔ (ام منی راستہ
 اور لوگرا۔ کپڑا) کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے۔ کہ وہ کپڑا جس کے سہارے۔ سے
 ستونی کی روح۔ لاش کے ساتھ ساتھ باسانی چلی آئے۔ اہل جن میں
 بھی کچھ کچھ اسی قسم کا دستور ہے۔ وہ ایک سفید جھنڈی سے یہ کام لیتے
 ہیں۔ لاش کے ساتھ۔ سب سے آگے ایک چھوٹا لٹکا۔ یا لٹکی۔ چتا
 جلانے کے لیے۔ آگ ہاتھ میں لیے چلتا ہے۔ اُس کے پیچھے عورتیں۔
 ام لوگرا۔ پکڑے پکڑے۔ چلتی ہیں۔ اور اُن کے پیچھے رشتہ دار مردوں
 میں سے چار شخص ارٹھی لیے چلتے ہیں۔ اور اُن کے پیچھے۔ گاتوں کے
 لوگ۔ ایندھن لے کر چلتے ہیں۔ مردوں میں سے کل رشتہ دار راتہ بھر
 سر پر سے ٹوپی اتارے رکھتے ہیں۔ مرگھٹ بالعموم ندی کنارے ہوتا ہے۔

(نیل کیچ کے قریب ایک دشوار گزار سبھاڑی کا نظارہ)



چتا کے چاروں طرف پتھرون کا حلقہ بنا کر چنتے ہیں۔ اور وہ کپڑے
جو آدمی۔ مرتے وقت پہنے ہوتا ہے لکڑیوں کے ساتھ چتا میں۔
رکھ دیتے ہیں۔ زان بعد۔ کوئی شخص ماتم کرنے والوں میں سے لاش کو
اٹھا کر۔ چتا پر رکھ دیتا ہے۔ اور اس کے منہ کے پاس سے تھیلے کو کاٹ کر
کوئی قیمتی دھات۔ سونا یا چاندی بلکہ موتی بھی۔ مردہ کے منہ میں رکھ دیتے
ہیں۔ اور اس طرح۔ وہ لاش شدہ یعنی پاک ہو جاتی ہے۔

دوسرے دن۔ پھر مرد اور عورتیں مرگھٹ کو جا کر۔ پتھرون کے
حلقہ کو گرا دیتے ہیں۔ اور اس جگہ کو دھو ڈالتے ہیں۔ اور ایک جلی ہوئی
چٹھی ساتھ لے آتے ہیں۔ اس ہڈی کو مرد ٹوپی۔ اتار کر۔ اور عورتیں

اپنے چکلہ کو اُلٹی طرف سے پہن کر۔ نہایت ادب اور تعظیم کے ساتھ۔
لوہے یا مٹن کے ایک صندوق میں رکھ۔ اُس مقام کو لیجاتی ہیں۔ جو
مردوں کی ہڈیوں کے مقام کے۔ نام سے مشہور ہے دھرگانوں میں
ایک یا ایک سے زیادہ ایسے مقام ہوتے ہیں۔)۔ بیان دونوں طرف۔
لوگوں کی نگاہ بچانے کے لیے پردے۔ کھڑے کر لیتی ہیں۔ اور دو ٹرکیاں
ایک آٹے کا پیالہ۔ ہاتھ میں لے کر۔ اور دوسری پانی کا آفتابہ لے کر
آٹے اور پانی سے زمین کو چھڑکتی ہیں۔ اور مرد وہاں ایک گڑھا کھود کر
اُس ہڈی کو جمعہ صندوق زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد
چاروں گوشوں میں چار چار فیٹ کے فاصلہ پر حد بندی کے ستونوں
کی مثال۔ چار سرکنڈے کھڑے کرتے ہیں۔ اور اُنکے سروں کو۔ تین
مختلف رنگ کے ڈوروں سے۔ یعنی سرخ سفید اور زرد رنگ کے
ڈوروں سے باندھ دیتے ہیں۔ پھر ایک دو شاخہ لکڑی۔ ٹھیک اُس
جگہ پر کھڑی کرتے ہیں۔ جہاں ہڈی دفن ہے۔ اس لکڑی کی ایک شاخ
میں سے۔ اگر مرد کی موت ہوئی ہے۔ تو ایک جوڑا نئے جوڑے کا۔ اور
لورت مری ہے تو ایک جوڑا لمبے بوٹ۔ (باج) کا۔ لٹکاتے ہیں۔ اور
دوسری شاخ سے ایک پانی بھری۔ توہنی۔ لٹکاتے ہیں۔ اس توہنی
کے نیچے۔ ایک رکابی میں آٹا۔ اور اُس کے اوپر گھی پڑا ہوا رکھتے ہیں
اور چونکہ توہنی کے پیندے میں ایک چھوٹا سا سوراخ ہوتا ہے۔ اسلئے
اُس میں سے ہر وقت قطرہ قطرہ پانی۔ اس غذا یعنی آٹے۔ اور گھی کی رکابی

پٹکنا رہتا ہے۔ یہ ہندوؤں کے طریقے کی نقل ہے۔ جو پیل کے پٹین پانی کا ایک گھڑا باندھتے ہیں۔ آئین نیچے کی طرف ایک سوراخ ہوتا ہے اور اُس میں ایک کپڑے کی تہی لگی ہوتی ہے۔ جس کی راہ سے قطرہ قطرہ پانی ٹپکا کرتا ہے۔ یوں وہ گویا متوفی کی روح کی پیاس بجھاتے ہیں۔ جس کا منہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے۔ کہ وہ اُس سے زیادہ گھونٹ نہیں لے سکتے۔ اس لیے کہ اُس کی بساط ہی مساکر کے انگوٹھے کے برابر ہے۔ اُس رات کو یعنی جس دن ہڈی دفن کرتے ہیں۔ دعوت ہوتی ہے۔ اور متوفی کی روح کے لیے خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ کہ گھر کے باہر دو لکڑیوں پر ایک پتھر رکھ کر۔ اُس پر تھوڑے سے پکے چانول رکھتے ہیں۔ اور گائوں کے سن رسیدہ اور بزرگ شخص۔ اُن لوگوں کی روحوں سے جو پہلے مر چکے ہیں جنہیں پیشی۔ (پی۔ قدیم) کہتے ہیں خاص طور پر۔ یہ التجا کرتے ہیں۔ کہ آپ اس کھانے کو نوش نہ فرمائیں اور متوفی کو اس سے محروم نہ رکھیں۔ اس بات کی سخت احتیاط کی جاتی ہے۔ کہ گھر والوں کے کھانا کھانے سے پیشتر۔ ہر روز دن میں تین مرتبہ متوفی کے نام کا حصّہ نکالا جائے۔ اور جب تک۔ دھرنگ۔ یعنی رسم موت ادا نہ ہو جائے۔ تب تک یہ سلسلہ برابر جاری رہے۔ روزِ مذکورہ بالا سے۔ دھرنگ کی۔ رسم کے ہونے تک کل رشتہ داروں میں گانا بجانا۔ بند رہتا ہے۔ مرد۔ بگڑی۔ اور دامن کان میں بالائین پہنتے (بائین میں پہننے کا مضائقہ نہیں) نہ جامتہ ہواتے ہیں۔ نہ سر کے

بال کھواتے ہیں۔ علیٰ ہذا۔ رشتہ دار مستورات دائیں ہاتھ کا زیور اتار رکھتی ہیں۔ اور چہرے کے سامنے کے بالوں کو گوندھتی نہیں۔ ادھر ادھر لٹکنے دیتی ہیں۔ اور بعض اوقات کل زیور سوائے ایک مونگے کی مالا۔ اور بازو بند یا پہونچون کے تین برس کے لیے اتار رکھتی ہیں اگر ستونی کی وفات کسی مرض متعدی۔ مثل چچک۔ یا ہیضہ وغیرہ کے سبب سے ہوئی ہو۔ تو اُس کی لاش کو جلانے نہیں۔ بلکہ دفن کر دیتے ہیں۔ یا پانی میں ڈال دیتے ہیں۔ اور اس صورت میں اُسکی ٹہری بھی نہیں رکھتے۔ بلکہ صرف ایک دانت اُس مقام پر رکھنے کے لیے جو ذخیرہ استخوان ہے۔ رکھ لیتے ہیں۔ جدام کے مرض سے وہ اتنا ڈرتے ہیں۔ کہ جو اس مرض سے مرتا ہے۔ اُس کی کوئی شے۔ یعنی دانت تک بھی نہیں رکھتے۔ بیان اور چٹان کی پٹی والے۔ وفات کے بعد۔ لاش کو فوراً جلا دیتے ہیں۔ لیکن ورمایچی والے۔ صرف کاتاک کے مہینے میں۔ یعنی سال بھر میں۔ ایک مرتبہ جلانا جائز رکھتے ہیں۔ اور اس عرصہ تک کے لیے۔ اُس لاش کو زمین میں گاڑ دیتے ہیں۔ پھر اُکھاڑ کر جلاتے ہیں۔ یہ ایک نہایت کریہ۔ اور اصول صفائی کے خلاف دستور ہے۔ اور تبت والوں کے دستور کے مشابہ ہے۔ ورمایچی کے برگنہ کے بھوٹے۔ مراسم مرگ کو گوان کہتے ہیں۔ لیکن مغربی تبت کے بھوٹیوں کی اصطلاح میں۔ اُن کا نام۔ وُھرنگ ہے۔ زمانہ سابق میں یہ رسمیات کل بھوٹیوں میں۔ حتیٰ کہ۔ جو ہارینیٹی۔ اور مانا

(لپو لیکھ کے قریب۔ درختوں کی سطح کے اوپر کا ایک خوشنما منظر)



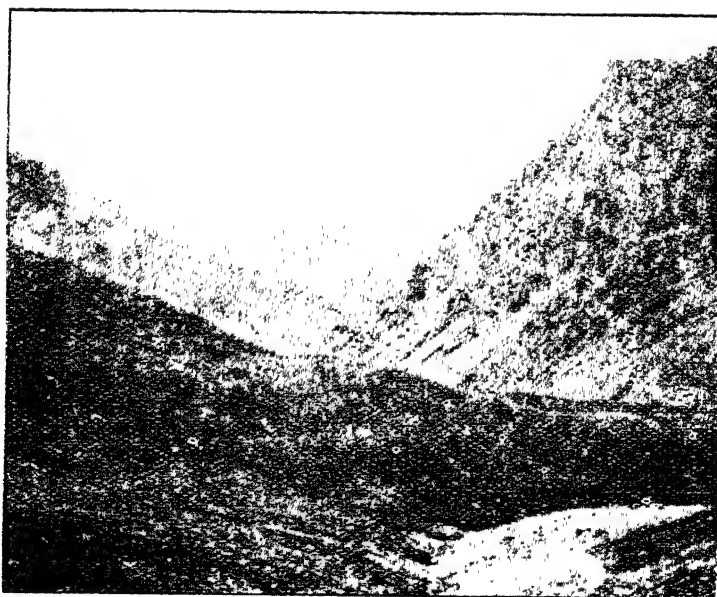
کے
لوگوں
میں
بھی
رہائے
تھیں
مگر
نی
زمانہ
مغربی
بے

کے راجپوت بھوٹیوں نے۔ انھیں قطعی ترک کر دیا ہے۔ مگر نواح کے
ڈومرے ابھی تک انکی پابندی کیے جاتے ہیں۔ رسم گوان کی تاریخ مقرر
کرنے کے لیے کنبے والے گائوں کے سن رسیدہ اشخاص اور بزرگوں کو جمع
کرتے ہیں۔ اور ہزوال مرہ یعنی اندھیری راتوں کے ایام میں کوئی تاریخ
مقرر کی جاتی ہے۔ اس رسم گوان میں۔ بستونی کا قایم مقام ہمیشہ ایک
جانور قرار دیا جاتا ہے۔ اسے یا کہتے ہیں۔ بعض مقامات میں سرگڑے
اس کام کے لیے بہتر سمجھی جاتی ہے۔ اور اسکو ترجیح دی جاتی ہے۔ کہ جسکی
پیشانی سے دم تک سفیدی۔ صاف اور روشن ہو۔ لیکن دیگر مقامات میں

ہندوؤں کی صحبت کے اثر سے۔ سوائے دُورون کے سُرگائے کو۔ اس خیال سے پسند نہیں کرتے۔ کہ سُرگائے بھی گائے ہے۔ اور گائے کا مارنا۔ ہندوؤں میں۔ سخت زبوں۔ اور داخل گناہ ہے۔ بلکہ بجائے سُرگائے کے۔ بھیڑیا بکری۔ اس کام کے لیے پسند کرتے ہیں۔ اس کا انتخاب بھی خود متوفی کی روح پر متوفی ہے۔ اور وہ اپنی پسند کا اظہار۔ اس طرح پر کرتی ہے۔ کہ جب اُس کے عزیز و اقارب چانول پھینکتے ہیں۔ تو وہ پسند شدہ جانور کو دُوم پلانے کی تحریک کرتی ہے۔ اور وہ جانور نہ ہو یا مادہ۔ یہ متوفی کے مرد یا عورت ہونے پر منحصر ہے۔ اس رسم کا۔ ایک جزو لازمی سیا کڑا کی موجودگی ہے۔ سیا کڑا۔ اُس ضعیف شخص کو کہتے ہیں جو آئندہ زندگی کی روایتوں سے آگاہ ہو۔ اور اُس کا یہ کام ہے۔ کہ وہ متوفی کی روح۔ نوشیسی۔ (نومعنی نیا) کو یہ ہدایت کرے۔ کہ بہشت میں۔ پہنچنے کے لیے۔ کس راہ سے جانا چاہیے۔ اور اُٹنا راہ کے خطرون سے کیونکر بچنا چاہیے۔

گو ان کی رسم چار دن تک رہتی ہے۔ اور پہلے دن کی خاص خاص رسمیں یہ ہیں۔ کہ متوفی کے رشتہ دار۔ گائوں سے باہر۔ یا۔ کو کسی مقام پر لے جاتے ہیں۔ اور اُس کے ساتھ متوفی کا ایک جوڑا کپڑا۔ اور کچھ زیور لے جاتے ہیں۔ اُس مقام پر پہنچکر۔ یا کے وہ کپڑے باندھ دیتے ہیں۔ اور اُس پر جو پھینکتے ہیں۔ اور اُس وقت سے۔ اُسے متوفی کا

قائم مقام مان کر۔ سابق کے مرے ہوئے لوگوں کی۔ روحوں پیشوں سے التجا کرتے ہیں۔ کہ وہ۔ نواز اودشدہ روح۔ (نوشیمی) کے حصہ کا کھانا صرف نہ فرمائیں۔ پھر اس روز کی طرح جبکہ لاش جلانے کو لیکے تھے پریشین (جماعت) بنا کر یا۔ کو لیجاتے ہیں۔ ام لوگرا۔ یعنی سوتی سفید کپڑا۔ یا کے سینگوں سے باندھ دیتے ہیں۔ اور متوفی کی آگاہی کے لیے۔ ایک لکڑی کے تختہ پر۔ گیلے آٹے سے اُس کل آٹے۔ اور اور چیزوں کی تفصیل لکھتے ہیں۔ جو متوفی کی بہبود کے لیے مہانوں کی خاطر تواضع میں صرف ہوتی ہیں۔ بھوٹے چونکہ تجارت پیشہ اور با معاملہ لوگ ہیں۔ اس لیے انھیں یہ پسند ہیں۔ کہ اُن کے۔ اور متوفی کی روح کے باہم اس رقم کی بابت جو متوفی کے نام پر صرف کی گئی کسی قسم کی (لیپو لیکھ کے قریب کا ایک منظر)



بگمائی ہو۔ اور وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ چونکہ متوفی خود با معاملہ شخص تھا اس لیے یہ حساب کی صفائی۔ اُسے بہت پسند ہوگی۔ دوسرے دن کی کارروائی بھی مثل پہلے دن کے ہے۔ لیکن تیسرے دن۔ وہ۔ یا۔ کو (یا شام) لیجاتے ہیں۔ جہاں ہڈیاں گرطی رہتی ہیں۔ اور جہاں متوفی کی ہڈی موصندوق۔ دفن ہے۔ اُس روز وہ صندوق کو زمین سے نکالتے وقت۔ عام لوگوں کی نگاہ بچانے کے لیے پھر دونوں طرف پردے کھڑے کر لیتے ہیں۔ اور صندوق کو زمین سے نکالتے ہی فوراً۔ ایک شتر کے اندر جبکا نام۔ اُنکی اصطلاح میں۔ روح کا بوٹ ہے۔ اور جو ایک رات پہلے تیار کیا جاتا ہے۔ رکھ دیتے ہیں۔ روح کا بوٹ۔ رشتہی باتج یا باکچ (کپڑے کا ایک گول بلیں سا۔ کوئی چھانچھ لمبا ہوتا ہے۔ اور اُسکے تلے میں چٹا بھی لگا ہوتا ہے۔ یہ نہایت مختصر اور بھدانا ہوتا ہے۔

اس کے بعد۔ پھر اور دونوں کھڑچ۔ ایک پریشین (جماعت) بناکر۔ روانہ ہوتے ہیں اور گاؤں میں پہونچکر۔ یا۔ کو کھلاتے ہیں۔ اور روح کے بوٹ کے اندر رکھی ہوئی ہڈی۔ اور متوفی کے کپڑوں۔ کو گھر میں لے آتے ہیں۔ اُسوقت پھر سیا کڑا۔ یعنی علم روحانی کا ماہر۔ متوفی کی روح کو نصیحت کرتا ہے۔ اور یہ مجال نہیں۔ کہ رات دن میں۔ وہ ضعیف العمر شخص۔ ایک لمحہ کو بھی دم لے سکے خواہ۔ اُسے نیند کتنا ہی۔ کیون نہ سائے۔

اسکے بعد۔ ایک نوکھے قسم کے ناچ کی رسم کی۔ باری آتی ہے۔ اُن ناچ میں۔ کل

۱۸ گاؤں کے لوگ جنھیں (گرگھال کہتے ہیں) بھی صاف باندھکر شریک ہوتے ہیں۔ یہ متوفی

کے گھر تک۔ ناچتے ہوئے جاتے ہیں۔ اور وہ ان کی دعوت ہوتی ہے
اکثر گھر والوں کو اس قدر صرف کرنے کا مقدور نہیں ہوتا۔ تو کل رشتہ داروں
کے گھروں سے تھوڑی تھوڑی سی جنس لیتے ہیں۔ جب گائون کے
لوگ ناچتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ اُس وقت مرد۔ کھانا پکانے کے
برتن۔ اور تھال تھالیاں۔ گھر سے نکال بجانے لگتے ہیں اور لڑکیاں
مشعلیں۔ ہاتھوں میں لے کر چلتی ہیں۔ بالآخر کل ناچنے والے ایک
طرف کو جاتے ہیں۔ اور اور لوگ تھالی بجاتے۔ اور مشعلیں لیے ہوئے
دوسری طرف کو۔ اخیر روز۔ یا پونگم کو عیسیٰ یا کے تلف کرنے کا دن
ہوتا ہے۔ گویا اُس روز وہ متوفی کی روح سے قطع تعلق کرتے ہیں
اُس روز۔ جو وقت حضرت سیاکر۔ واجب العظیم۔ روح کو نصیحت کرنا ختم
کرتے ہیں۔ اُس وقت وہ تپلا باہر لایا جاتا ہے۔ اور اُس پر سے
کپڑے اتار کر۔ یا۔ کو پہنائے جاتے ہیں۔ پھر ایک آدمی۔ اُسے گائون
کے باہر۔ کہین دور لیجا تا ہے۔ اور اس روز۔ کل گائون والے۔ اُس بچہ
جانور کو اس خیال سے مارتے۔ اور اُس کے پیچھے دوڑتے ہیں کہ وہ بھاگ
جائے۔ اور پھر نہ آئے۔ علاقہ چڈان میں۔ تو وہ پہاڑوں میں آزاد پھرتا
رہتا ہے۔ لیکن اور اور جگہ۔ بیچ قوم کے بھوٹے۔ اور تپتی۔ اسے فوراً
مار ڈالتے ہیں۔ اور کھا جاتے ہیں۔ گائون والے متوفی کی روح کے
رخصت ہو جانے سے اس قدر خوش ہوتے ہیں۔ کہ اُدھر سے وہ گاتے
جاتے لوٹتے ہیں۔ پھر وہ حجامت بنواتے ہیں۔ بال کٹواتے ہیں۔

(د فرد و گاہ مقام بودھی)



سر دھوتے

ہین۔

کان اور

ہاتھوں

مین۔

چھلے اور

بالے

پہنتے ہین

اب رہی

وہ ہڑی

اُس کا یہ

حشر ہوتا

ہے۔ کہ

آدھی اُس مین سے کسی اونچے مقام پر گاڑ دیتے ہین۔ اور آدھی کو بکنے مین سے کوئی شخص کسی متبرک مقام۔ مثل کیلاش اور مان سر دور وغیرہ پر لیجاتا ہے لیکن جب تک وہ اُس سے دہان نہیں پہنچا دیتا۔ جو اُس کا آخری مقام ہے۔ تب تک وہ شخص حجامت وغیرہ نہیں بنواتا۔ سابق مین۔ وراہی کے لوگوں مین سے اگر کسی کو یہ منظور ہوتا تھا۔ کہ اُس کی وفات پر۔ اس کا کریا کرم۔ (مرام مرگ) بہت دھوم دھام سے کیا جائے تو وہ ایک بگل

بجا کر۔ عام لوگوں کو اپنے ارادے سے مطلع کیا کرتا تھا۔ پھر کوئی وارث متوفی کے شایان حال۔ کام کرنے میں کسر کرتا تھا۔ تو یہ سمجھے۔ کہ۔ اُسکی شامت آگئی۔ کل بھوٹان میں۔ بیوہ عورتیں سال بھر تک۔ بلکہ اور بھی زیادہ دنوں تک۔ زیور نہیں پہنتیں۔ بلکہ ناک کی نٹھ۔ یعنی شادی کے وقت کا بالا۔ بھی اُتار رکھتی ہیں۔ یہ اہل بت اور بھوٹیوں کے مراسم مگر میں جو بیان ہوئے۔ اور وہ شخص جسکی محض اوپری باتوں پر ہی نگاہ ہو۔ اُسے بھی یہ خیال ہوئے بدون نہیں رہ سکتا۔ کہ ان دونوں قوموں کی رسمیات ایک گونہ مشابہ ہیں۔

کسی قوم کے کچھ ہی حالات تاریخی ہوں۔ اور اس قوم کی طرز زندگی میں۔ نقل مقام یا اور اسباب کے تغیر و تبدل کی وجہ سے۔ کچھ ہی تبدیلیاں واقع ہوئی ہوں۔ مگر پھر بھی اُس قسم کے رواجات۔ جو امور زندگی کی چند ضروری باتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُس زمانہ قدیم کا نشان دیتے ہیں۔ جبکہ قوم مذکور کسی دوسرے مقام پر۔ دوسرے لوگوں کی ہمسایگی میں رہتی تھی۔ اور اب اُن قوموں کا موازنہ۔ جن کی رسم و رواج ہم شکل ہیں۔ اور جن کی زبان ملتی جلتی ہے صرف ایک ایسا ذریعہ ہے۔ جس سے وہ حالات تاریخی معلوم ہوتے ہیں جو کسی اور طرح نہیں ہو سکتے تھے۔

نوان باب

راستہ تجارت تبت

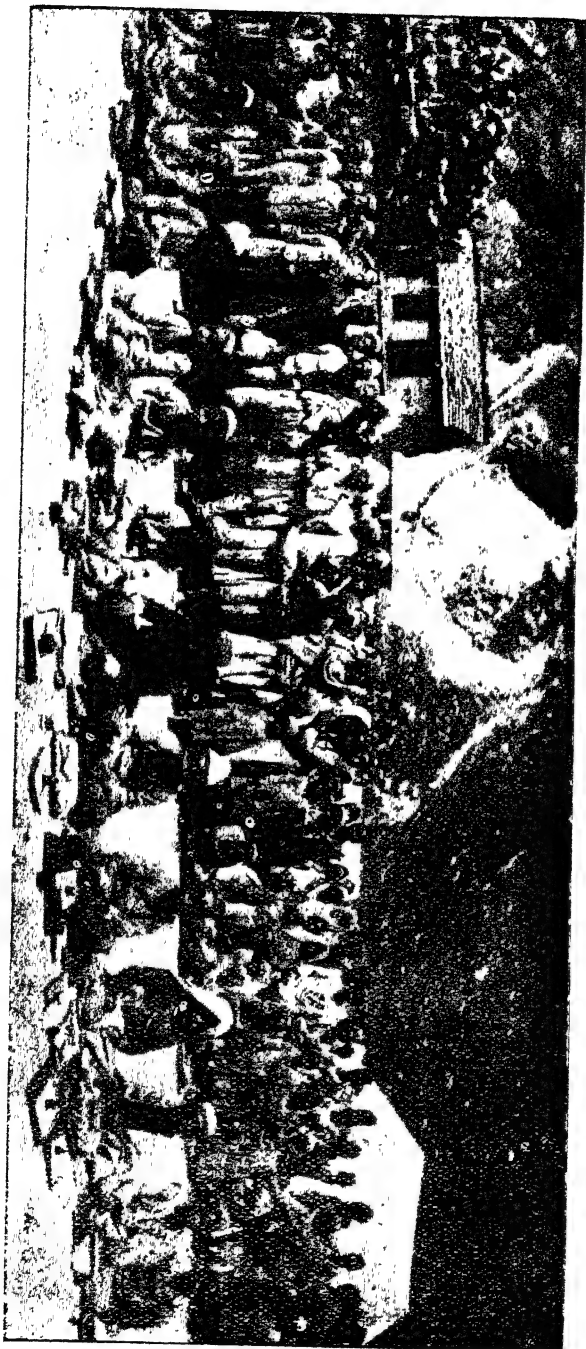
اب ہم پھر اپنے سفر کا حال بیان کرتے ہیں۔ اسکات سے درہ لیبو لیکھ کی سڑک پر۔ سب سے زیادہ خراب حصہ اس سڑک کا وہ ہے۔ جو نربانی۔ یا راہ بے آب کے نام سے مشہور ہے۔ بہت برس ہوئے۔ یہ نام اس جگہ کا۔ اُس وقت رکھا گیا تھا۔ جب کہ پہاڑوں کی چوٹیوں۔ اور خطرناک چٹانوں کے درمیان۔ راستہ بنایا جاتا تھا۔ اور وہاں پانی بہ دقت تمام میسر آتا تھا۔ موجودہ راستہ کی حالت گونا قابل اطمینان ہے۔ تاہم نسبت سابق کے بہت بہتر ہے۔ ہم تھیلہ کی۔ ۹ ہزار فیٹ کی بلندی سے۔ دس ہزار فیٹ اونچے درہ پر ہو کر۔ گالا گور دانہ ہوئے۔ جو قریب آٹھ ہزار فیٹ کے بلند ہے۔ یہاں پہلے اپنے ٹوچھوڑ دینے پڑے اس لیے کہ اُن کو نربانی کی راہ سے۔ جلد اور بہ آسانی لیجانا محض ناممکن تھا۔ یہ سچ ہے۔ کہ بھوٹے۔ اپنے ٹوٹوں کو۔ اُن کا۔ سرو پونج پکڑے پکڑے۔ یا اُنکے ہاتھ پیر۔ باندھ کر اور ڈنڈے میں لٹکا کر۔ لیجاتے ہیں۔ مگر جو بوجھ اُن پر لدا ہوتا ہے۔ کل اُتار لینا پڑتا ہے۔ اور اس کل کارروائی میں بہت وقت صرف ہوتا ہے۔ یہ راستہ سیکڑوں فیٹ نیچا۔ سیدھا نشیب میں اُترتا چلا گیا ہے۔ اور اس کے پتھر۔ کچھ اس قسم کے واقع ہوئے ہیں۔ کہ اگر انکی سٹریٹھیاں سی بنی ہوں۔ تو ان پر آسانی سے اُترتے چلے جائیں

لیکن جہاں اُن کا یون ہی ایک ڈھیر سا ہے۔ وہاں سوائے بھیر بکری کے اور کسی جانور کو قدم تک رکھنا مشکل ہے کیونکہ راستہ بالکل خراب اور کھڑا ہے۔) مین نے۔ اس راستہ میں جسے ناعمان نوازہ اور سخت بے فیض۔ کہنا چاہیے۔ ایک بکری۔ اور اُس کے بچہ کی فوٹولی۔ یہ بچہ ایک سخت سیدھے۔ پہاڑ کے کنارہ پر۔ اور ایک ایسے مقام پر۔ جو راستہ بھر میں۔ نہایت خراب جگہوں میں سے ہے۔ اسی وقت پیدا ہوا تھا۔ اور بھوٹیا۔ گڈریے نے۔ بیچاری مان کو آدھ لگھنٹہ ہی۔ آرام لینے دیا تھا۔ کہ پھر گلے کو ہانک دیا۔ اور اس بچہ کو خود گود میں اٹھا کر لے چلا۔

بعض اوقات۔ ہمارے دوسری جانب۔ دریا کانپال کی طرف کا (زبانی کے راستہ میں ہزار فٹ کی بلندی پر بکری کے بچہ پیدا ہونا بکری درمیان میں ہے)



دگر بیا نکلا د رسد روکون کے ساتھ ایک لڑکی بھی پڑھتی ہے



کنارا اتنا قریب ہو جاتا تھا۔ کہ گڑھل کو جو سا بر کی قسم کا ایک ہرن ہے۔ اور جسے اُس دھڑ دھڑا نی غدی کے اس پار سافرون کے آمدورفت کی مطلق پروا نہیں ہوتی۔ اور بے تکلف چرتا رہتا ہے۔ گولی سے مار دیجئے۔ مگر شکار کے بعد۔ گو اس کا جسم عموماً مل جاتا ہے لیکن نہایت دشواری سے چونکہ نیپال والوں کو۔ پل بنانے کی۔ کچھ بہت پروا نہیں ہے۔ اس لیے قلی کوڑی کے۔ اس پار جانے میں بہت دقت پیش آتی ہے۔ اور چلا بھی جائے۔ تو اسکو۔ ایسے سیدھے۔ اور کھڑے ہپاڑوں پر جانا ہو گا۔ کہ تھوڑی دور جانے میں بھی بہت دیر لگ جاتی ہے۔ اکثر شکار کو۔ لشکر تک لانے میں قلیوں کو دو دو دن صرف ہو جاتے ہیں۔ اور اس موقع پر جو ایک ہرن ہنسنے شکار کیا۔ تو اُسے تین دن میں گریبانگ لے کر پہنچے۔ اور اُسکی وجہ یہ تھی۔ کہ وہ ایک ایسی جگہ پر گرا تھا۔ جہاں گزر بہت مشکل تھا۔ گریبانگ میں پہنچنے سے قبل۔ ہم نے مالپا میں۔ دریائے کنارہ۔ اور بوچی میں مقام کیا۔ اور یہ دونوں بہت چھوٹی چھوٹی منزلیں تھیں لیکن چونکہ موسم برسات خاص طور پر تکلیف دہ تھا۔ اور سڑک بھی۔ از بس خراب تھی۔ اس لیے کل قافلہ کو۔ چھوٹے چھوٹے کوچ کرنا لازمی تھا۔ اب پرستہ۔ کچھ دنوں ہی میں۔ بہت درست ہو جائیگا۔ بلکہ نئی داغ سیل لگ بھی گئی ہے۔ اسکی تیاری پر یہ بہت کے آسان ترین راستوں میں سے ایک راستہ ہو گا صرف ایک نہ پانی کے مقام کی دقت ہے۔ ورنہ ٹنک پور سے لے کر۔ جو میدان میں۔ نکلا کوٹ تک۔ جو بہت میں۔

واقع ہے۔ نہایت اعلیٰ درجہ کی سڑک۔ جس پر گھوڑے۔ ٹوٹے بے تکلف چلے جائیں۔ بہت آسانی سے اور تھوڑے صرف میں تیار ہو سکتی ہے۔

گربیانگ۔ ایک نہایت قابل لحاظ مقام ہے۔ چھ مہینے تک وہاں پولیس پیشکار کا صدر مقام رہتا ہے۔ پھر وہ تجارت کا ایک بڑا بھاری مرکز ہے اور وہاں ایک عمدہ مدرسہ بھی ہے۔ بدھ کی جانب سے۔ بہت ہی بدھی بڑھائی۔ چڑھ کر جائے۔ تو ایک ایسے مرتفع میدان میں پہنچتے ہیں جس کی بلندی دس ہزار فٹ سے بہت زیادہ ہے۔ یہاں لوگوں نے زمین میں کھیتیاں کھود رکھی ہیں۔ اور انہیں بہت کچھ اناج بھرا کھا ہے۔ اسکا سبب یہ ہے کہ ڈوکپا کے اہل بت۔ نہایت دولت مند شخص ہیں۔ اور بار بار اسی کے جانوروں میں سے۔ صرف سراگائے۔ اور بت کی بڑی بڑی بھیر میں رکھتے ہیں۔ پس یہ اس خوف سے۔ کہ ان کے جانوروں کو نقصان پہنچے گا۔ اور وہ بیمار ہو جائیں گے۔ دس ہزار فٹ سے زیادہ نیچے مال لیکر نہیں جاتے۔ اور وہ جانور بھی باریک ہوا میں رہنے کے کچھ ایسے عادی ہیں۔ کہ اگر انھیں۔ اس سے باہر لے جائے تو مر جاتے ہیں۔ پس یہ مقام جسے گربیانگ کا دروازہ کہنا چاہیئے۔ مال کی خرید و فروخت کا مرکز ہے۔ یہاں مہینوں تک۔ بلا اس خوف کے۔ کہ کوئی اسے چرائے لیجائے گا۔ اناج کھتوں میں بھرا رہتا ہے۔ اور اسے سیل سے بچانے کے لیے کھتوں کے اندر برج کے درخت کی چھال بچھا دیتے ہیں۔

گربیانگ کے دروازے پر۔ تین پتھر ملتے ہیں۔ جو بڑے اہتمام کے

(دریاؤں کا سنگم) - کوئٹہ کی دہلیز (دریائے گندھارا اور خیبر پختونخوا کے درمیان مقام کوئٹہ)



ساتھ اس عرض سے۔ کھڑے کیے گئے ہیں۔ کہ شہر کے اندر۔ بھوت پلیڈوں کا دخل نہونے پائے۔ اور اس کے قریب ہی۔ ایک اور ستون ہے جس کے ہیبت ناک واقعات کی یاد۔ گائون والوں کے دل۔ اب تک تھر تھرا دیتی ہے۔ گذشتہ زمانہ میں۔ بت کے جنگ پن۔ بغرض انصاف اس ستون سے مجرموں کو بندھوا کر۔ کوڑے لگوا کر تے تھے۔ اور یہ ایک واقعہ ہے۔ جس سے اس حصہ ملک کا زمانہ سابق میں۔ بت کے ساتھ۔ خاص تعلق ہونا۔ ثابت ہوتا ہے۔

گر بیانگ کے مقابل۔ نیپال کی جانب۔ جہانگرد۔ گائون کے مستقل ایک کھوہ یا۔ گچھا ہے۔ جو قابل دید ہے۔ یہ گائون مذکور سے کوئی ۲۰ ہزار فیت بلندی پر واقع ہے۔ اس کی بڑی سیڑھی اونگھن چڑھائی ہے۔ اور چونکہ کسی طرف سے راستہ کا نشان نہیں معلوم ہوتا۔ پس جب ہم پارسال اس پر چڑھے۔ تو ہکو کانٹے اور جھاڑیوں میں ہو کر جانا پڑا۔ گذشتہ زمانہ میں۔ یہ دور تک پہاڑ کے اندر چلی گئی تھی۔ لیکن اب ایک طرف پہاڑ کے گر جانے کی وجہ سے بہت مختصر رہ گئی ہے۔ ہکو۔ اسپن۔ مرد۔ عورتیں۔ اور بچوں کی لاشیں پڑی ملین۔ اور اس کے اندر بوجہ کثرت خشکی کے بعض لاشوں کا گوشت پوست اور بال ابھی تک اُسی حالت میں موجود تھے۔ کہ جسے دیکھ کر ہمیں تعجب ہوا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ چند سال ہوئے چورون نے۔ اس کھوہ کو۔ بنظر غارتگری۔ خوب اچھی طرح دیکھا بھالا تھا۔ اس لیے کہ بت سی لاشوں پر سے قیمتی زیور۔ اور کپڑے اترے ہوئے تھے۔ ورنہ یہ ایک

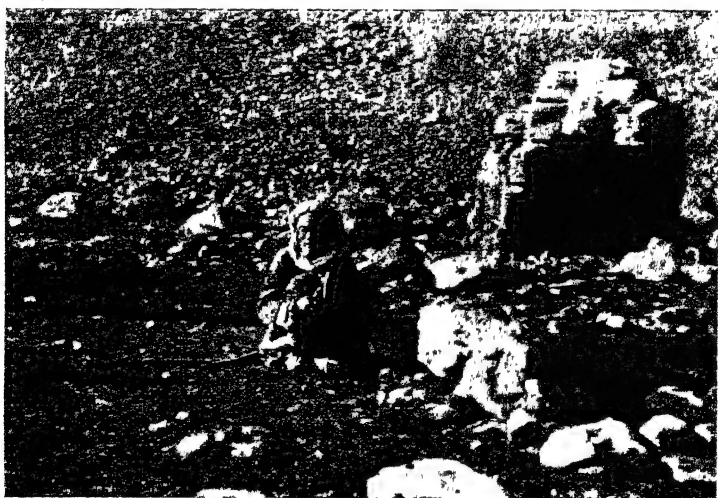
اُن مقاموں سے ہے جس کی سیر سے ایک ماہر فن کی محنت وصول ہو جاتی ہے۔ عام شہرت یہ ہے۔ کہ اس ملک کے قدیم اور اصلی باشندے اس کھوہ میں رہا کرتے تھے۔ اور فی الواقع۔ یہ ایک ایسے موقع پر واقع ہوئی ہے۔ کہ ایک بڑے مضبوط قلعہ کا کام دے۔ اور سو برس ہوئے گورکھوں کے عہد میں۔ جنگ کے زمانے میں شہر کے لوگوں نے۔ اسی کھوہ میں پناہ لی تھی۔ لیکن فی الحال صرف ہندو فقیر۔ وہاں جاتے ہیں۔ جو بھی بہت کم۔ برخلاف اس کے معمولی بھوٹیوں کا یہ خیال ہے۔ کہ وہاں بھوت پلید رہتے ہیں۔ اور اس سے بہر حال بچنا چاہیے۔ بہت سے لوگ جن کو کبھی وہاں جانے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ اس بات سے خوش تھے کہ ہمارے ساتھ اُن کو اس کھوہ کی سیر کا موقع ملے گا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ہماری موجودگی میں انھیں کوئی بھوت پلید نہیں سا سکتا۔

گر بیانگ سے کالے پانی تک۔ راستہ ایک سطح میدان۔ اور کوہ ہالیہ کے نہایت خوش نما منظر دن میں ہو کر گزرا ہے۔ کالے پانی کو لوگ کالی ندی کا سوت سمجھتے ہیں۔ اور اس لیے۔ اُن کی نگاہ میں اُس کی بڑی وقعت ہے۔ کیونکہ وہاں کوئی نصف درجن چٹنے ایسے ہونگے جو خاص دریا میں جا کر گرتے ہیں۔ مگر جو اصل سوت ہے۔ وہ چند میل اونچے۔ چڑھ کر ہے ہمارے ہندو نوکر دن نے۔ علی الصباح۔ اول ندی میں۔ کچھ چانول پھینکے۔ اور پھر کڑا کڑاتے۔ جاڑے میں۔ نہاڈالے اس لیے کہ اُنکے نزدیک یہ ایک بڑے۔ ثواب کا کام تھا۔ ہندوؤں کے

رواج۔ اگرچہ گرم میدانوں کے مناسب حال اور موزون ہیں۔ لیکن ۱۲ ہزار فیٹ کی بلندی پر۔ علی الصباح نہانا۔ اور ایسی سردی میں۔ جبکہ تھرماسٹر کا پارہ بہت نیچا ہو۔ سخت بارش ہو۔ اور تندہ ہو چلتی ہو۔ کیڑے اُتار کر۔ رسوئی جیونا۔ بالکل دانائی کے خلاف ہے۔ اور مجھے کل راسخ الاعتقاد ہندوؤں کو۔ نہایت ملائمت مگر۔ استقلال کے ساتھ اس سے باز رکھنے کے لیے یہ سمجھانا پڑتا تھا۔ کہ تم کیوں اپنے حق میں کانٹے بولتے ہو۔ اور آپ اپنی ہلاکت کا باعث ہوتے ہو۔ بت کے سفر بھر۔ لشکر کے لوگوں کو ایسے چشموں میں نہانے سے۔ جنہیں برف کا پانی ہو۔ مگر جو خاص طور پر تبرک سمجھے جاتے ہوں۔ اور ننگے ہو کر۔ کھانے سے باز رکھنا ایک بڑا ہی مشکل کام تھا۔ اس لیے کہ اُفکا یہ عقیدہ تھا۔ کہ ہندو مذہب کا یہی حکم ہے۔ لیکن فی الواقع۔ کل راسخ الاعتقاد۔ ہندو اس امر کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ آب دہوا کی سختی کے لحاظ سے۔ ان معمولی قاعدوں میں۔ ہمیشہ کمی کرنی چاہیے۔ (قبول شخصے۔ کا یا رکھے

دھرم) جبکہ ہم دہلی پہنچے۔ پر جا رہے تھے۔ اُس وقت ہم نے بہت کچھ مال کی آمد و رفت دیکھی۔ کیونکہ ہمارا سفر خاص اُن ایام میں ہوا تھا۔ جو کہ تجارت کا عمدہ ترین موسم ہے۔ اس درہ سے۔ ۲۶ ہزار پونڈ سے زیادہ کا مال۔ ہر سال گزرتا ہے۔ اور جب راستہ کی کیفیت پر نگاہ کی جاتی ہے۔ تو یہ حیرت ہوتی ہے۔ کہ معمولی سوداگر۔ پانچ شلنگ کے مال کی بھی۔ کیوں

جو کھون سستا ہے۔ اور ہزار روپوں پونڈ کے مال کا تذکرہ ہی کیا ہے۔ اتنے ہزار درہ سے ۲۳ ہزار پونڈ سے زیادہ کا مال۔ ہر سال آتا جاتا ہے اور کل کماؤن کی تجارت جس میں کل درہ شامل ہیں۔ ۶۷ ہزار پونڈ سالانہ کی ہے۔ یہ اگرچہ کچھ بڑی تعداد نہیں ہے۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ساٹھ برس ہوئے۔ جب ہمارے آسان سے آسان درہ کی راہ سے یعنی درہ لپیو لیکھ کی راہ سے کل ۲۳ سو پونڈ کے مال کی آمد رفت تھی (دندھا آدمی جسکو پلو لیکھ کے درہ سے (۱۷۷۸) فیٹ) قلی نے اپنے کانڈھے پڑھا کر عہد میں پار کیا)



اور اب اس کی تعداد - گیارہ گنی سے بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ اور بہت سی باتوں سے یہ امید کی جاتی ہے۔ کہ آئندہ اس تجارت کو اور بھی فروغ ہو۔ اس لیے کہ بہت مین سونا۔ (جو ابھی تک کم کھڑا ہے) بیشمار بھیڑ بکریوں کا اون۔ نمک۔ سہاگا وغیرہ بہت چیزیں ہوتی ہیں اور اس جانب سے اناج۔ چار۔ تیار شدہ۔ اسباب۔ شکر۔ اور نقد روپیہ

جسکی وہاں بڑی قدر ہے بھیج سکتے ہیں۔ پھر درہ لپو لیکھ کی راہ اتنی آسان ہے۔ کہ جاتریوں کو۔ تو اس سے بہتر سڑک کا خیال بھی نہیں گزر سکتا۔ میں نے پار سال۔ ایک اندھے آدمی کی تصویر بھیجی تھی۔ یہ شخص درہ مذکور کو اتنا بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔ کہ اپنے گائون سے ٹکلا کوٹ تک جو تقریباً ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ ایک آدمی کے کندھے پر چڑھ کر گیا۔ اور مزدوری کی رقم بھی۔ کیا بڑی بھاری تھی۔ نصف کروں۔ یعنی قریب پونے چار روپیہ کے۔ گریبانگ سے ٹکلا کوٹ تک کا۔ سفر جو ۲۶ میل ہے۔ ایک دن میں۔ گھوڑے پر بہ آسانی طے ہو سکتا ہے۔ فقط

دسوان باب

مغربی بت۔ یا علاقہ ناری من اہل بت کے انتظام کا بیان
حال میں جو شہن پر از نتائج۔ بت کو روانہ ہوا تھا۔ اُس کی روانگی کے وقت تک۔ اچھے اچھے تعلیم یافتہ یہ نہ جانتے تھے۔ کہ جس ملک کو یہ تافلہ جارہا ہے۔ اُس کے کیا حالات ہیں۔ عوام کا بت کی نسبت صرف یہ خیال تھا۔ کہ وہ ایک لق و دق مرتفع میدان ہے جو چاروں طرف پہاڑوں سے گھرا ہے۔ اور انھوں نے صرف ایک لاسا کا نام سن رکھا تھا جو دار جیلنگ سے ۹۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ لیکن اب ہم بہت سے ناموں سے گاہہ ہیں مثلاً گیارسی ^۱نگاٹری

دلیپو لکھو درہ کے قریب پونچھو لوگ دہ ۱۶۸۵ (چڑھا ئی آسان ہے)



کرو لا۔ علیٰ ہذا دیگر بہت سے نام لیکن اب بھی جو کچھ واقفیت ہکو حاصل ہے۔ وہ بالعموم وسط بت کے متعلق ہے۔ گارتک اور مغربی بت ہنوز بہت سے شخصوں کے لیے ایک سر پر مہر کتاب ہیں۔ لاہسا وسط بت میں واقع ہے۔ اور اس سے آگے مشرق کی جانب جو ملک ہے۔ وہ مشرقی بت کے نام سے مشہور ہے۔ اور علاقہ نارسی۔ یا مغربی بت اُس ملک کا نام ہے جو ۱۶۹۰ فیٹ کی بلندی پر مریم یا مریم نامی درہ کی مغرب جانب واقع ہے جس میں دریا سے سون پور برہم پتر کا سوت ہے۔ لیکن جو رعایتیں ہکو گارتک کی نسبت از روئے عہد نامہ لاہسا حاصل ہوئی ہیں۔ وہ ان مراعات کے مقابلے میں جو مشرقی بت میں حاصل ہیں۔ اہل ہند کے حق میں بدرجہا۔ مفید اور کارآمد ہیں۔ ہندوستان میں زیادہ تر آبادی ہندوؤں کی ہے۔ جو نہ تجارت ہیں۔ نہ کان کن۔ نہ انھیں اُون اور سہاگہ کی پروا ہے نہ انھیں اس سے کچھ مطلب ہے۔ کہ زمین میں بہت کچھ دولت بھری پڑی ہے۔ خواہ کوئی کچھ کما کرے۔ انھیں جیسا ب جانتے ہیں ان باتوں کی پروا نہیں۔ اُن کی نگاہ میں۔ سب سے اول درجہ۔ اور مقدم مذہب ہے۔ اور فرایض مذہبی اُن کی نگاہ میں دنیا کی کل چیزوں سے بڑھ کر ہیں۔ یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ ہندو۔ ان چیزوں کی قدر کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔ جو اُن کے شوق مذہب سے تعلق رکھتی ہیں لیکن گارتک کو قریب سے قریب اور عہدہ سے عہدہ راستہ

سے جائے۔ تو آئنا راہ میں۔ وہ مقامات پڑتے ہیں۔ جنکو اہل ہندو نہایت متبرک سمجھتے ہیں۔ کیلاش۔ شیوجی کی بہت ۱۱۔ اور مان سرور جھیل۔ کا خیال اُن کی طبیعتوں میں وہی اثر پیدا کرتا ہے۔ جو کہ شریف کا خیال اہل اسلام کی طبیعت میں پیدا کرتا ہے اوسط درجہ کے ہندوؤں کے لیے۔ ان نہایت متبرک مقامات کے جاترا۔ اب تک۔ علی طور پر نام نہ تھے۔ مساکر کے سوڈ پڑھ سو فقیر۔ تارک الدینا۔ ایسے ہونگے۔ جو ہر سال۔ دشوار گزار ورون کی سختیاں۔ اور اہل بہت کی نامہ بانیاں برداشت کرنے کی ہمت کرتے ہوں۔ اور کبھ کے میلے پر جو بارہ برس میں ایک مرتبہ ہوتا ہے ان کی تعداد۔ چار سو تک پہنچ جاتی تھی۔ اور معمولی جاتری جو بدری ماتھ اور کدarna ماتھ کو خوشی بخوشی چلے جاتے ہیں جب اُس ملک اور اُس ملک کے باشندوں کی۔ ورشتی و درشت مزاجی پر خیال کرتے تھے۔ جہاں یہ متبرک مقامات واقع ہیں۔ تو اپنے دل ہی دل میں پست ہمت ہو کر رہ جاتے تھے۔ پس لاہسا کے عہد نامہ سے علاوہ دیگر فوائد کے جو حاصل ہوئے ہوں۔ یہ بات ضرور حاصل ہے کہ اب ہر ایک ہندو بلا روک ٹوک بہت کو جاسکتا ہے۔ اور حتی الامکان اُس کی جان و مال کی بھی حفاظت کیجائے گی۔ حالانکہ اس سے پیشتر یہ حال تھا۔ کہ اگر کسی گائون کے مکھیا نے کسی یورپین۔ یا ہندوستان کے کسی باشندے کو۔ اُس طرف چلا جانے دیا۔ تو اس کو موت کی سزا دی جاتی تھی۔ ضرور ہے کہ مراعات مذکورہ بالا کا۔ ہر ایک ہندو کے دل پر بہت کچھ اثر ہو۔ اور

جسوقت یہ حالات عام طور پر۔ لوگوں کو ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک معلوم ہو جائیں گے۔ اُسوقت غالباً بہت سے جاتری ان متبرک مقامات کو جاتے ہوئے دیکھنے میں آئیں گے۔ اگرچہ تبت کے ساتھ ترقی تجارت کی بابت۔ یا اس ملک کے ظہور معدنیات کے متعلق پیشین گوئی کرنا ناممکن ہے۔ اس لیے کہ یہ دونوں باتیں روپیہ پر اور ان تعلقات پر منحصر ہیں۔ جو ہمارے اور تبت والوں کے مابین قائم ہوں۔ لیکن اس بات کے کہنے میں ذرا مقام تامل نہیں ہے کہ ہندوستان کے۔ ہندوؤں کو یہ خبر ہوتی ہے۔ کہ اب کیلاش اور ان ضرور کارہستہ بدری ناٹھ کے راستے کی بہ نسبت مشکل نہیں رہا۔ جاتریوں کی آمد و رفت بالضرور بڑھ جائیگی۔ خصوصاً ایسی حالت میں۔ جب کہ تبت والوں کی طرف سے جاتریوں کی آمد و رفت کی بابت کچھ مزاحمت نہ ہو۔ اور نہ ایک معمولی ہندو جاتری کو اس سے کچھ واسطہ ہو۔ کہ ہمارے تعلقات ملک تبت کے ساتھ دوستانہ ہیں۔ یا دشمنانہ۔ یہ متبرک مقامات ہماری سرحد سے آگے چل کر۔ کچھ ٹھوڑی ہی دور پر واقع ہیں۔ بلکہ درحقیقت یہ اتنے قریب ہیں۔ کہ کل سفر کے لائق۔ اپنا توشہ بھی آدمی آپ ہی لیجا سکتا ہے اور اس میں بھی ذرا کلام نہیں ہے۔ کہ رفتہ رفتہ ہمارے علاقہ کی اور اور پہاڑیوں کی طرح۔ بیان مسافر خانہ بھی قائم ہو جائیگی۔ تاکہ مسافروں کو موسم کی سختی سے تکلیف نہ ہو۔ ملک تبت کے اس مغربی حصہ کا انتظام۔ گارفن۔ یعنی والیسراے کے ہاتھ میں ہے۔ ان کا صدر مقام کار تک ہے

اور سیر و نجات کے ضلوع کا انتظام۔ جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جنگیں اور تمار جسم۔ کھلانے ہیں۔ یہ دایسر اسے کے ماتحت ہوتے ہیں۔ تارجم جنگ پن سے کم درجہ کا عمدہ دار ہے لیکن یہ ایک دوسرے کے ماتحت نہیں ہیں۔ اور بعض صورتوں میں اختیارات بھی دونوں کے تقریباً واحد ہیں۔ مگر تارجم کا خاص کام شاہی ڈاک کی روانگی کا انتظام کرتا ہے۔ علاقہ کے انتظام سے آکر اُسکو کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ اُن کے اختیارات بہت وسیع ہیں۔ زیادہ ایام کی فید کا حکم دینا۔ ایک آنکھ نکالوا دینا۔ ایک ہاتھ یا ایک پیر کٹوا دینا۔ کوڑے لگوانا۔ اُن کے اختیار میں ہے اگر فن کا۔ اور ان کل عمدہ داروں کا تقرر لہا سا سے ہوتا ہے۔ جہاں پر اُن نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے۔ جو سرکاری ملازمت کے خواہنگار ہوں ایک مدرسہ قائم ہے۔ یہ تقررات چند سال کے لیے ہوتے ہیں مثلاً تین برس یا پانچ برس کے لیے۔ اور چونکہ یہ نوکریان۔ حاکم اعلیٰ سے قیمتاً خریدی جاتی ہیں۔ لہذا اس قیمت کے عوض میں۔ جو کچھ آمدنی زر لگان جرمانہ اور امداد کی ہوتی ہے۔ وہ خود اپنے تصرف میں لاتے ہیں۔ پس یہ بات آسانی سے خیال میں آسکتی ہے کہ اس قدر مدت ملازمت میں انہیں سب سے پہلے یہ فکر ہوتی ہے۔ کہ جو کچھ روپیہ حصول نوکری میں صرف ہوا ہے۔ وہ وصول ہو جائے۔ اور ایک معقول رقم۔ اُس سے زینچ بھی رہے۔ اس طرز حکومت کے سمجھ لینے سے۔ یہ بات بھی سمجھیں آ جاتی ہے کہ فیض

ملک ببت کی نسبت کیون صادق آتی ہے۔ اس ملک میں کوئی شخص بغیر کچھ لیے دیئے کام نہیں کرتا۔ اور عہد نامہ لاہسا کے شرائط۔ محصول۔ رسوم و نفیس وغیرہ کی بابت کچھ ہی کیون نہ ہوں۔ لیکن مقامی عہدہ دار بھی بڑی چیز ہے۔ اور تا وقتیکہ اُس پر نگاہ نہ رکھی جائے۔ وہ عہد نامہ کی ہر شرط کی تعمیل میں پہلو تہی کرتا ہے۔ اور اُس کے منشا کو پورا نہیں ہونے دیتا۔ پس یہ گورنمنٹ ہند کی عین دانائی ہے۔ کہ اس نے وہ مہربانہ پالیسی اس معاملہ میں برتی ہے جس سے شرائط مذکورہ بالا کی تعمیل خواہ مخواہ لازم آئے۔ لہذا سرکار کو جو کچھ اس معاملہ میں مبارک باد دی جائے۔ وہ کم ہے۔ چنانچہ۔ کپتان۔ اوکاڑہ کی حیثیت کے یورپین افسر کا۔ گیارٹری میں۔ اور ایک ایسے معزز خاندان۔ ہندوستانی کا۔ جیسے کہ ٹھاکر جے چند ہیں۔ گارٹریک میں مقرر کیا جانا حقوق سرکاری کی حفاظت کے لیے۔ نہایت مناسب انتظام ہے۔ گارٹریک۔ ۱۵۱۰۰ ہزار فیٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ اور جاڑے کے موسم میں نہایت سرد مقام ہے۔ اس سبب سے گارٹری کا صدر مقام۔ یہاں پر صرف گرمی بھر رہتا ہے۔ جاڑے کے موسم میں یہ بالکل خالی ہو جاتا ہے۔ سچ پوچھیے تو وہاں نچتہ مکان ہی بہت کم ہیں۔ زیادہ تر لوگ ویروں میں رہتے ہیں۔ اور کوئی پچاس گھر کی کل آبادی ہوگی۔ گھریا خاندان کی لفظ میں اہل ببت کی اصطلاح کے بموجب وہ کل آدمی شامل ہیں۔ جو شبیک

(نیپال میں نیا کے راستہ کی ایک گھاٹی (۲۳۵ فٹ)



رہتے

ہوں

اور

علیحدہ

نہوتے

ہوں

دستور

یہ ہے

کہ ایام

سیرا میں

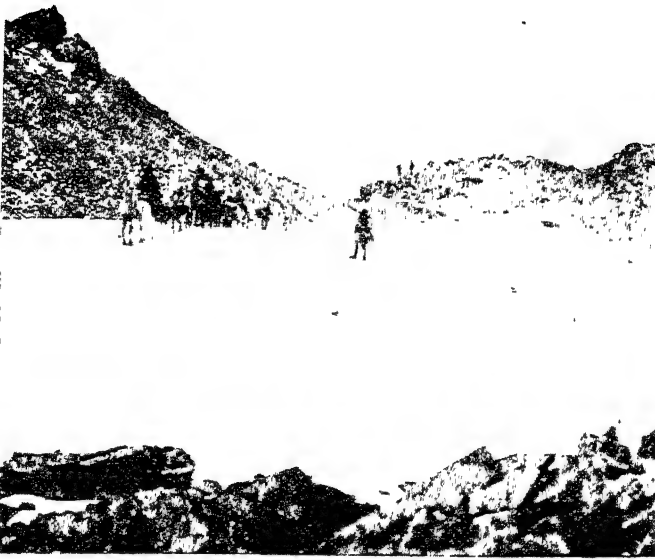
کل

لوگ

وسط

نومبر تک وہاں سے چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ آخر اگست یا شروع ستمبر
میں۔ یہاں پر ایک جلسہ کل جنگین۔۔۔ تاجم اور دیگر عمدہ داروں عمائد
کا اس میلے کے موقع پر ہوتا ہے۔ جو مدت سے یہاں ہوتا چلا آتا ہے
اس میلے کی نسبت ۸۰ سال ہوئے۔ مسٹر ٹریل صاحب کمشنر قسمت
کماؤن نے یہ لکھا تھا۔ کہ گارتک کے مقام پر۔ جولاہا کے ولیرے

کی قیام گاہ ہے۔ ستمبر کے مہینے میں ایک سالانہ جلسہ ہوتا ہے۔ جہاں
ہندوستان (لیپو لیکھ کے درہ میں پہنچ گئے (۱۶۷۸۰ فٹ)



لداخ
کاشمیر
تاتار
یارقند
لاہسا
اورلنگ
یاچین
خاص
کے

سوداگر آتے ہیں۔ ہندوستان کے تجارون میں۔ اس صوبے کے
بھوٹے بھی شامل ہیں۔ اس سالانہ جلسہ میں۔ کاشتکار۔ اور تجارت
کے متعلق کام طے پاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ۔ گھوڑ دوڑ بھی بطور
تفریح ہوتی ہے۔ یہ گھوڑے۔ امر اور عماید کے ہوتے ہیں۔ اور
نوعر چابک سوار ان کو دوڑاتے ہیں۔

مالک متحدہ سے مغربی بٹ کے جانے کے لیے تین خاص راستے
ہیں یعنی مشرق کی جانب براہ ٹنک پور۔ جو پہلی بھیت کی ریل سے بمیل
کے فاصلہ پر ہے۔ یہ راستہ درہ لیپو لیکھ سے (۱۶۷۸۰ فٹ بلند) گذرتا ہوا

سیدھا متبرک جھیلون اور کیلاش کو چلا جاتا ہے۔ درمیانی راستہ کاٹ گودام سے جو ریل کا انخیرائش ہے درہ اتن دھارا۔ اور دودھ گھر درون سے۔ گذرتا ہوا۔ جاتا ہے۔ منجملہ اُن کے سب سے اونچا درہ تقریباً ۸۰۰۰ فیٹ۔ اور سب سے نیچا درہ ۷۰۰۰ فیٹ ہے۔ اور مغرب کا راستہ کوٹ دوار کے ٹیشن سے۔ سرکاری گرھوال۔ اور درہ نیستی۔ (۱۶۵۵۰ فیٹ) سے گذرتا ہوا گیا ہے۔ ان سب میں درمیانی راستہ سب سے زیادہ دشوار گزار ہے۔ مگر باوجود مشکلات۔ جاتے ہی اسی کو بہت پسند کرتے ہیں۔ مگر جو راستہ۔ باقی کل راستوں سے آسان ہے۔ اور مان سرور کیلاش کے جانے والوں کے لیے سیدھا اور آسائش کا ہے وہ مشرقی راستہ ہے۔ یہ درہ لیپو لیکھ پر۔ اُس مقام کے پاس سے گذرتا ہے۔ جہاں نیپال۔ سرکار انگریزی۔ اور بت کی حد ملتی ہے۔ یہ درہ ہماری سرحد کے اندر ہے۔ اور اگرچہ۔ ۶۷۸۰ فیٹ بلند ہے۔ مگر کچھ بھی اتنا آسان ہے۔ کہ سرکاری سرحد پر میل تک۔ اور بت کی جانب نشیب میں گاڑی کی سڑک بلا دقت بن سکتی ہے۔ اس کھنڈے سے ہماری یہ غرض نہیں ہے کہ حالت موجودہ میں یہ سڑک تیار کرائی جائے۔ بلکہ محض اس امر کا اظہار منظور ہے۔ کہ اس کام میں دقتیں بہت خفیف ہیں۔ مزید برآں اس درہ پر۔ گوجاڑوں کے ایام میں کسی قدر دقت ضرور ہوتی ہے۔ مگر کچھ بھی ہر وقت اور ہر موسم میں بیان گزارہ ممکن ہے۔ ان سب فائدوں کے لحاظ سے آئین ذرا شک نہیں معلوم ہوتا کہ آئندہ کیلاش اور مان سرور کے

جانے والے۔ ہندو جاتریوں کو یہی راہ زیادہ تر پسند ہوگی۔ حالانکہ کچھ کچھ جاتری درمیانی راستہ سے بھی جاتے رہینگے۔ کیونکہ اس صورت میں وہ ایک راستہ سے جائینگے اور دوسرے سے لوٹیں گے اور بائیں ہاتھ کی طرف سے دائیں ہاتھ کی طرف کو واپس آئیں گے۔ ہمیں یہ بھی بھول نہ جانا چاہیے۔ کہ بہت سے جاتری - بدیمی ناٹھ پورنچکریہ چاہیں گے۔ کہ مغرب کے راستہ سے درہ نیٹی کو چلے جائیں۔ اور وہاں سے تبت کے متبرک مقامات کے درشن کرتے ہوئے۔ بالآخر درہ لیسو لیکھ اور مشرقی رستہ سے لوٹ آئیں۔ عوام الناس کو اب یہ معلوم ہوتا جاتا ہے۔ کہ گارتک والیسراے کا قیام گاہ ہے۔ لیکن انھیں یہ علم نہیں ہے۔ کہ وہاں دو دایرا گار فن رہتے ہیں۔ اور وہاں کا طرز حکمرانی یہ ہے۔ کہ عنان حکومت دو افسرین کے ہاتھ میں ہے۔ قسمت کماؤن کے مشہور کمنٹر مسٹر ٹریل نے ۱۹۵۲ء میں۔ گارتک کے متعلق یہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ یہاں دو افسر ملکر حکومت کرتے ہیں جن کو گار فن کہتے ہیں۔ اور ان کے عہدہ کے نام کے ساتھ لفظ۔ ارگوما۔ اور ارگوبا بھی شامل ہے۔ یہ گارتک میں رہتے ہیں۔ اور ان کی مدت ملازمت تین سال ہے۔ ان عہدوں پر ہمیشہ لاہسا اور اس کے قرب و جوار کے لوگ مامور ہوتے ہیں۔ ارگوما کے اختیارات اور وقعت بظاہر زیادہ ہے۔ لیکن اس کے احکام کے قابل نفاذ ہونے کے لیے ضرور ہے۔ کہ اُس کے ہمنشین۔ حاکم ثانی کی رائے بھی

اُس سے متفق ہو۔ مسٹر ٹریل کے زمانہ سے یہی سلسلہ چلا آیا ہے۔
 اور درحقیقت اب بھی قائم ہے صرف اتنا فرق ضرور ہوا ہے کہ عہدہ
 کے نام بدل گئے ہیں۔ اسلئے کہ اب گار فن۔ عموماً۔ ارگو گوناگٹ۔ اور
 ارگو ہاگ کے نام سے نامزد کیے جاتے ہیں۔ ان شیرین الفاظ کے
 معنی۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کے ہیں جس سے مراد یہ ہے۔ کہ ان دونوں میں حاکم
 سابق الذکر کا مشاہرہ اور وقت عہدہ زیادہ ہے۔ ایسا اکثر ہوا ہے۔ کہ جو
 لوگ بجانب لاہسا۔ گار فن مقرر ہوئے ہیں۔ وہ خود اپنے عہدہ کا کام
 انجام دینے نہیں گئے۔ بلکہ کسی معتبر ملازم یا رشتہ دار کو امور کر دیا
 کہ وہ بجائے اُنکے۔ اُنکی خدمات کو انجام دیا کرے۔ کاش یہ طریقہ ہندوستان
 اور دیگر نوآبادیوں میں بھی رائج کر دیا جائے۔ تو ان مقامات کی ملازمت
 کا شوق (درہ پیکھ کی چلی چوٹی۔ ٹیو آرام کرتے ہوئے تندرہوا جاتی ہوئی)



پشنگان
 انگلینڈ
 مین بہت
 جلد پیدا
 ہو جائے
 مسٹر
 ٹریل نے

Urgu Gong, Urgu Hag

مغربی تہمت کے متعلق - ایک اور دھچپ حال بیان کیا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اس صوبے کی باقاعدہ فوج کی تعداد صرف دو سو سوار ہیں۔ اس رسالہ میں - ابتداءً تاتاری - بھرتی کیے گئے ہونگے۔ اس لیے کہ بھوٹیوں کے حسب بیان رسالہ مذکور میں - وہ لوگ بھرتی تھے - جو گھوڑے کا گوشت کھاتے تھے - ہر قصبہ - اور ہر گائون میں - جدا جدا - ملیشیا - فوج بھرتی ہے۔ جو بوقت ضرورت طلب کر لی جاتی ہے۔ اب گارتک میں کوئی باقاعدہ فوج ظاہر چند سال سے نہیں رہتی - لیکن ملیشیا کی بھرتی کرنے کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ یہ فوج حکم ملتے ہی فوراً حاضر ہوتی ہے اور بوقت طلبی گھوڑوں پر سوار - بندوق اور بھالوں سے مسلح آتی ہے اس فوج کے لوگ ڈکیتی کی اسداد - ڈکیتوں کے تعاقب - اور مال سرقت کی گرفتاری کے لیے اکثر طلب کیے جاتے ہیں۔ تہمت میں ڈاکوؤں کا خوف خوف ہے ڈاکوؤں کا جنکو جیکپاز کہتے ہیں - وہ فرقہ ہے جو قانون کا پابند نہیں ہے - جو شخص کی جان لینے کے لیے تیار ہے - اور ہر شخص اُس کے جواب میں - اُن کی جان کا دشمن ہے - لیکن ان کا زور اتنا بڑھا ہوا ہے اور ان کے نام سے لوگ اتنے خائف ہیں - کہ تاہین دم - اُن کے دفعیہ کا کوئی باقاعدہ انتظام نہیں ہوا - وہ تہمت کے عہدہ داروں کو بھوٹ بالا ہسا کے سودا گروں کو - اور ہر ملک کے جاتریوں کو لوٹ لیتے ہیں اور کسی کے جان و مال لینے میں دریغ نہیں کرتے یہ تجارت کی چوکیوں

پر آتے ہیں۔ خرید فروخت کرتے ہیں۔ مہترک سے مہترک مندر و ن مین جاتے ہیں۔ پو جا پاٹ کرتے ہیں۔ خانقا ہوں کو بڑی بڑی قیمتی چیزیں بھینٹ۔ (نذر) دیتے ہیں۔ لیکن کوئی یہ ہمت نہیں کرتا۔ کہ انھیں پکڑے اور سزا دے۔ کبھی کبھی جب ان سے کوئی سخت وحشیانہ جرم سرزد ہوتا ہے۔ تب ملیشیا فوج ان کی سرکوبی کے لیے بلائی جاتی ہے۔ سوائے اس کے اور کوئی معقول انتظام ان کے دفعیہ کا نہیں کیا جاتا۔ لیکن جب تجارت کی ترقی۔ اور جاتیوں کی کثرت ہوگی۔ تب لاکلام۔ اس قباحت خاص کے دفعیہ کا کوئی معقول انتظام کرنا ہوگا۔

جاڑون مین گا ر فن کا قیام اس مقام پر رہتا ہے۔ جو گا گنساکے نام سے مشہور ہے۔ اور گارتک سے دو یا تین روز کے راستے پر شمال کی جانب۔ دریائے سندھ کی۔ ایک شاخ کلان۔ گاٹینگ چو۔ نامی پر واقع ہے۔ جاڑے کے موسم میں۔ کل لوگ گارتک سے یہاں چلے آتے ہیں۔ اور اگرچہ گارتک میں۔ پختہ مکانات ہیں۔ مگر یہاں بہ کثرت ہیں۔ جس طرح گارتک میں۔ والیس رائے ملکی معاملات میں حاکم بالادست ہیں۔ اسی طرح ٹوٹلنگ میں۔ جسے ٹولنگ بھی کہتے ہیں۔ اور جو گارتک کے گوشہ جنوب و مغرب میں واقع ہے۔ اسی طرح خان پور و حانی معاملات میں۔ کل صوبہ کے ایچ بشپ یا لاٹ پادری سمجھے جاتے ہیں

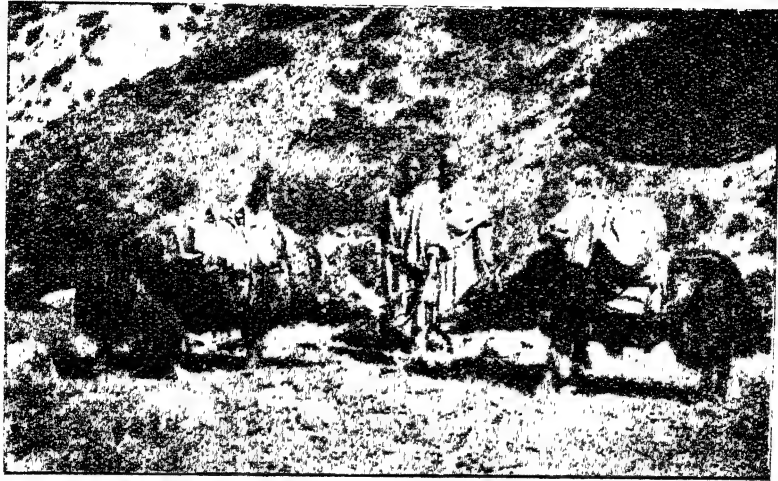
Gartung Chu ے

Gargunsa ے

Khanpu ے

Totling, Toling ے

عمدہ کی حیثیت سے۔ یہ ارگو گانگ۔ یا اعلیٰ درجہ کے دایسراے کے ہم پلہ ہیں
(دیا کون کی تصویر۔ بائیں جانب الے پاک پر ابھی زین ہی کسا گیا ہو اور دہنی جانب الے پر سباب لادو یا گیا ہے)



مگر عام لوگوں کی نگاہ میں انکی وقعت۔ اُس سے بھی زائد ہے جب یہ
گارتک جاتے ہیں۔ تو گار فن ان کو سرو قد تعظیم دیتے ہیں۔ سٹنڈم میں
انے استدعا کی گئی تھی۔ کہ تشریف لا کر۔ انگریزی ہم کو جولا ہسا آرہی ہے
بزور دعا و سحر دفع کیجیے۔

خان پو بھی۔ مثل ملکی حکام کے۔ صرف تین برس کے لیے مقرر ہوتے ہیں
اور لاہسا یا اُس کے قرب و جوار کے رہنے والے ہوتے ہیں لیکن گار فن
کی طرح انھیں یہ اجازت نہیں ہوتی۔ کہ وہ اپنی جگہ۔ کسی اپنے ماتحت کو
مامور کر دیں۔ انھیں ٹونگ میں بذات خاص رہنا ہوتا ہے۔ کچھ علاقہ بھی
انکی ماتحتی میں ہوتا ہے۔ جس پر انھیں اختیار کامل حاصل ہوتا ہے۔ اور کس حالت
میں یہ گار فن کے ماتحت نہیں ہوتے۔ یہ صرف لاہسا کے حکمران کو اپنا حاکم

مانتے ہیں۔ زمانہ سابق میں۔ ٹولنگ۔ مغربی تبت کے بادشاہوں کا۔
 دار الخلافت۔ اور ملکی معاملات کے لحاظ سے۔ ایک نہایت باوقعت مقام
 تھا اس کے قریب ہی۔ ایک آہنی جھولہ کابل تھا جس کی نسبت بعض کا قول
 ہے کہ سکندر اعظم نے اُسے بنوایا تھا۔ اور بعض مغربی تبت کے آخری بادشاہ
 کا بنوایا ہوا بتلاتے ہیں۔ لیکن اب اس کی وہ دنیوی شان و عظمت باقی
 نہیں ہے اور جو کھنڈر چاروں طرف نظر آتے ہیں۔ وہ اس تزک شان
 کا نشان دیتے ہیں۔ جو کسی وقت میں اسے حاصل تھی۔ اس شہر کو ویران
 ہوئے چار سو برس ہوئے۔ اب وہاں صرف ایک جھونپڑا نظر آتا ہے
 جو اسکی قدیم شان و عظمت کا نشان دیتا ہے۔ مگر یہاں کی خانقاہ اُس
 حصہ تبت کی بڑی خانقاہوں میں سے ہے۔ اور اس میں ۳۰۰ لاما رہتے
 ہیں اس کی وقعت اور عزت تکھا کوٹ کی خانقاہ سے بھی زیادہ تھی۔ لیکن
 اب تکھا کوٹ کی خانقاہ۔ کچھ عرصہ سے بوجہ بہت سی جامد ادو وغیرہ لجانے
 کے اس قدر لالامال ہے۔ اور اس میں منکس کی تعداد اتنی زیادہ ہو گئی ہے
 (ان کی تعداد ۳۵۰ ہے) کہ اب اس کو باعتبار وقت۔ خانقاہ مابقی الذکر
 سے ہمسری کا دعویٰ ہے۔ اور مغربی تبت کے کل کلیسا کی افسر بننا چاہتی
 ہے۔ پس گارتک کی راہ چل جانے سے۔ جو پولیٹیکل فائدے حاصل ہوئے
 ہیں۔ وہ اس سبب سے اور بھی زیادہ ہو گئے۔ کہ اس مقام کے متصل ہی
 جو کل معاملات ملکی کام مرکز ہے۔ اس حاکم کا بھی صدر مقام ہے جو کل کلیسا

کا افسر ہے۔ اور جبکہ ایک جگہ پر ان سب باتوں کا اثر پڑ گیا۔ جو غفریبہاں جاری ہوینوالی ہیں۔ تو ممکن ہے کہ اسکے قریب کی جگہ بھی اس اثر سے خالی نہ ہے ناری کا علاقہ۔ یا مغربی بتت۔ بہت سے حلقوں میں منقسم ہے۔ اور ان ضلعاں پر جو حاکم حکمران ہیں۔ انکا لقب۔ جنگین ہے۔ یہ چارہیں لیکن ایک پانچواں اور ہے۔ جسکو گویہ لقب حاصل نہیں ہے۔ مگر اسکے اختیارات اور اسکی وقت دہی

(ایک خوبصورت نظارہ۔ نیپال میں نیپار (۲۵۰ فٹ) برنانی چشمہ)



ہے جو
تنگ
لوگوں
کی ہے
ان کی
تفصیل
یہ ہے
رہوگ
چراغ
ڈا با۔
اور نکلا
کوٹ
کے

جنگلیں - اور برکھا کے تارجم -

رڈک علاقہ ناری کے مغربی کنارہ پر۔ دنیا کے چند وحشت ناک اور ویران مقاموں میں کے قریب ہے۔ جہاں طبقات زمین کے نہایت عجائبات دیکھنے میں آتے ہیں۔ سائبریا کی اوسط بلندی سطح سمندر سے کچھ ہی زیادہ ہے۔ اور ترکستان چینی کی۔ دو ہزار فیٹ ہے۔ لیکن میدان مذکورہ کی جانب جنوب سے جو کوئین لٹن کے مضبوط پہاڑوں کا سلسلہ سر بلند ہوا ہے۔ اس کی اوسط بلندی ۲۰۰۰۰ میں ہزار فیٹ ہے اور اس دیوار۔ چترنگین کی پشت پر۔ یعنی جنوب کی جانب وہ سطح میدان پشتہ کے طور پر واقع ہے جو ۷۰۰۰ استرہ ہزار فیٹ بلند ہے اور جس کی بلندی گوبہ تدرتج کم ہوتی جاتی ہے لیکن کمین تیرہ ہزار فیٹ سے کم نہیں ہے۔ یہ میدان ہالیہ تک پھیلا ہوا ہے جس کے وہ مقامات جہاں سے دریا و دونوں طرف بہتے ہیں۔ ۱۸۰۰۰ ہزار فیٹ بلند ہیں۔ اور جن کی برفستانی چوٹیاں۔ اُن نیچی پہاڑیوں سے دس ہزار فیٹ بلند ہیں۔ جو ان چوٹیوں کے۔ اور گنگا کے میدان کے درمیان جسکی بلندی سطح سمندر سے کچھ ہی زیادہ ہے۔ فصیل کا کام دیتی ہیں۔ رڈک اس عظیم اُشان مرتفع میدان کے سب سے اونچے حصہ پر واقع ہے۔ اس کی جانب مغرب لداخ اور کرورم کے پہاڑ ہیں۔ یہ ایک نہایت طویل سلسلہ پہاڑوں کا ہے جس میں پہاڑ کا ڈون اسٹن ۲۸۲۵۰ فیٹ سب سے زیادہ

سر بلند ہے۔ اور باعتبار بلندی دنیا کے پہاڑوں میں۔ پہاڑ ایلورسٹ سے دوسرے نمبر پر ہے۔ اور جانب شمال۔ چنگ کا کھلا ہوا بیابان یا صحرا ہے اور اس کے پرے کوین لٹن کے پہاڑ ہیں۔ کوین لٹن کے پہاڑوں میں درے ضرور ہیں۔ مگر وہ ہمیشہ برف سے ڈھکے رہتے ہیں اور ادھر سے سودا گروں کا گزر ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان دروں کی راہ ہے۔ چینی ترکستان کے بعد ایک ایسے بیابان ملک میں پہنچنا ہوتا ہے جسکی ویرانی۔ اور نامہان نوازی بیابان سے باہر ہے۔ یہاں جنگلی سراگاؤں لگدھون۔ اور بارہ سنگوں کے جھنڈ کے جھنڈ پھرتے رہتے ہیں جنھیں کھانا بھی شکل سے میسر آتا ہے۔ یہاں اچھے پانی کا بھی قحط ہے۔ اس لیے کہ اگرچہ یہاں کی زمین کا ڈھال اس قسم کا ہے۔ کہ دریاؤں کا پانی بائیں جانے پاتا۔ اور اس سبب سے یہاں بہت سی جھیلیں ہیں۔ مگر پانی شور ہے اور یہاں نہیں جاتا۔ سوڈا۔ نمک۔ اور شورہ۔ ہر جگہ ملتا ہے۔ درخت ناپید ہیں۔ اور آبادی کا نام و نشان نہیں ہے۔ بعض غنئی اور جفاکش شخص۔ جو کان کنی کا کام کرتے ہیں اس سخت زمین سے سونا نکالنے کے لیے جو ہر جگہ کثرت سے موجود ہے۔ کوشش کیا کرتے ہیں۔ مگر چاہیے۔ کہ اس ملک میں فی نفسہ کوئی بات دلکش اور سیر کے لائق ہو سونہیں۔ کاشغور اور جانب شمال کے سوداگر۔ بمقابلہ کوین لٹن۔ کے دروں کے جو دشوار گزار اور تقریباً ناگزار ہیں۔ درہ کر و کر م سے جو ۱۸۵۰ فٹ بلند ہے اور جہاں ہر سال

باربرداری کے جانور کثرت سے ضائع ہوتے ہیں۔ جاننا پسند کرتے ہیں
وسط ایشیا کے کاروان۔ درہ لیہ پڑتے ہوئے۔ سوگھاری جھیل کے پاس
سے گزرتے ہیں جس کی شمالی اور جنوبی۔ کنارے پر نوح اور رڈوک کے
شہر واقع ہیں۔ اور وہاں سے لاہسا کے اُن سونے کے کھنوں میں جوتے
ہوئے جاتے ہیں جو ٹھوک جالنگ کے شمال میں ہے۔ یہ مقام ۱۲۰۰ فٹ
بلند۔ دنیا کا وہ بلند ترین مقام ہے۔ جہاں سال بھر آبادی رہتی ہے
یا جنوب کی جانب گارتک میں ہو کر۔ کیلاش اور مان سرور جھیل کے پاس
سے اس راستہ سے جاتے ہیں۔ جو بت کی دار الخلافہ کو جاتا ہے۔ اور
کثرت سے چلتا ہے۔ گارتک سے رڈوک تک صرف آٹھ دس روز کا
سفر ہے۔ وہاں بہت آبادی ہے۔ جو کی کاشت ہوتی ہے۔ نمک
کثرت سے ہوتا ہے۔ اور اُس کے قرب و جوار کا ملک عمدہ گھوڑوں کے
لیے مشہور ہے۔ جو بمقام گارتک گھوڑ دوڑ میں خوب بازیاد جیتتے ہیں
اور بڑے بڑے داموں کو بکتے ہیں۔

گورنمنٹ کا صدر مقام ہمیشہ رڈوک میں رہتا ہے۔ یہ دوسری بات
ہے جس سے عہد نامہ لاہسا کے بموجب گارتک سے سلسلہ آمد و رفت جاری
ہو جانے کی دانائی ظاہر ہے۔ اس لیے کہ اگرچہ ہندوستانی سوداگر۔ کچھ
عرصہ تک۔ خاص رڈوک کو نہ بھی جائیں۔ تب بھی کل جنگلیں۔ اور دیگر
عہدہ داروں کا ہر سال۔ میلے کی تقریب سے گارتک میں جمع ہونا ہی

فی نفسہ اس امر کا فیصلہ ہے۔ کہ گورمنٹ اوف انڈیا کا اثر جانب شمال۔
 روڈ تک محسوس ہو۔ گارتک سے لیجھ تک۔ دوسو میل کا فاصلہ ہے۔ اور
 شکر تاشی گانگ اور دمکوک مین ہو کر گذرتی ہے جو روڈ کے جنگلین کے
 علاقہ مین ہیں۔ اس راستے مین کچھ دشواریاں نہیں ہیں۔ بت کے لوگ لیا
 والون کے ساتھ۔ بت کچھ خرید و فروخت کرتے ہیں۔ اور نہایت میل جول
 رکھتے ہیں۔ بت کے اس حصہ سے آٹھ ہزار پونڈ سالانہ کا مال کا شمع کو جاتا
 ہے اور اُس مین زیادہ تر اُون۔ شیم۔ منک۔ نمک قیمتی پتھر اور چار ہوتی ہے
 اور اس طرف سے پانچ ہزار سالانہ کی خشک خوبانیاں جن کے لیے کاشمیر
 مشہور ہے۔ اُون اور ریشم کے ولایتی کپڑے۔ اناج۔ شکر۔ چار اور قیمتی
 پتھر وغیرہ آتے ہیں۔ اور سرحد کے اُس پار نقد روپیہ بھی بہت جاتا ہے
 ریشم ان چھوٹی نسل کی بکریوں کی جلد سے لے ہوئے بالون کا نام ہے۔ جو
 بت کے مرتفع میدان کے بلند تر حصوں مین ہوتی ہیں۔ اس کی بڑی قدر
 ہے۔ اور بہت منگنی کبھی ہے معمولی سودا گروں کے ذریعہ سے جو تجارت
 ہوتی ہے اس کے علاوہ ہر سال ایک کاروان لاہسا سے لیا جاتا ہے
 اور ہر تیسرے سال۔ سرکاری ملازمین کا ایک کاروان لیا سے لاہسا کو
 ڈلائی لاما کے نام۔ ہمارا جہ کاشمیر کے خطوط لے کر جاتا ہے۔

اگرچہ یہ امید نہیں کی جاتی۔ کہ ہم کو۔ عنقریب جنگلین۔ روڈ سے کچھ
 کام پڑے۔ مگر اس مین ذرا شک نہیں۔ کہ دیگر جنگلین اور برہمکھا کے تاجم سے

بہت کچھ کام پڑے گا۔ اس لیے کہ تعلقات بت کی وجہ سے ہمیں اُن سے بہت کچھ سابقہ رہے گا۔ باب آئندہ مین۔ ہم نے اُن کے اختیارات کا حال لکھا ہے۔ ۱۹۶۱ء میں۔ جو سفارت۔ بہ سرگردہی کپتان رائٹنگ گارتنگ پہنچے تھے۔ وہ شبکی کی راہ سے شملہ کو۔ جو ۵۰ میل ہے واپس آئے تھے۔ اور یہ مسافت۔ عموماً ۳۵ دن میں طے ہوئی تھی۔ راستہ کی نسبت کہا جاتا ہے۔ کہ جاڑے کے موسم میں۔ یہ راستہ بنسبت جملہ دیگر راستوں کے۔ آسان ہے اور ان مقامات میں ہلکے گزرتا ہے۔ جہاں اُون اور پشیم کثرت سے دستیاب ہوتی ہے۔ ان سب باتوں کے خیال سے۔ گارتنگ اور شملہ کو۔ یا بت اور ہندوستان کے وائسرائے کو۔ ایک عمدہ طرح کے ذریعہ سے بنا دینے کا سوال۔ صرف وقت کا محتاج ہے۔ اور یہ امر کہ اس راستہ میں بمقابلہ اور اور راستوں کے مشکلات و دشواریاں کم ہیں۔ یہ چاہتا ہے کہ یہ الحاق جس سے بہت کچھ پولیٹیکل فائدے مترتب ہوں گے۔ جلد عمل میں لایا جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے۔ کہ بلحاظ کاربراہی۔ ہمیں پہلے اُن راستوں سے مستفید ہونا چاہیے۔ جو قدرتی۔ اور آسان ترین ہیں۔ ایسی سڑکوں کے بنانے میں بہت سارے صرف کرنا۔ جو کبھی کبھی کام میں آئیں۔ اور اُن کی پروا نہ کرنا۔ جو قدرت نے آمدورفت کے لیے وضع کر دی ہیں۔ دانائی کے خلاف ہے۔ پولیٹیکل خیالات کے لحاظ سے۔ شملہ کو گارتنگ سے ملا دینا۔ ایک بہت ضروری امر ہے

اور جب قدر جلدان دونوں کا الحاق ممکن ہو۔ اسی قدر بہتر ہے۔ لیکن ہندو جاتری کے لیے۔ جو کیکاش اور مان سرور کو کر جانا چاہتا ہے۔ قدرتی راستہ سبلی بھیت۔ ٹنک پور ہوتا ہوا۔ اور شمال کی طرف سیدھا درہ لیبو لیکھ سے گذرتا ہوا جاتا ہے۔ یہ دونوں راستے سب سے بہتر ہیں۔ اور سب سے پہلے درست ہونے چاہئیں۔ مزید برآں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ تجارت کی ترقی مین دیر لگتی ہے۔ اور جاتری کو صرف یہ چاہیے کہ راستہ اچھا ہو۔ اور جب صرف ہی گوارا کیا جائے۔ تو پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جاتری۔ یقیناً۔ تجارت کا پیش رو ہے۔

تجارت کے مختلف راستوں سے۔ جو پرمٹ کی آمدنی ہوتی ہے اسکو جنگ پنوں نے۔ آپس میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اور یہ انتظام بہت برسوں سے چلا آتا ہے۔

درہ نیلانگ یا لیلانگ کی آمدنی۔ جو ٹیڑھی گڑھوال سے گذرتا ہوا۔ مسوری کو جاتا ہے۔ مع درہ ماتا کی آمدنی کے۔ جو سرکاری گڑھوال مین واقع ہے۔ چیرانگ کی جنگین کے حصے مین ہے۔ نیتی اور انٹھرا کے درون کی آمدنی۔ ڈابا کے جنگین کے حصے مین ہے۔ اور ٹکا کوٹ کے جنگ پن کے حصے مین۔ درہ لیبو لیکھ کی۔ آمدنی۔ پرمٹ کے محصول کی۔ اور اس محصول کی آمدنی ہے جو علاقہ نیپال کے ٹہلی۔ ادا کرتے ہیں۔ اور برکھا کے تاجم نے جس کے حصے مین۔ ورا۔ اور لنک پیا کے

درون کی آمدنی ہے ڈابا کے چنگ پن سے۔ اس کے علاقہ کی بھی کچھ کچھ
 تحصیل وصول کے حقوق۔ خریدیں یہ ہیں۔ اور اس سبب سے گیارہ
 کی بڑی منڈی کی کچھ آمدنی۔ اسکے حصہ میں جاتی ہے۔ بڑی بڑی منڈیاں
 جن میں تجارت بہ کثرت ہوتی ہے۔ اور جو ہماری سرحد سے صرف آٹھ
 میل۔ اور ۲۵ میل کے فاصلے پر ہیں۔ تھلا کوٹ اور گیانیہ کی منڈیاں
 ہیں۔ اور ممالک متحدہ کی کل تجارت تقریباً۔ دس میں سے نو حصہ ان
 ہی دو دورہ بیسکیم کو عبور کرنے کے بعد بت کی جانب ترائی چلے کر گاما زھاتا کا نظارہ (۲۵۰۳۵ فٹ)

مقامات

سے ہے

خاص

گارتک

سے

تجارت

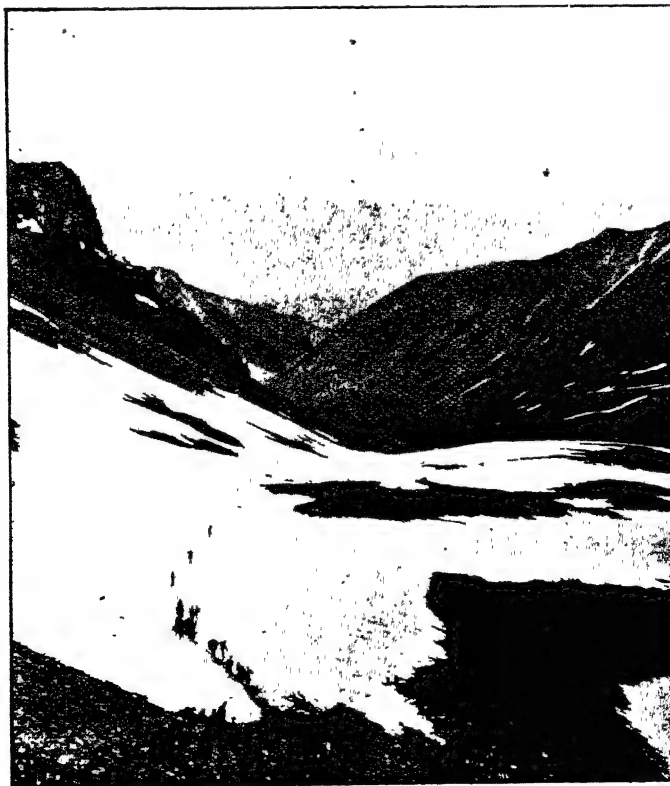
بہت

کم ہے

اور اس کا

سبب یہ

ہے کہ



اول تو ڈکیتوں کا خوف لوگوں پر غالب ہے۔ اور اسکے سوا۔ اُن کا یہ

خیال ہے۔ کہ راستہ ایسا خراب ہے۔ کہ انکی باربرداری کے جانور بہت کچھ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو جانور بچے پہاڑیوں میں رہتے اور ہندوستان کے آسان راستوں پر سفر کرنے کے عادی ہیں۔ ان کو تبت کی ملکی ہوا۔ اور سخت راستے نہایت تکلیف دیتے ہیں۔ پس اس طرف کے سوداگر۔ اور اور جگہوں کے مقابلہ میں۔ ان ہی دونوں جگہ زیادہ جاتے ہیں۔ ہندوستان نیپال۔ اور دیگر ریاستوں کی تجارت مغربی تبت سے نوے ہزار پونڈ سالانہ کی ہے۔ اسمین سے مالاک متحدہ۔ ٹیڑھی۔ اور گڑھوال کا حصہ شتر ہزار پونڈ ہے۔ ملک تبت کے اس حصہ میں بہت تاجم ہیں۔ اور وہ۔ گارتاک سے لاہساک جس کا .. میل کا فاصلہ ہے۔ سرکاری ڈاک پہونچانے کے جواب وہ ہیں۔ یہ انکا خاص کام ہے یہ لاہساک کی سڑک اعظم پر۔ (جو محض ایک پگ ڈوڈی ہے)۔ ایک ایک منزل کے فاصلہ پر مورہین۔ اور چند گھوڑے ہر ایک کے سپروہین جہاں سوار ڈاک لے کر آیا۔ ان کا فرض ہے۔ کہ فوراً پٹھیاں کو آئینہ چوکی کو روانہ کرنے کا انتظام کریں۔ اگر کبھی کوئی نہایت ضروری کام ہوتا ہے۔ تو اس امر کے اطمینان کے لیے کہ سوار اثنائے راہ میں کہیں آرام نہ کرے۔ یا حقہ پینے کو نہ اترے۔ اُسے کاٹھی سے باندھ کر مہر لگا دیتے ہیں۔ تھوڑا سا علاقہ بھی اکثر تاجروں کے سپرد ہے۔ وہ اسپر حکمران ہیں۔ لیکن برجا کے تاجم کی کوئی برابری نہیں کرتا۔ جس کے علاقہ میں۔ رکس تال۔ اور مان سرور ہے۔ اور جو سرکاری۔ عملداری کی حد تک پھیلا ہوا ہے۔

گیارھواں باب

تکلا کوٹ یا پُرانگ کے عہدہ داروں اور پوجاریوں کے حالات

اس کل سفر میں اہل بت ہمارے ساتھ کمال مہربانی سے پیش آتے رہے اور یہ ایک بہت بڑی اور قابلِ محاط بات ہے تکلا کوٹ سے لاہر سیکڑوں میل کے فاصلہ پر ہے۔ حتیٰ کہ تین ہفتے۔ بلکہ ایک مہینہ تو ڈاک کی آمد و رفت میں لگتا ہے۔ اس سبب سے یہ خیال کچھ بیجا نہ تھا۔ کہ ملک بت کے اس قدر دور دراز مقام پر ہماری ہم سفری کا پورا اثر ہوگا۔ با این ہمہ جو تجربے ہم کو واقعی حاصل ہوئے۔ وہ نہایت مسرت بخش ہیں۔ اور یہاں کے عہدہ داروں کے برتاؤ سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی تھی۔ کہ گو ان کو دار الخلافہ کی مشورت سے واقفیت نہ تھی تاہم وہ ہمارے ساتھ بے ملوک و مہربانی پیش آنے کو آمادہ تھے۔ اور یہ بھی ظاہر ہوتا تھا۔ کہ ہندوستان اور بت کے باہمی ملکی تعلقات میں ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ انکی مہربانی کا سب سے پہلا ثبوت یوں ہوا۔ کہ کالے پانی کے مقام پر جو درہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہماری جانب واقع ہے ایک قاصد نے۔ جو بت کے کسی گانوں کا لکھیا تھا۔ ہکو سلام کیا۔ اور یہ بیان کیا۔ کہ تکلا کوٹ کے جنگ پن نے مجھے آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔ اور یہ عرض کیا ہے۔ کہ ہین آپ کا اس ملک میں تشریف لانا معلوم ہوا۔ (میں نے انکو پہلے ہی اطلاع دے دی تھی)

اور ہم نے اپنے نربا کو مع چند ہمراہیوں کے۔ آپ کی ہمرکابی اور اپنے علاقہ میں پہونچانے کے واسطے روانہ کیا ہے۔ یہ لوگ دوسری منزل پر مقام شنگ چم آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ چنانچہ جب ہم شنگ جم کے قریب پہونچے۔ تو جنگ پن کے نربا نے مع پانچ سواروں کے ہمارا استقبال کیا۔ ان سواروں میں سے ایک شخص ٹکلا کوٹ کے۔ بڑے لاماکا۔ جو نظام (جنگ پن کا نربا مع ہمراہیان)



ضلع میں جنگ پن کا شریک ہے قایم مقام تھا۔ اور باقی چار سوار سرحدی دیہات کے عمائدین سے تھے۔ ان لوگوں نے ہماری بہت کچھ مدارات کی۔ اور ہماری طرف سے بھی اُنکے ساتھ اسی طرح پیش آنے میں کچھ کوتاہی

بنت بن بن کوئی پشت سے بہت اونچا ہوتا ہے اور کلا جب میں سوار اسکے ڈالوں۔ بے مہین زیادتی نہیں ہوتی اسیلے کہ ڈالوں کہ نہ ہوا سے نیچے داسطے چوڑے سے بڑی ہڈی کا حکم لیا جیسے چوڑے کے اور ٹکلا کوٹ کے ہمرکابی کو ۱۱

نہین کی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ شروع ہی سے ہمارے اور اُن کے درمیان ایک رابطہ اتحاد قائم ہو گیا۔ زبا مذکور نے ایک کمبل اور چند طرح کے خشک میوہ جات بطور تحفہ پیش کیے۔ اور یہ عرض کیا کہ یہ قدرے قلیل منجملہ اُن تحالیف کے ہیں جو جنگ پن نکلا کوٹ میں ہمارے پہونچنے پر پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری جانب سے بھی اُس روز شام کے وقت اُن لوگوں کی دعوت کا انتظام کیا گیا اور دوسرے روز صبح کو پولیٹیکنیکا اس غرض سے نکلا کوٹ کو روانہ ہوا۔ کہ ہمارے پہونچنے کے وقت سے اُس مقام کے حکام کو مطلع کر دے۔ اور ایک منیر کی چادر اور ایک ریشمی رومال تحفہ کے طور پر اپنے ساتھ لے گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ان چیزوں کی وہاں بہت کچھ قدر کی گئی۔

شنگ جم ایک نہایت سرد اور ویران مقام تھا۔ جہاں ایندھن بھی میسر نہ آتا تھا۔ چنانچہ بیان ہم کو ہر طرح کی تکلیف ہوئی۔ بیان ہوا اتنی سرد تھی۔ کہ ہاتھوں کی انگلیاں ٹھٹھری جاتی تھیں۔ بارش کا یہ حال تھا۔ کہ کہیں اُس سے پناہ نہ تھی۔ اور اس مقام کے ۱۶۶۲۰ فیٹ کے بلند ہونے کی وجہ سے ہر شخص کا دم پھولا آتا تھا۔ چنانچہ بعض تو یہ سمجھے ہوئے تھے۔ کہ اب زندہ رہنا محال ہے۔ اور بعض لٹھے کی طرح سجیں و حرکت پڑے تھے اور دوسرے روز کو بج کے وقت تک اسی طرح پڑے رہے۔ ڈاکٹر لانگ اسٹاف اُس روز تمام دن لوگوں کو اس بات کے سمجھانے میں مصروف رہے۔ کہ اس قدر جلد مر جانے کی کوئی وجہ نہین ہے۔ سب لوگ دل قوی

رکھو اور خوب کھاؤ پیو تاکہ
بیماری سے محفوظ رہو
لیکن اُنکا سمجھنا ایسا تھا۔

جیسے کوئی Bay of Biscay

کے مسافر کو جو سمندر کی بیماری
میں مبتلا ہو۔ نصیحت کرے
کہ تم خوب سو رکاوٹ کھاؤ
تب تمہاری نجات ہوگی
پس اُنکی سنتا کون تھا۔
اور انجام یہ ہوا۔ کہ دوسرے
روز بعض لوگوں کو درہ سے
گزرتے وقت بے انتہا
حکایت ہوئی۔ گریبانگ سے
ورہ لپیٹ لیکھ تک جب کا فاصلہ
۷ میل کا ہے چڑھائی رفتہ
رفتہ زیادہ ہوتی جاتی ہے
اور یہاں ٹوٹ تیز تیز چل
سکتے ہیں۔ یہ مقام ۱۶۷۸
فیٹ بلند ہے۔ اور کچھ ایسے



موقعہ پر واقع ہے کہ یہاں بمقابلہ دیگر مقامات کے برف کم پڑتی ہے اس سبب سے سال بھر راستہ جاری رہتا ہے۔ اور آٹھ مہینے تک یہاں قیام بھی بخوبی کر سکتے ہیں۔ درہ لیپو لیکھ کے قریب ہی نیپال کی جانب ایک اور درہ ہے۔ جس کا ٹنکر نام ہے۔ یہ بھی اسی قدر بلند اور آسان گذار ہے جیسا کہ درہ لیپو لیکھ ہے۔ مگر درہ ٹنکر نیپال کے لیے کچھ کارآمد نہیں ہے اس لیے کہ نیپال اور درہ مذکور کے درمیان ناقابل گذار پہاڑ اور برفانی چشمے حامل پہاڑ گریبانگ سے جانے والے سوداگروں کے لیے وہ ایک دوسرے راستہ کا کام دے سکتا ہے۔

ڈاکٹر لانگ اسٹاف اور انکے ہمراہیوں نے اس مقام کی مختصر سیر کی۔ وہ نہپا کے بڑے نامی گلیسیئر پر بھی چڑھے جو اسی نام کے پہاڑ کی جانب شمال وادی کوہ مین واقع ہے۔ اور جس پر سٹرلے۔ ہنری۔ سیوچ لینڈر پہلے دور تک چڑھ چکے تھے۔ نہپا ۲۳۵۰ فٹ بلند ہے اور تبت سے اُسے دیکھئے تو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک جبل اعظم ہے۔ جو قرن ہوا کے کل سلسلہ کوہی پر حاوی ہے

تبت کو درہ لیپو لیکھ سے اوّل مرتبہ دیکھنے پر۔ ایک عجیب تان نظر آتی ہے۔ یہ ایک مرتفع ہے۔ جس کی جہان اور اور خوش نمایان ہیں۔ وہاں ایک یہ بھی ہے۔ کہ اس کے عین وسط میں چار پہاڑوں کی چوٹیاں پاپس پاپس اور سب کے سب ۲۲۰۰۰ ہزار فٹ سے زیادہ بلند واقع ہیں اور انہیں بلند ترین گرا مان دھاتا ہے جو ۲۵۳۵۰ فٹ بلند ہے۔ اور اس کو ہستانی سلسلہ

نے اور ب چوٹیوں کو بھی وہ رونق بخشی ہے۔ کہ ان کے دیکھنے سے طبیعت پر نہایت چھا جاتی ہے۔ اور طرح طرح کی رنگ کے چٹانوں نے جو ہر چار طرف نظر آتے ہیں اس اثر کو اور بھی گہرا کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ دیکھنے والے کو یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ جو مقام انکی آنکھوں کے سامنے ہے۔ وہ بیشک قدرت کے اعلیٰ ترین کاریگری و عجائبات میں سے ہے۔ پھر یہاں نہ درخت ہیں نہ کسی قسم کے سبزہ کی روئیدگی۔ جس سے یہاں کی ہیبت ناک کچھ کم ہوتی جاوے بھی اتنے کم ہیں کہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس سبب سے وہ ویرانی جو ہر طرف چھائی ہوئی ہے۔ اور بھی زیادہ محسوس ہوتی ہے۔

پتھروں کا رنگ بزم کا ہونا۔ اس ملک کی ایک خاص صفت ہے۔ کل راستہ بھر نکلا کوٹ تاک اور اس قلعہ کے ہر چار طرف یہی کیفیت نظر آتی ہے۔ ان پتھروں میں کوئی قرمزی رنگ کا ہے۔ کوئی لہکا سنہری کوئی گہرا سنہری کوئی نیلگون اور طرح طرح کی سرخی و زردی مائل خوش رنگوں کے پتھر دیکھنے میں آتے ہیں۔ پھر دھوپ کی چمک۔ اور شعاعوں کی تیزی کے باعث اور ہوا کے صاف و ستھرا ہونے کی بدولت جن کی وجہ سے دور کی چیز بھی تیز روشنی میں قریب تر معلوم ہوتی ہے۔ اس مقام کے نظیر اگر کوئی ہے تو صرف ملک عرب کا وہ حصہ جو سویلہ کے قریب ہے۔

چارمیل نیچے اتر کر ہم بالا کے مقام پر پہنچے۔ جہاں بت والوں کی ایک چوکی ہے۔ اس چوکی میں جو سیاہی تعینات ہیں ان کی تعداد

(تبت میں یالا پر ہمارا پہلا مقام)



صرف ایک واحد چوکیدار ہے۔ سو وہ بھی شاذ و نادر حاضر رہتا ہے۔
 ورنہ ہمیشہ غیر حاضر۔ مسافروں کے ٹھہرنے کے لیے بھی۔ دو مکان دھرم شالہ
 کی شکل کے شمال رویہ بنے ہوئے ہیں۔ تاکہ دھن کی ہوا سے جو ہمیشہ
 بیان چلتی رہتی ہے۔ حفاظت رہے۔ ہم نے بیان ایک میلہ کی آڑ میں
 قیام کیا۔ اور اُس روز دو پہر بعد سوائے اسکے۔ کہ قدرت کے عجائبات جو
 ہر چار طرف نظر آتے تھے حاکم کی باندھے دیکھتے رہے اور کچھ کام نہیں کیا
 دیکھتے دیکھتے چاندنی چھا گئی۔ اُسے اور بھی غضب ڈھایا۔ اس لیے کہ چاند
 کے نکلتے ہی اس عالم ہو کی کیفیت پر پردہ پڑ گیا۔ اسوقت ہم کو معلوم ہوا۔ کہ
 شام ہوئی۔ اور شام سے رات ہو گئی۔ اور رات بھی بہت گزری تب کہیں
 جبراً ہم اُن چیزوں کے دیکھنے سے ہٹے جو اعلیٰ درجہ کی خوبصورت ہیں۔ مگر
 کھلے ڈیرہ کے اندر بھی اُس عالم خموشی کا وہ جلوہ نظر آتا تھا۔ کہ آنکھوں سے

نہیں جاتی رہی تبت کی چاندنی بھی اس ملک کی ایک نہایت خوبصورت
(لانگ اسٹان کے خیمہ کا سنتری مقام تالا کوٹ)



شے
ہے
ہیں
اس کا
کچھ اور
ہیں
ہے
اور ہے
دیکھ دیکھ

یہ تصویر تبت میں چاندنی رات میں لی گئی صفائی اور دیکھنے کے قابل ہے سنتری بد قسمتی سے ہل گیا۔ ۱۱

کر تہین بار بار دوس درتھ شاعر کا یہ کلام یاد آتا تھا کہ ”چاند اپنی روشنی
کو آپ ہی دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ جب آسمان پر ابریا غبار سنہیں ہوتا
بالا سے تخمیناً ڈیڑھ میل آگے چل کر ایک گائون تسی گانگ ہے۔ یہاں
زراعت شروع ہوتی ہے اور میلون چلی گئی ہے۔ تکلا کوٹ کے چاروں
طرف اس پاس کے ملک کی زرخیزی قابل دید ہے۔ جدھر نظر ڈالیے
اُدھر دور تک ہرے ہرے کھیت نظر آتے ہیں۔ ندیوں سے چوٹے
چوڑے برسے۔ پانالیان۔ بنا کر پانی کاٹ لاتے ہیں۔ اور اُسی
پانی سے گائون بہ گائون میلون آبپاشی ہوتی ہے۔ وہاں کھیتوں

کی آبپاشی (مقام نکلا کوٹ دریاے کرنا لی پر جو دریاے گنگ کی شاخ ہے)



کا صرف یہی
ایک ذریعہ
ہے اور چنان
کہ میں یہ بات
حاصل ہے
وہاں زراعت
اور روئیدگی
گردونوں کے
دیرانے کے
مقابلہ میں۔
کچھ اور ہی
لطف دکھاتی
ہے۔ مینہ
بیان ظاہر
بہت کم برستا
ہے اور جو
کبھی برستا ہے
تو وہ بہاروں

پر درخت اور کسی قسم کی روئیدگی نہ ہونے سے بطور آئینہ کے فوراً اگھایوں
میں یہ جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ بیان زمین میں نمی باقی نہیں رہتی اور نہ ہیان
میخ کا برسنہ۔ کوئی عمدگی سمجھی جاتی ہے۔ بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ ہم سے
بار بار نہایت احتیاط کے ساتھ اس بات کی درخواست کی گئی۔ کہ ہم زرعیت
کے قریب بند و قین نہ چلائیں کیونکہ بند و قون کے چلانے سے بارش
اور اولون کے طوفان کے آنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور زراعت کو
نقصان پہنچتا ہے۔ یہی ایک عنایت خاص تھی جس کی جنگ پن نے ہم سے
استدعا کی۔ اور ہم نے بھی اُسے فوراً منظور کر لیا۔

پر انک یا تھلا کوٹ ٹھیک گر لاماں دھاتا کے دھن میں۔ تین دریاؤں
کے اتصالی کے موقع پر۔ ایک ایسے اونچے پہاڑ کے سرے پر واقع ہے
جو کرنا لی ندی اور ایک اور ندی کے درمیان انگریزی کے حرف v
(دو) کی شکل کا ہے۔ یہ ایک ایسا موقع ہے۔ جو کل ملک پر حاوی
ہے۔ اور چونکہ اس کے تین طرف پہاڑ ہیں جن پر سے پانسو فٹ سیدھا
نیچے اترنا پڑتا ہے۔ اس سبب سے کسی وقت زمانہ گزشتہ میں اسپر حملہ کرنا
مشکل ہوا ہوگا۔ اس کی چوتھی طرف ایک ہوا رسلہ پہاڑ کا ہے جو مغرب
کی جانب میلون چلا گیا ہے۔ جنگ پن کے رہنے کا مکان ایک وسیع
سفید رنگ کی عمارت ہے۔ اور اُن مکانات کے پورب کی جانب واقع
ہے جو چوٹی پر بنے ہوئے ہیں۔ اور گومپا یا خانقاہ جو باعتبار وقعت۔
لوگناک مٹھ سے۔ ہمسری کا دعوے کرتی ہے۔ مغرب کی جانب ہے۔

یہ بہت سے Monks مجروح و عابدوں اور لامارا عظیم کی جائے تیام ہے
 یہاں پر صرف یہی عمارتیں ہیں اور حالانکہ یہاں ایک کچھوٹا سا گائون بھی
 کھلا کوٹ کے نام کا ہے۔ مگر دراصل یہ اس کل خطہ کا نام ہے۔ جس میں بہت
 سے گائون قلعہ سے غمناک فاصلہ پر آباد ہیں۔ اس پہاڑ پر پانی نہیں ہے
 لہذا قلعہ کے گرد بہت سے مکان بنانا ناممکن ہے۔ اس نواح کے

(ہمارے تبت والے ہمراہی)
 (نربالینی جنگ پن کا قاصد مصنف - لاما کا قاصد)



کل دیہات کے باشندوں کا فرض ہے کہ اپنی اپنی باری سے اس کام کے لیے
 مزدور بہم پہونچائیں کہ وہ روزمرہ نیچے ندی سے پانی لیجا کر اوپر چوٹی تک پہونچایا
 کریں۔ اور چونکہ ہمارا لشکر اس خاص راستہ پر پڑا تھا۔ جدھر سے عورتیں
 پانی لینے جاتی ہیں۔ اس لیے ہم ان کو دن بھر پہاڑ پر آتے جاتے دیکھتے
 تھے۔ اور ان کے گانے کی آواز سنتے تھے۔ جو دور سے بہت سُریلی

معلوم ہوئی تھی۔ اور سیکرٹری سوزر لینڈ کے دھقانیوں کے گانے کے مشابہت تھی جنگ پن کا نر با ایک دنی درجہ کا عہدہ دار ہے۔ جیسے کہ سرکاری عملداری کے سپاڈیوں میں قانون کو ہوتے ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک۔ اس خاص شخص کا انداز تو بالکل دنی درجے کے سوانگٹ الون کا سا تھا۔ اُسکے کپڑے اور جوئے چینیوں کے سے تھے۔ اور سر پر ایک چوٹی تھی جس سے اُسکی وضع بال چینیوں کی سی معلوم ہوتی تھی لیکن چینیوں کی سی گول ٹوپی جو زیب سر تھی۔ اُس میں ایک کنگرہ سا اور نکلا ہوا تھا جسے وہ اپنی داہنی آنکھ پر چھتری کی طرح لگائے رکھتا تھا جو نہایت ہی ناموزون معلوم ہوتی تھی۔ اسپر آپ کی وہ غضب کی سکہ اہٹ جیسے کسی چیز سے شعا عین نکلتی ہوں۔ دھقانیوں کا سا چہرہ اور لڑکتی ہوئی چال۔ پس اسے دیکھتے ہیں۔ ولایت کے ٹھیکر کا سامان یاد آ جاتا تھا لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ اس شخص نے ہم کو آرام پہنچانے میں بہت کچھ کوشش کی۔ اور ہر بات کا پورا پورا انتظام رکھا۔ اور یہ فکر رکھی کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کی تکلیفیں جو اکثر پردیس میں ہوا کرتی ہیں ہم کو نہ ہونے پائیں۔ مثلاً اُس نے دریا کے پل کی مرمت کرائی اور چونکہ ہم موضع نگر ام کی راہ سے گئے تھے جو قلعہ کے سامنے واقع ہے اور ہمارے ساتھ کچھ ہندوؤں اور باربرداری کے جانوروں کو ندی پایاب اُترنی پڑی تھی۔ اس لیے یہ بھی ہمارے ساتھ ندی میں کھڑا رہا۔ اور مثل ان لوگوں کے جو ہم میں سے بہت سرگرم تھے۔ سراگے والوں کو خوب چلا چلا کر ہر باتیں کرتا تھا۔ اور جب ہم اُسکی طرف دیکھتے تھے تب ہی یہ فوراً مسکراتا تھا۔ اور کچھ اس طرح مسکراتا تھا۔ کہ کل چہرہ کھل جاتا تھا۔ اسنے ہمارا ڈیرہ بھوٹیا بازار کے

قریب - قلعہ کے نیچے - اس ندی کے کنارے پر نصب کرایا - جو ٹھیک دھن میں ہے - یہاں سے پانی کا چشمہ قریب تھا - اور ہم کو سب طرح کا آرام تھا - بھوٹے - مٹی اور پتھر کے مکانوں میں رہتے ہیں جن میں ہوا سے حفاظت کا کامل انتظام ہوتا ہے - چھت کی جگہ پر کپڑے کی چادرین تان لیتے ہیں - جن میں ہو کر روشنی آتی رہی ہے مگر گرد نہیں آنے پاتی - اور چونکہ یہاں بیٹھ کا کچھ خوف نہیں ہے - اسلئے یہ چادرین چھت کا پورا پورا کام دیتی ہیں - جب یہ لوگ ٹکلا کوٹ سے جاتے ہیں - تو کپڑے کی چھت اُتار لیتے ہیں - اور مکان بند فصل تک خالی اور ویران پڑے رہتے ہیں -

ان دنوں اصلی جنگ پن لاہسا گئے ہوئے تھے - اور عنقریب ٹکلا کوٹ واپس آنے والے تھے - اس اثناء میں بت کے سید سے سادے اصول حکومت کے بموجب جو یہاں کا ایک خاص ڈھنگ ہے - اُن کا دوسرا بیٹا بجائے اُن کے قائم مقام تھا - قدرتی طور پر اُن کا بڑا بیٹا بجائے اُن کے مقرر ہونا چاہیے تھا - لیکن اُن خدمات کے صلہ میں جو سن ۱۹۱۷ء میں اس سے ظہور میں آئی تھیں - جب کہ وہ لڑائی میں زخمی ہوا تھا - وہ گارتاک کا دایسراے نامزد ہو چکا تھا - اور اس ترقی کی بدولت بڑے بیٹے کا رتبہ باپ سے بڑھا ہوا تھا -

یہاں ہمارے پہونچنے کے وقت ٹکلا کوٹ کے معاملات میں کسی قدر

(دریا عبور کر کے ٹھکلا کوٹ جانے کا راستہ)



پچیدگیان واقع تھیں۔ اور اُس کی صورت یہ تھی۔ کہ چند روز پیشتر برخا کے تارجم اور ٹھکلا کوٹ کے مشائخ کے باہم ایک قسم کا جھگڑا ہو گیا تھا۔ اور اس جھگڑے میں برخا کے تارجم نے لاما کے ایک نوکر کو گولی سے مار دیا تھا۔ اس علت میں یہ سب لگا لیسراے کے حکم کے بموجب گارتک طلب ہوئے تھے۔ برخا کا تارجم بحیثیت ملزم کے۔ وہاں سے غیر حاضر تھا۔ اور ٹھکلا کوٹ کے لاما بحیثیت خاص گواہ ہونے کے موجود نہ تھے۔ اور اصلی جنگ پن کا تیسرا بیٹا بھی اس غرض سے طلب کیا گیا تھا۔ کہ مقدمہ کی سماعت میں جو وقتیں پیش آئیں۔ اُن کی تشریح کرے۔ یہ جب ہم وہاں پہنچے۔ تو ہکو معلوم ہوا۔ کہ اصلی لاما جو خانقاہ کا مہتمم ہے۔ وہاں موجود نہیں ہے۔ اور اُس کی جگہ

اُسکا ایک ماتحت کام کر رہا ہے ونیز ملکی انتظام بھی ایک ۲۸ برس کی عمر کے نوجوان کے ماتحت میں ہے۔ پس یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارے وہاں پہونچنے پر افسروں کی عدم موجودگی میں اُن کے ماتحتوں کو کسی کچھ پریشانی ہونی ہوگی خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ اس سے پہلے اُنھیں کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا تھا جو اُن کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے ایک نظیر ہوتا۔ مگر پھر بھی اُن نے اپنی اپنی خدمات کو نہایت حزم و احتیاط کے ساتھ انجام دیا۔ اور ہمارے ساتھ بہ مدارات پیش آئے۔ ہم نے بھی حتی الامکان یہ امر ملحوظ خاطر رکھا کہ اُن کے کام میں سہولیت ہو۔

جس روز ہم وہاں پہونچے۔ اُس روز سہ پہر کے وقت جنگ بین اور قائم مقام لاہارم سے بطور ملاقات ضابطہ کے ملنے کو گئے۔ اُن کے آگے آگے فرمایا گھوڑی پر سوار پاشنہ کو ب جلا آ رہا تھا۔ یہ حضرت ہمیشہ ایک گھوڑی پر سوار ہوا کرتے تھے۔ جس کے ساتھ ایک چھوٹا سا بچہ بھی ہوتا تھا۔ یہ گھوڑی بھی بڑی جاندار تھی۔ اس کا قابو میں رکھنا۔ اس کے لیے ایک بڑا کام تھا۔ لیکن خواہ گھوڑی کی وجہ سے کچھ پریشانی ہو۔ یا بچہ کے سبب سے۔ یا اسکی اس وضع کے سبب سے جو اُس نے اختیار کی تھی۔ لیکن اُسکا مسکرا نا کسی وقت بند نہ ہوتا تھا۔ جنگ پن کا لڑکا ایک بڑا طویل القامت شخص تھا۔ اُس کا قد کوئی چھ فیٹ تین انچ ہو گا۔ اور پوشاک بالکل چینی وضع کی تھی۔ اور اگرچہ اُس کی بینائی میں مطلق فرق نہ تھا۔ پھر بھی وہ ایک بڑا بھاری چشمہ۔ جس کے شیشوں کا ڈھائی انچ کا قطر تھا۔ محض اس سبب سے لگائے ہوئے تھا کہ یہ

اعلیٰ درجہ کے عہدہ داروں کی وضع میں داخل ہے۔ اور لاما جسکے چہرے
 فیاض طبع ہونے کے آثار نمایاں تھے۔ ایک پست قد شخص تھا اور خالقاہ کی
 معمولی پوشاک پہنے تھا۔ اور اگرچہ اُس کو اس قدر ضعف بصارت تھا کہ عینک
 کی سخت ضرورت تھی۔ مگر پھر بھی اُس کے پاس کوئی چشمہ نہ تھا۔ اُن کے
 اس طرح ملاقات کے لیے آنے سے بڑھ کر جو دو گھنٹے برابر جاری رہی۔ دوستی
 کا اور کیا زیادہ ثبوت ہو سکتا تھا۔ مکمل۔ جوتے۔ ایک ٹوپی اور خشک میوہ جاتا
 کے بطور تحائف پیش کیے جانے کے بعد یہ لوگ ولایتی چیزوں کے دیکھنے
 (جنگ پن اور لاما)



میں جو ڈیرہ میں پھیلی ہوئیں تھیں ہم تن مصروف ہوئے۔ اور انھوں نے
 بندوبستیں اور فوٹو کھینچنے کے کمرے وغیرہ بہت غور سے دیکھے
 اور اُن کی بڑی قدر کی۔ اس لطف صحبت کو پورٹا شراب کے دور نے

اور بھی دو بالا کر دیا۔ یہ چھوٹے سے شیشے کے کنٹر میں بھری ہوئی تھی۔ اور شیشے کے چھوٹے چھوٹے گلاسوں میں پیش کی گئی تھی۔ لاماتاواکل پر ہنر گار تھے۔ مگر جنگ بن ایسے نہ تھے۔ رہا زبا۔ اُس نے تو فوراً ہی یہ سوال کیا۔ کہ یہ کل مجھے دیدیجیے۔ مگر اُسکو متبہ کیا گیا۔ کہ اس موقع پر صرف اعلیٰ درجہ کے لوگ ہی شریک ہو سکتے ہیں۔ مگر اس نے ایک آہ سرد بھری۔ جو میرے کانوں تک پہنچی۔ اور جس کے معنی تھے۔ کہ خیر اب نہ سہی۔ ملاقات کے ختم ہونے پر اگر مناسب ہو تو یہ بوتل مجھے مل جائے۔ لامانے سگرٹ بھی نہیں پیے۔ اور جنگ پن کے کہنے سے معلوم ہوا کہ سال بھر سے اُنھوں نے حقہ نہ پینے کا عہد کر لیا ہے۔ مگر پھر بھی اُنھوں نے انظارِ محبت کی غرض سے ایک سنبری نوک کا سگرٹ اٹھا لیا۔ اور اپنے کان میں اس طرح لگا لیا جس طرح کوئی کلمہ کلم لگالے۔ اور زبانی زبان سے کچھ نہیں کہا۔ مگر اُسکی آنکھیں اور ہاتھ بہت کچھ کہہ رہے تھے۔ اس لیے کہ یہ حضرت سگرٹ کے مزہ سے واقف ہو چکے تھے۔ کیونکہ ڈاکٹر لانگ اسٹاف نے کچھ دیر پیشتر ہی چند سگرٹ اُنکی نذر کیے تھے۔ اور اُس وقت بھی یہ کل کس لیے بغیر باز نہ آئے تھے۔

طرفین سے بہت کچھ انظارِ اتحاد کے بعد ملاقات ختم ہوئی۔ اور ہم نے نہایت تپاک سے مصافحہ کر کے اپنے مہانوں کو رخصت کیا صرف زبا ہی اپنی چلبلی گھوڑی پر سوار۔ ایک جزو غیر مانوس نظر آتا تھا (کیونکہ یہ اپنی گھوڑی کو ایک وحشیانہ طریقہ سے ایسا سرپٹ و ڈراتا تھا کہ ایک دفعہ اُس نے جنگ بن کو گرا دیا ہوتا)

جب ہم ان عہدہ داروں کی ملاقات بازوید کے لیے گئے تو ہم بھی اس تزک و احتشام کے ساتھ گئے۔ کہ میرے کل عہدہ دار ہمراہ تھے۔ اور گارو آگے آگے۔ چلتا تھا۔ جنگ پن نے قلعہ کے دروازے پر ہمارا استقبال کیا۔ اور ہم کو ایک سیر سے زینہ اور تاریک راستوں سے گزرنا پڑا۔ اُس وقت یہاں پر ہر طرف دعاخوانی کے پیہ اور دعاخوانی کے بلین زور زور سے گھماے جا رہے تھے۔ ہمارے طرف سے ایک کبل جو ایک جانب سیاہ تھا۔ اور جس کی دوسری جانب چیتے کی شکل بنی ہوئی تھی ایک چرمی ہینڈ بیگ ایک مضبوط اسٹیل ٹرنک۔ ایک ہلکی آسمانی رنگ کی چھتری۔ اور سب سے بڑھ کر وہ شیشہ کا کنٹر اور شراب پینے کے گلاس جس کو دیکھ کر یہ بہت لہجائے تھے۔ بطور تحفہ جنگ پن کو نذر کیے گئے۔ اب یہ قرار پایا۔ کہ ہم بھی بت کی شراب۔ ”ارک یاعرق“ جو چاول کی بنتی ہے۔ ان گلاسوں میں نوش کرین جو ابھی ابھی نذر کیے گئے تھے۔ نہانے ان گلاسوں میں جو کچھ لکڑی کا بڑا دہ پڑا رہ گیا تھا۔ اُس کو سنی اُگھلی سے صاف کرنا چاہا تھا۔ مگر کسی دل بدلے نے اسے اس حرکت سے باز رکھا لیکن پھر بھی اُسے انھیں ایک میلے کاغذ کے ٹکڑے سے صاف کر ڈالا۔ ہم سب نے جنگ پن کے ساتھ شراب پی اور بڑا لطف رہا لیکن جسوقت ہم نے چند کھلونے پیش کیے۔ اُسوقت اس صحبت کا لطف دوبالا ہو گیا۔ انگریزی باجون کے کبس اور پیسہ پیسہ والے بگل بہت پسند آئے۔ لیکن وہ مرغی سب سے سبقت لے گئی۔ جو زمین پر دن کو پھر چراتی دوڑتی تھی

(چم پارانہ جو تین بھائیوں کی بیوی ہے)



اسے دیکھ کر
لوگ خوب قہقہہ
لگا کر ہنسے اور
کچھ ایسے خوش
ہوئے۔ کہ گھر میں
سے سلیم صاحب
نے جو تین بھائیوں
کی بی بی تھی۔
اور جس کا نام۔
انگریزی زبان

کا مشہور و معروف لفظ۔ چم تھا۔ کہلا بھیجا۔ کہ ہم بھی پھسو اور امچی سے ملا
چاہتے ہیں۔ ان سے مراد مجھے اور لانگ اسٹان سے تھی۔ اول لفظ
کے معنی اعلیٰ عمدہ دار کے۔ اور لفظ دوم کے معنی ٹڈا کٹر کے ہیں۔ لیکن
عام طور پر اہل یورپ کے لیے لفظ پلنگ یا پلنگ استعمال کیا جاتا ہے
بہکو سلیم صاحب کا یہ پیغام سن کر بلاشبہ سخت تعجب ہوا۔ اس لیے کہ سلیم صاحب
پہلے یہ فرما چکی تھیں۔ کہ میں کسی طرح ان لوگوں کے سامنے نہ ہوں گی۔
مجھ پر ان کی خراب نگاہ کا پڑنا ہی۔ میرے لیے غضب کا سامنا۔ اور میرا ہیشہ
کے لیے کیا گذرا ہو جانا ہے۔ مگر بعد کو مجھے معلوم ہوا۔ کہ اس عورت کے
صرف ایک ہی بچہ تھا۔ اور اسے دوسرے کی آرزو تھی پس کسی نے اسے

یہ باور کرا دیا۔ کہ اگر تم ان لوگوں کے سامنے ہوگی تو جلد وہ دن آئے گا کہ خوش قسمتی سے تمہاری گود میں ایک دوسرا لڑکا کھیلتا ہوگا۔ بہر حال بت کچھ انتظار کے بعد۔ وہ لباس فاخرہ پہن کر تشریف لائیں۔ منہ بھی دھو دھو تے چٹا ہو گیا تھا۔ اس لیے کہ وہ ہوا سے اُسے بچانے کے لیے اُس پر کچھ روغن ملے رکھتی تھیں اور ناک پر ایک سیاہ داغ بنانے تھیں اُن کے بال دونوں شانوں پر پھیلے ہوئے تھے۔ سر پر مونگون اور لکھراج کا تاج تھا۔ اور ایک نہایت پر تکلف پوشاک پر۔ ایک لیشی پٹکا بندھا تھا۔ بیگم صاحب کی طرف سے ہم سے اس بات کا انہیں کے ساتھ اظہار کیا گیا۔ کہ ان کے پاس کوئی ایسی عمدہ شے نہیں ہے۔ جو ہماری نذر کے لائق ہو۔ حالانکہ جو تحائف انھوں نے نذر کیے وہ بت اچھے تھے۔ اور بیگم صاحب امید کرتی ہیں۔ کہ آپ اس کا خیال کچھ نفرا مینگے۔ اسکی وجہ یہ تھی۔ کہ بیگم صاحب کا ایک خاوند وایسراے کے عمدہ کے لیے نامزد ہو چکا تھا۔ اور اس لحاظ سے اُنکی جانب سے تحائف بیش بہا۔ پیش ہونے چاہیے تھے۔ اس کے بعد بیگم صاحب نے فرمایا۔ کہ مجھے اپنے بچہ کو دودھ پلانے کا نا ضرور ہے۔ مگر میں ابھی آتی ہوں اور واپس آ کر تصویر کھنچواؤں گی۔ لیکن تنہا کھنچواؤں گی۔ کسی کے ساتھ نہیں۔ یہ کہہ کر۔ اور اپنے دل میں اس بات پر خوش ہوتی ہوئی کہ میں تین خاوندوں کی بلکہ اس سے زیادہ کی خدمت گزاری کر سکتی ہوں۔ رخصت ہوئیں لیکن کچھ لمحے ہی گزرے ہوں گے کہ پھر آمو جو دہوئیں۔

اور اس قدر جلد دودھ پلا آنا بھی انھیں کام تھا۔ اُن کے واپس آنے پر
 ہننے اُن کا قوٹو لیا۔ لیکن بے انتہا سوالات اور تزل و قال کے بعد۔ اور وہ
 سوالات اس قسم کے تھے کہ میں تصویر کھڑے ہو کر کھنچو اوُن یا بیٹھ کر جس سے
 اُن کا یہ مطلب معلوم ہوتا تھا۔ کہ پوشاک بھی تصویر میں خوب نمایاں ہو
 پھر کبھی پوچھتی تھیں۔ کہ دیکھنا میرے بال ٹھیک ہیں۔ ہاتھ کیونکر رکھوں جو
 انگلیوں کے پھلے انگوٹھیاں دکھائی دیں۔ بالآخر عین وقت پر آپ نے یہ
 کہا۔ کہ ہے ہے تصویر میں پیر تو دکھائی ہی نہ دیں گے۔ ایسی تدبیر کر دو کہ پیر
 بھی دکھائی دیں۔ ہمارے چلے آنے کے بعد ہم کو معلوم ہوا۔ کہ کل مکان
 (جنگ پن اور لامندہ کے سلسلے)



میں پانی چھڑکا گیا۔ اور اُن گندی ارواح کے کھلانے کے لیے۔ جو ہمارے

سبب سے قلعہ میں داخل ہو گئی ہوں۔ بڑی بڑی سپہیں ادا کی گئیں مجھے اس کے جواب میں صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ اگر بہت سے درندے ہمارے ڈیرہ میں پکڑے ہوئے آتے اور جس قدر اُس حالت میں اُن پر یہ کو دھونی دے کر صاف کرانے کی ضرورت ہوتی۔ اُسی قدر ان لوگوں کی ملاقات کے بعد بھی صفائی کی ضرورت تھی۔

اس ملک ممنوع الدخل کے عہدہ داروں نے اول اول بیان کی ہر چیز پر۔ پردہ اسرار ڈالنا چاہا۔ خصوصاً اُن چیزوں پر جو مذہب سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ہمیں بھی یہ مناسب نہ تھا۔ کہ جس بات کا ہم سے پردہ رکھا جائے اُنہیں خواہ مخواہ دخل دیں۔ مگر جب جنگ پین دوبارہ ملنے آئے تو میں نے لینڈن صاحب کی کتاب موسومہ لاہسا اور ویڈل صاحب کی کتاب موسومہ لاہسا اور اُس کے اسرار۔ اُٹھا کر۔ انہیں جو لوگوں عہد داروں، مسدروں اور متبرک مقامات کی تصویروں اور فوٹو تھین۔ اور اسے عہدہ داروں کے حالات لفظ بہ لفظ۔ نہایت خوبصورتی کے ساتھ لکھے تھے۔ وہ سب اُن کو ایک ایک کر کے سسلے وار دکھائے۔ میں نے اُنکو اول دلائی لاما کا محل اور جو کانگ نامے گرجا دکھایا۔ جو لاہسا میں اہل کے عقائد بلو مذہب کے بموجب۔ ایک نہایت متبرک مقام ہے اُنہیں دیکھ کر وہ دم بخود ہو گئے۔ اور چونکہ یہ خود لاہسا کے رہنے والے تھے۔ اس لیے وہ ہر ایک مقام کو پہچانتے جاتے تھے۔ اور وقتاً فوقتاً یہ کہتے جاتے تھے کہ ہاں اس دروازے کے قریب فلان شخص

کا مکان ہے۔ وعلیٰ ہذا طرح کی اور باتیں۔ یہ بہت سے عہدہ داروں سے بھی واقف تھے۔ اور اگر کسی کا نام تصویر کے نیچے نہ چھپا تھا تو یہ بتلاتے تھے۔ یا یہ کہہ دیتے تھے۔ کہ مجھے خود ان سے واقفیت نہیں ہے۔ لیکن میں ان کے لاماؤن کو جانتا ہوں۔ جب یہ ان کل چیزوں کی تصویریں دیکھ چکے جو لاہسا میں بہت ہی خفیہ اور پُر اسرار سمجھی جاتی ہیں۔ تب بقول کتاب مقدس اس کا یہ حال ہوا کہ: "میں جان ہی باقی نہ رہی" اس سلسلہ کا خاتمہ بالآخر ویٹل صاحب کی کتاب بدھزم۔ اون بتبت میں۔ بتبت کے دیوتاؤں شیطانوں۔ لاماؤن کی رسم۔ ایٹو کرٹ اوٹ لاماؤن دکھا اور زندگی کے بتوں کی تصویریں کا دکھانا تھا۔ جب اُس نے دیکھا۔ کہ اس مذہب کے کل بھید ظاہر ہو چکے ہیں۔ تب اُسکی کچھ اور یہی حالت ہو گئی۔ اور یہ لگا اب پہلے سے بھی بشرطیکہ یہ ممکن ہو بہتر تبادہ کرنے۔ اور اس میں تو ذرا کلام نہیں۔ کہ اہل برطانیہ کی عزت تو اُس کی نگاہ میں بہت کچھ بڑھ گئی۔ اور ان خاص کتابوں کو تو وہ سراسر واجب التعظیم سمجھنے لگا۔ نیز اُسکی طبیعت میں اپنی نسبت بھی انکسار زیادہ ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں تو محض قائم مقام ہوں میں نے اپنی ٹوپی میں وہ بلور کا بیٹن بھی نہیں لگایا جو اور جنگ پن اور میرے والد لگایا کرتے ہیں۔ اگرچہ قائم مقام ہونے پر بھی میرا درجہ کل تاجم سے حتیٰ کہ برخاکے تاجم سے بھی زیادہ ہے۔ اس لیے کہ وہ کسی طرح کا میں۔ بلکہ بیتل کا بھی نہیں لگاتے۔ جو کہ ادنیٰ درجہ کے عہدہ داروں کی علامت ہے اُس نے یہ بھی بیان کیا کہ صرف ڈا با کے جنگ پن کی وہ قدر و منزلت ہے

جو اُس کے باپ کی ہے۔ اور وہ بلور کا بٹن لگا سکتے ہیں۔ باقی روٹک اور۔ چہرہ رنگ کے خشک پن صرف سیپ کا بٹن لگاتے ہیں۔ جو اُن سے دوسرے درجہ پر ہیں۔ ہاں میرے بھائی جو عمدہ والیرٹے کے لیے نامزد ہو چکے ہیں۔ غیر شفاف نیلے رنگ کا بٹن لگانے کے مجاز ہونگے جو کونسل کے وزرائوں کے شفاف نیلکون بٹنوں سے دوسرے درجہ پر ہے۔ اسی طرح عمدہ کی شناخت کے لیے بٹنوں کا لگانا۔ چینیون کا کابھی دستور ہے۔

اُسے گھر پہنچ کر جو کچھ اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔ اور حسین کوئی دھوکے کی بات نہ تھی کل۔ گو مپانگے لاما کو کہ سنایا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ لاما مذکور نے ہمارے پاس خانقاہ کی سیر کا پیغام بھیجا۔ اور ہم نے بھی اُسے بہ طیب خاطر منظور کر لیا۔ اس شخص کا اپنے مذہب اور لاماؤن کی قدرت و اختیار میں اس درجہ اعتقاد بڑھا ہوا تھا۔ کہ جب میں نے ویدل صاحب کی کتاب میں وہ چھپا ہوا جتر دکھایا۔ جس کے بازو لینے سے ہماری بددلی کی گولی کا اثر زایل ہو جاتا ہے۔ اور حاضرین میں سے کسی کے منہ سے نکلا۔ کیا این ہمہ بہت سے بہت والے گولیوں سے مارے گئے۔ تو میں فوراً گرفت کی اور کہا کہ مجھ دجتر سے کچھ نہیں ہوتا۔ اسکا اثر بھی جب ہی ہوتا ہے جبکہ تم میں خود بھی وہ باتیں ہوں۔ جو اُس کے اثر کے لیے لازمی ہیں۔ مثلاً۔ منشی چیز دن سے پرہیز کرنا۔ اور زنا وغیرہ سے بچنا۔ ان شرائط کا پورا نہ کرنا جتر دن کو بے اثر کر دیتا ہے۔

لامامیرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے مجھے ہر ایک کمرے کی سیر کراتا پھرا اور بہت سے اونچے نیچے راستوں سے لگیا۔ ان میں سے بعض بہت تاریک اور نیچے بنے ہوئے تھے۔ اور سیرطعیان تو بالعموم ایسے مقامات پر تھیں جہاں عموماً نہین ہوتیں۔ اُس کے طرز اور بڑا وے سے پایا جاتا تھا۔ کہ وہ حتی الوسع ہمارے ساتھ بہت کچھ اظہار مہربانی کرنا چاہتا تھا۔ مگر پھر بھی جن دعا خواتی کے پیمون کے پاس سے جو دیوار میں نصب تھے ہم گزرتے تھے۔ انھیں وہ گھاتا جاتا تھا۔ اور وہ لوگ بھی گھماتے جاتے تھے جو ہمارے آگے چلے چلے تھے حتی کہ بلیون کے گھومنے کی آواز کا ایک تار بن جاتا تھا تھلا کوٹ کی خانقاہ والوں کا یہ خیال ہے۔ کہ ان کی خانقاہ نہایت با وقعت ہے اور

(تھلا کوٹ کے مندر میں بڑا عظیم کے بت)



تول زیادہ ہونے سے۔ وہ اُسے ٹولنگ کی گوسپ سے بھی برتر بلکہ کل مغربی بت کے کلیسا کی سرتاج سمجھنے لگے ہیں۔ پس وہاں کے لاماکامیرے ہاتھ

میں ہاتھ ڈالے لیے پھرنا۔ واقعی ایک بڑے اعزاز کی بات تھی بلکہ

۱۲ بت کے ارگرد فسیل ہے چیر ہا تاؤن کے بت اور کسی کے چواغدان کچھ میں ہوا ہارت سے مراد ہیں اور میرے خیال میں دوسرے پر بت دیکھتے ہیں ۱۲

اس سن رسیدہ شخص نے مجھ سے بودھ کے پتیل کے بُت کی جو مندر کے اندر
 مخافو ڈھکیچھنی دینے کی فرمائش کی۔ لیکن چونکہ بت مذکور پر شاع آفتاب کچھ
 عجیب ڈھنگ سے پڑتی تھی۔ اس لیے اُسکی فوٹو لینا کچھ سہل بات نہ تھی پھر
 بھی اُس نے کچھ کھڑکیاں کھلوائیں۔ کچھ بند کرائیں۔ اور لوگوں سے کہا کہ
 پیچھے ہٹے رہو۔ اور خود بھی اس تیاری میں بہت کچھ دل چسپی ظاہر کی۔ مندر
 کے دروازہ میں۔ دھتورن۔ (شیطانوں) کی تصویریں اور زندگانی کے
 ہیٹوں یعنی بودھ مذہب والوں کے خیال کے بموجب۔ زندگی کے مختلف
 طبقات کی شکلیں بنی ہوئی تھیں۔ اور جس خاص کمرہ میں۔ عابد لوگ کھانا کھایا
 کرتے تھے۔ اُس میں چورٹن یعنی موت کی یادگار یوں کی ایک قطار کی
 (اہل بت کا رقص چہرہ وغیرہ لگا کر)



قطار تھی۔ اور ان میں سے ہر ایک کے سامنے ایک ایک شمع روشن تھی۔
 اور اُن کے بیچ بیچ میں۔ مورتیں رکھی ہوئی تھیں۔ اور کمرے مذکور کے ہر
 چار طرف دیوتاؤں کی تصویریں لٹک رہی تھیں (بعض اُن میں سے بہت
 نحش تھیں) لیکن جب لامے اُن کی نسبت سوال کیا گیا۔ تو اُس نے یہ جواب دیا

کہ وہ بہت پُرانی ہیں۔ نہ اُن دیوتاؤں کا کسی کو کچھ حال معلوم ہے۔ نہ اُنکا کوئی نام جانتا ہے۔ اور اگر ویڈل صاحب کی کتاب۔ بدھزم اور بت اس معاملہ میں مدد نہ کرتی۔ تو یہ ایک عقدہ لایحل رہتا۔ بظاہر لامانے ہم سے کوئی بات چھپانی نہیں چاہی۔ مگر وہ خود ہی اپنے مذہب سے بالکل ناواقف معلوم ہوتا تھا۔ اُسے اُن کتابوں کی بھی خبر نہ تھی۔ جو دہان کے کتب خانہ میں موجود تھیں۔ صدر کمرے سے ملا ہوا وہی کتب خانہ تھا۔ اور اُس کتب خانہ میں بودھ مہاراج کا ایک نہایت عمدہ پتل کا بت رکھا تھا یعنی وہی بت جس کا میں نے فوٹو کھینچا تھا۔ اُس کے ارد گرد اور بہت سے بت رکھے تھے اور شمعیں روشن تھیں۔ اور ٹھیک اُن کے سامنے ایک چورٹن یعنی یادگار موت رکھی ہوئی تھی۔ ایک تیسرے کمرے میں۔ ایک منک۔ ڈھول اور جھا، نچھ بجا رہا تھا۔ ایک کتاب میں سے کچھ پاٹ کر رہا تھا اور ایک دعا کا غبارہ۔ چراغ کی گرم ہوا کے زور سے ایک حلقہ میں گھوم رہا تھا۔ بیان پر ڈھول لڑائی کے بڑے طنبو کی طرح کا ہوتا ہے۔ اور ایک گھیرے دار لکڑی سے جو فصل کاٹنے کی دراتی کے شکل کی ہوتی ہے بجا یا جاتا ہے۔ ڈھول۔ مجیرے۔ یا جھا نچھ۔ یہاں ہر جگہ پر راج ہیں۔ اور اُن کو چہ گردنا چنے والوں کے جو کوچہ کوچہ پھرتے رہتے ہیں۔ خاص بابجے ہیں۔ ان لوگوں میں عورت ڈھول بجاتی ہے۔ اور لڑکے بڑھانے کے لئے حلق سے آواز نکالتی رہتی ہے اور مرد جھا نچھ یا مجیرے بجاتے ہیں۔ اس کمرے میں ایک جنگ جو سپاہی کی تصویر رکھی ہوئی تھی۔ جو سر سے

پیر تک خود تیر و کمان - تلوار و برچھے وغیرہ اسلحہ سے مسلح تھی - اور جسکے دونوں طرف دو بازو تھے - اور اس پر ایک ایک بڑی آنکھ اس ڈھنگ کی بنی تھی - جیسے کہ کیشن سمست کے مقام میں چینوں کی کشتی پر بنی ہوئی دیکھنے میں آئی ہے -

لاما مذکور نے بیان کیا - کہ آٹھ برس کی عمر کے لڑکے خانقاہ میں داخل ہوتے ہیں - (ہم نے بہت سے لڑکے اس عمر کے دیکھے) اور ۱۶ برس کی عمر تک وہ چنگ چنگ یعنی شاگردوں کے طور پر رہتے ہیں - ۱۶ برس کی عمر ہو جانے پر اُن کا امتحان ہوتا ہے - اور اُن کی ترقی ہوتی ہے یعنی وہ ڈابا - یا معمولی عابد کہلانے لگتے ہیں - اُس وقت تک وہ حجامت بنواتے رہتے ہیں - اور اُنھیں اختیار ہوتا ہے - کہ خواہ وہ ساکیاؤں کے فرقہ میں شامل رہیں جنھیں ہر چیز کے کھانے پینے کی آزادی حاصل ہے اور عورتوں کے ساتھ کسی حرکت ناشائستہ کے ہو جانے کی حالت میں - اُن پر خفیف جرمانہ کیا جاتا ہے - اور خواہ وہ اُس سے زیادہ سخت فرقہ جلیوؤں سے اپنا تعلق رکھیں - جس میں ہر قسم کی شراب اور نشی چیزوں کا استعمال ممنوع ہے - وہ حقہ بھی نہیں پی سکتے - اور مجرور ہنا - تو گویا اُس فرقہ کا ایک خاص لازمہ ہے - اگر اُن سے کوئی بے عنوانی سرزد ہو تو اُن کو سزا بھی نہایت سخت دی جاتی ہے - پابندی قواعد کے متعلق جو معاملات پیش آتے ہیں - اُن سب کا اختیار کامل لبرانگ یا ایسٹ کو حاصل ہے - جو ہمیشہ لاہسا سے آتے ہیں - اور مذہبی معاملات میں

خان پو۔ مقررہ انسر سمجھا جاتا ہے۔ جو ہمیشہ جیلو فرقہ کا ہونا ہے۔ یہ بھی
یہیٹ کی طرح اسی مبتکر شہر کا رہنے والا ہوتا ہے۔ تیار کال دنیا

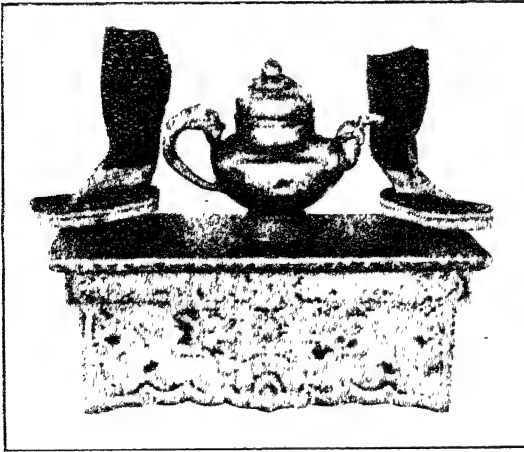
(تبت کے رفاص)



ہوتا ہے۔ اور اپنی عمر کا زیادہ تر حصہ کسی کھوہ وغیرہ میں گزارتا ہے۔
عوام الناس کو ان کا دیدار بہت کم نصیب ہوتا ہے۔ خاص خاص نہیں
رسمیات کا ادا کرنا اس کا فرض ہے۔ اور اگر کسی خاص ضرورت کے لیے
گنڈے تعویذ یا دعا برد وغیرہ کی احتیاج ہوتی ہے جیسا کہ سلسلہ عرفین
ہماری مہم کے وقت ضرورت پیش آئی تھی۔ تو یہ چیزیں اس سے
طلب کی جاتی ہیں۔ اور اس کو باضابطہ حاضر ہو کر موقع و محل کے مناسب
جنترو منتروں کو کام میں لانا پڑتا ہے۔ چنانچہ تبت والوں کا بیان ہے
کہ جو زلزلے سنہ ۱۹۰۷ء کے شروع میں آئے تھے۔ اور جن سے ضلع کانگڑا
اور پنجاب کا کچھ حصہ برباد ہو گیا تھا۔ وہ انھیں کے منتر و ن اور ان کے
لاماؤن کی کرتوتوں کا ظہور تھا۔ یہ انھیں ان زبردست منتر و ن کا نتیجہ

بتلاتے ہیں۔ جو اسوقت کام میں لائے گئے تھے۔ جب کہ سنہ ۱۹۰۷ء میں ہاری
نوج لاہسا کو گئی تھی۔ اور وہاں کے کل زبردست ساحرون نے اُسے
بدو عادی تھی۔ وہ پوچھتے ہیں کہ ان زلزلوں سے کس کا نقصان زیادہ
ہوا۔ اور کیا یہ وہی سپاہی نہ تھے۔ جن کو ہم نے بدو عادی تھی۔ اور جو
دھرم سالہ کے مقام پر مورد آفات ہوئے۔

تکلا کوٹ کی خانقاہ عموماً اہل بت میں بھی۔ شیولنگ کے نام سے
مشہور ہے۔ یہ ہندوؤں کا بخشا ہوا لفظ ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے
(میز جو اہل بت استعمال کرتے ہیں)



اور بہت سے
جاتری جو وہاں جاتے
ہیں۔ انھوں نے
اس مقام کا یہ نام
رکھا ہے۔ اور
اب اس لفظ کا اطلاق
کل بڑی خانقاہوں
پر ہونے لگا ہے

اگرچہ بت کے اس حصہ میں۔ ہندو جاتری۔ ہر سال کیلاش تک جاتے ہیں
اور یہاں کے مندروں میں۔ ہندوؤں کے بہت سے دیوتا ہیں۔ مثلاً
کچھ ناتھ کی خانقاہ۔ جہاں کل ہندوؤں کے ہی دیوتا ہیں۔ تاہم یہاں لنگ
کی پوجا کا نام بھی نہیں نہ کوئی لنگ کو جانتا ہے۔ نہ وہ کسی مند میں۔

کہ کہیں کسی سرگرم کے کنارہ نظر آتا ہے۔ اور نہ سوائے شیولنگ کی خاص لفظ مذکورہ بالا کے۔ اس لفظ کا کہیں استعمال پایا جاتا ہے۔ اس بات پر اس وقت اور بھی زیادہ تعجب ہوتا ہے۔ جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بہت میں بودھ مذہب ہندوستان سے آیا ہے۔ جہاں لنگ کی پوجا کا عام رواج ہے لاہما میں بعض خانقاہ لنگ کے نام سے مشہور ہیں۔ لیکن وہ ایک بالکل جدا لفظ ہے۔ اور اُس کے معنی باغ کے ہیں۔

شیولنگ کی خانقاہ نہایت مالا مال ہے۔ اُس نے بہت سا روپیہ اور جائیداد خدا پرست عطیہ دینے والوں سے۔ ترکہ میں پائی ہے۔ چنانچہ انہیں جیدی کوٹ کا علاقہ جو کچھ ناٹھ کے رہتہ میں ہے۔ ایک بہت بڑا علاقہ ہے۔ یہاں کسی وقت میں ایک چھوٹے سے راجہ کی راجدہانی تھی۔ اور اُس وقت یہ ایک بڑا بارہتہ مقام تھا۔ راجہ کے مرجانے پر۔ رانی نے کسی اولاد نہیہ کے نہونے سے جس سے آگے نسل چلتی۔ یہ مناسب سمجھا کہ قیمتی علاقہ اپنا اور اپنے خاوند کا نام قائم رکھنے کے لیے شیولنگ کو ہبہ کر دے۔ اب یہ خانقاہ فی الحقیقت جنگ پن سے بھی زیادہ دولت مند ہے۔ اور اس دولت کے مناسب انتظام کے لیے خاص خاص عہدہ دار مقرر ہوئے ہیں۔ انہیں سب سے بڑا عہدہ دار دانگ ہے جسکو تمام انتظامی اختیارات حاصل ہیں یہ عموماً ایسی جگہ کے لاماؤن میں سے تجویز کر لیا جاتا ہے۔ سکے ماتحت نہ جنگ ہے جو تین برس کے لیے مقرر ہوتا ہے۔ اسے محکمہ زراعت کا وزیر کہنا چاہیے۔ کاشتکاروں۔ اور مال گذاروں کے متعلق

کل معاملات اس کے دفتر سے طے ہوتے ہیں۔

کل عابد کلیرٹ شراب کے زنگ کے جتے پہنے ہیں۔ اور سرخ و زرد ٹوپی کے فرقہ کی تمیز ان کی ٹوپوں اور پیٹوں سے ہوتی ہے۔ یعنی زرد ٹوپی اور پیٹی زرد۔ اور سرخ والوں کی سرخ ہوتی ہے۔ حالانکہ وہ اکثر ننگے سر پھرتے رہتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ تبت میں مرد و عورت کے باہمی تعلق کا سوال ایک طرح کا ناسور ہے جس کا اثر کل قوم کی طرز معاشرت میں پھیلا ہوا ہے۔ اور جس نے ایک ایسی جفاکش اور مردانہ قوم میں جیسی کہ اس ملک میں آباد ہے۔ ہر طرح کے پاس و لحاظ کا خون کر دیا ہے کلیسا کو جہان تک اس معاملہ سے تعلق ہے۔ اس کی یہ کیفیت ہے۔ کہ ہر خاندان میں ایک لڑکا ہمیشہ اس کام کے لیے نامزد کر دیا جاتا ہے۔ کہ وہ پادریوں کی جماعت میں شریک ہو۔ علیٰ ہذا ایک یا ایک سے زیادہ لڑکیاں بھی۔ ہمیشہ کواری رہنے کے لیے نامزد کر دی جاتی ہیں۔ اور اسے کوئی نہیں پوچھتا کہ خود ان بچوں کی کیا مرضی ہے۔ نہ اس کی کوئی مطلق پرواہ کرتا ہے۔ لڑکے کا سر منڈا دیا جاتا ہے۔ اور وہ اپنے گاؤں یا میں اپنے خاندان کے لوگوں کے ساتھ بطور ن (جیمو) کے رہتی ہے یا کسی خانقاہ میں جہاں منکس رہتے ہوں۔ یا کچھ کچھ دونوں قسم کی زندگی بسر کرتی ہے۔ لیکن یہیں یہ نہ بھول جانا چاہیے کہ جیسی پست حالت عورتوں کی ہے۔ اس کے لحاظ سے۔ نن۔ دنیا دار آدمی سے کچھ بہتر

منہن سمجھے جاتے۔ ٹکلا کوٹ کے شیولنگ مین۔ کوئی ۵۰ منکس ہیں۔ یہ صدر مقام سے لے کر کل چھوٹے چھوٹے مندرون میں جو کثرت سے ہیں منقسم ہیں اور خاص ٹکلا کوٹ میں تو صرف ساٹھ منکس رہتے ہیں۔ یہاں چالیس من بھی رہتے ہیں۔ اور ان کے رہنے کے مکان مردون کے مکان سے علیحدہ ہیں۔ لیکن اگرچہ صدر مقام میں اس کا کچھ لحاظ کیا گیا ہے کہ مرد اور عورتیں الگ الگ رہیں۔ تاہم چھوٹی خانقاہوں میں۔ تو ایسے کمرے برابر ہی برابر اور پہلو بہ پہلو ہیں۔ اس صورت میں اس بات کا کیا تعجب ہے کہ جن مرد و عورتوں کو بغیر ان کے استمزاج کے۔ یہ فتویٰ ویدیا گیا ہے۔ کہ وہ اپنی زندگی حالت تجرید میں بسر کریں۔ وہ ایک ایسی بد اخلاقی میں غمر گذارین جو عوام الناس پر روشن ہے۔ اور جو تمام پاک متبرک چیزوں پر ناشائستگی کا ایک سخت بد نما دھبہ لگاتی ہے۔ ہر سال منکس اور من اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے اپنے مقدس منصب سے خارج کیے جاتے ہیں اور ان لڑکیوں کو جو عہدہ کرنے کے بعد اپنے گائون میں رہتی ہیں۔ ان کی بد کرداری کی سرادہی جاتی ہے۔ اور من کے لحاظ سے ٹکلا کوٹ کھجور ناٹھ سے نہ چند سخت ہے۔ لیکن اس میں کچھ وہ لوگ قابل الزام منہن ہیں۔ بلکہ ان کا طرز معاشرت ہی خراب ہے۔ کیونکہ ایسی سوسائٹی کا۔ جو دراصل ناقص ہے اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ بہت کے اس حصہ میں۔ منہن کے لیے جدا خانقاہیں دیکھنے میں منہن آئیں۔ لیکن وسط بہت میں جا بجا ہیں۔ شادی کا بھی صرف نام ہی نام ہے۔ اور یہ تعلق بھی سرسری غلط ہے

ایک بت کی شادی اور دھن



اس لیے کہ جہان ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونے کا رائج ہو۔ اور کل خاندان کے لوگ شریک رہتے ہوں۔ کبھی جدا ہی نہ ہوں۔ یعنی جتنے ایک باپ دادا کی اولاد سے ہوں۔ وہ سب ایک ہی جگہ ایک ہی مکان میں رہیں۔ اس گھر سے وہ حجاب۔ جو محافظ حقوق نکاح ہے اٹھ جاتا ہے۔ اور جس شے تک کسی دوسرے کی رسائی نہ ہونی چاہیے۔ وہ عوام پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ یا وہ ان کچھ پردہ نہیں رہتا۔ اگر خاندانی جھگڑوں کے باعث سے کہنے والے۔ علیحدگی اختیار کرتا۔ اور اپنا گھر جدا بنا کر رہنا بھی چاہیں۔ تو جو اولاد نرینہ ہوتی ہے۔ اس کے لحاظ سے کل جائداد کے

حصہ ہو جاتے ہیں۔ اور سب سے پہلے اور بڑا حصہ جنگ پن سلطنت کے نام سے لے لیتا ہے۔ یہ مثل۔ کمین بذات خاص سلطنت۔ یا سلطنت مجسم ہوں۔ بمقابلہ یورپ کے کسی بادشاہ کے تبت کے جنگ پن ہی کی نسبت صادق آتی ہے۔ اور جنگ پن۔ کمال احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ ہر ایک چیز کا بہترین حصہ اپنے لیے پسند کر لیتا ہے۔ پس جہان خاندان سے جدا ہونے کی سزا اتنی بھاری ہو۔ وہاں اُس بات کا کیا تعجب ہے کہ لوگ جدا ہی نہیں ہوتے۔ اور سب شریک رہتے ہیں۔ ہر گھر میں ۲۰ یا ۳۰ آدمی ہوتے ہیں۔ اور مورتی گھر بڑھتے بڑھتے بہت بڑے ہو جاتے ہیں۔ پس جو شخص یہاں تازہ وارد ہوتا ہے۔ اُس کی نگاہ سب سے پہلے اسی بات پر پڑتی ہے۔ کہ یہاں مکانات بہت بڑے بڑے ہیں۔ ہر گھر میں۔ کل باتون کے لحاظ سے تین یا چار خاندان ہوتے ہیں۔ اور جس آب و ہوا میں یہاں کے بچے پرورش پاتے ہیں۔ اور ہر طرف یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ایک ایک عورت کے کئی کئی خاوند ہیں تو اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے۔ کہ جب کسی لڑکی کے لیے وہ وقت آتا ہے کہ وہ دوسرے اسی قسم کے گھرانے میں جاوے اور وہاں جا کر بہت سے بھائیوں کی دُھن بنے تو سوچ تو یہ ہے کہ اُس وقت اُس میں بالکل حیا نام نشان بھی نہیں رہتا۔ لہذا اسے جو حکام یا سوداگر آتے ہیں اُن کو مشرقی تبت میں ہر جگہ عورتیں اپنے ساتھ عارضی طور پر رہنے کے لیے صرف کہنے سے مل جاتی ہیں۔ بلکہ بڑے بڑے خاندان کی عورتیں بھی

لمجانی ہین۔ باوجود اس قدر آزادی کے اب بھی بعض قواعد نہایت سخت ہین منجملہ اُن کے ایک خاص قاعدہ یہ ہے کہ شادی کی پابندی اُس وقت تک نہیں سمجھی جاتی کہ جب تک دختر کی خوشگاری اُس کے والدین سے باقاعدہ رسمی طریقہ سے نہ کی جاوے۔ بعض اوقات لڑکی کے لیے دو لہا کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہندو کرنے والا اُس کے والدین کے مکان پر جاتا ہے اور اُس کے دروازہ کے سامنے سڑک کے پار کھڑا ہو جاتا ہے اور جب کوئی گھر سے نکلتا ہے اُسکو ٹوپی اُتار کر سلام کرتا ہے۔ اس میں چاہے

(ایک بت کی شادی - اور دو لہا)



خود نوجوان
لڑکی ہی
ہو۔ یا اُسکی
کچ خلق مان
ہو یا اُسکا
خلیق باپ
ہو جو ایک
مبصر ہو تا ہے
یا گھر کی
کھانا پکانے
والی ماں ہو۔

ان میں سے ہر ایک کو وہ برابر مؤدبانہ سلام کرتا رہتا ہے اور یہ سلام متواتر روزمرہ اُس عرصہ تک جاری رہتا ہے جب تک کہ یہ معاملہ ٹھیک طور سے قرار نہ پا جاوے۔

بعد اس تصفیہ کے اگر کوئی شخص اُس منگنی شدہ لڑکی سے دل لگی یا مذاق کی بات کرے تو اُس شخص کو سخت سزا دی جاتی ہے۔ لڑکی کی عمر عموماً اُس وقت آٹھ یا دس سال کی ہوتی ہے۔ بعض اوقات اس سے زیادہ بھی عمر ہوتی ہے اور اس باضابطہ منگنی کے چند ماہ بعد شادی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ شادی کے موقع پر نہایت فیاضی اور فرخ دلی سے مہمان نوازی کی جاتی ہے اور شادی یعنی نکاح کا استحکام اُس وقت (ایک تبت کی شادی اور اُس کی آخری رسم)



ہوتا ہے کہ جب دولہا نقد قیمت دوٹھن کی ادا کر دیوے۔ اور ایک نہایت باریک ریشمی یا سوتی کپڑے کا ڈوپٹہ دوٹھن اور اُس کے تمام شہ دار کو اڑھائے۔ اور شادی کے تمام مصارف میں سب سے زیادہ خرچ اس رسم میں ہوتا ہے۔

یہ ڈوپٹہ اڑھانے کی رسم کوئی گھر کا بڑا آدمی ادا کرتا ہے۔ اور یہ ڈوپٹہ اہل تبت کی زندگی میں ایک جزو اعظم سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ خطوط کی روانگی اُس میں لپیٹ کر کرتے ہیں اور جب کوئی سائل کسی حاکم کے سامنے جاتا ہے تو وہ اپنا ڈوپٹہ حاکم کی عزت کے لیے اُس کے سامنے فرش پر بچھا دیتا ہے اور اس ڈوپٹہ کی یہ وقعت ہوتی ہے کہ جب وہ دکھلا دیا جاوے تو دیکھنے والے کو لازم ہے کہ اُس کی جانب فوراً مخاطب ہو جاوے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ہمنے بعض پھیری والے ناچنے والوں کو کھانا چ دیکھ کر اچھی طرح پر انعام دیدیا تھا لیکن اُن میں سے ایک عورت نے ہمارے ایک ملازم سے اور زیادہ مانگا۔ اُس نے دینے سے انکار کیا۔ اس پر اُس عورت نے ایک ڈوپٹہ نکال کر زمین پر ڈال دیا جس کے یہ معنی تھے کہ اب ضرور بالضرور اُسے کچھ دینا چاہیے اسی طرح پر شادی کی رسم میں بھی اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ اب لڑکی ضرور دیدینی چاہیے۔

دوٹھن پھر اپنے عام شوہروں سے ملتی ہے لیکن بعض اوقات

(رقاصِ تبت) اُن کی ڈھولک اور منٹک اُن کے رکھی ہوئی دیکھو



ایسا ہوتا ہے کہ چونکہ شوہر بہت سے ہوتے ہیں اس لیے اُن میں سے بعض کو گھر کا آرام نہیں ملتا۔ ایسے اشخاص اُس مکان کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ اپنی سکونت کے لیے چلے جاتے ہیں اور اُن کے چلے جانے سے اُن کا تمام حق اُس گھر کی مالیت سے جاتا رہتا ہے۔ اُن میں سے بعض ہماری برلش حکومت میں آجاتے ہیں۔ اور اُن کو کھمپاس کہتے ہیں جس کے یہ معنی ہیں کہ یہ اشخاص داخل شدہ تبت کے ہیں۔ یا تو یہ اشخاص اپنے مکانات یہاں بنالیتے ہیں یا وہ اُن لڑکیوں سے جو شادی شدہ نہیں ہوتی ہیں آشنائی کر کے اُن کے ساتھ رہنے لگتے ہیں کیونکہ ہر ایک گاؤں میں ایسی لڑکیاں بہت سی

ہوتی ہیں۔ یہ ایک مسلمہ رواج ہے کہ تمام غیر صحیح النسب بچوں کی پرورش ماں کے کنبہ کے ذمہ ہے۔ لیکن کچھ عرصہ سے مقام نکلا کوٹ میں اس میں کچھ تبدیلی ہو گئی ہے کہ جس سے باپ ذمہ دار اولاد ذریعہ کا قرار دے دیا گیا ہے۔ لیکن اسپرل درآد بہت کم ہے۔

خانہ داری کی ایسی زندگی کا جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے نتیجہ یہ ہے کہ بت کے اُس حصہ کی سوسائٹی کی حالت بہت ہی خراب ہے جو عورتوں اور مردوں میں عام طور سے بداطواری کا باعث ہے اور ایک ایسی قوم کے لیے ذلت کا موجب ہے جس کو اپنی بہت سی مردانگی اور تحمل کی صفات کا فخر ہو اور جن کو ہم بھی تعریف کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان عمدہ صفات میں اس وقت رحم کی صفت بالکل نہیں ہے۔ اگرچہ اُن کے اس خیال کے سمجھنے کے لیے ہم کو اپنی تانچہ دوستوں برس پیشتر کے زمانہ کی دیکھنا چاہیے۔ ہمارے زمانہ قیام نکلا کوٹ میں بت کے ایک گاؤں کے آدمیوں میں جھگڑا ہوا جس میں ایک مرد نے ایک عورت کے سینہ پر خنجر سے ضرب ماری تھی اور اُس کی اس ضرب سے حالت خطرناک ہو گئی تھی۔ ہمنے دریافت کیا کہ اس مرد کو اس کے متعلق کیا سزا دیا جاوے گی جس کا جواب یہ ملا کہ اُس کو خوب زد و کوب کیا جاوے گا اور اُس سے اقبال کرانے کے لیے ہر قسم کی اذیت دیا جائے گی۔ مثلاً اُس کو زمین سے اونچا کر کے اُلٹا لٹکا دیا جاوے گا۔ اور کیلیں یا سونیاں اُس کے ہاتھوں کی

انگلیوں کے جوڑوں میں گاڑی جاوین گی۔ اہل تبت جس طور سے جرم کا اقبال کراتے ہیں وہ طریقہ چینینوں سے مشابہ ہے یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگر کوئی ملزم باوجود سخت اذیت کے اقرار کرے تو الزام لگانے والے کو جھوٹا الزام لگانے کے جرم میں اذیت دیتے ہیں۔ اگر وہ عورت مرگئی تو اُس شخص مارنے والے کے لیے بہت سی سختیاں عمل میں لائی جاوین گی۔ مثلاً اُس کی پٹیاں اوزاروں سے دبائی جاتی ہیں جس سے اُس کی آنکھ کے ڈھیلے نکل پڑیں اور وہ پھر علیحدہ کر دیے جاتے ہیں یا ایک تازہ شکار کیے ہوئے یاگ۔ جانور کی کھال لیکر پانی میں بھگو دی جاتی ہے تاکہ وہ پھیل جاوے۔ زان بعد اُس میں ملزم کو سی کر دھوپ میں ڈال دیتے ہیں جس کے (تبت کے رتھ ص)

(یہ جماعت ہندوستان میں گذشتہ موسم سرما میں آئی تھی)



بعد چترے میں اس طور سے دبے رہنے سے پندرہ روز زمین وہ مرجاتا ہے
لیکن ایک ہزار روپیہ ویدینے سے موت کی ہر قسم کی سزا
درگزر ہو جاتی ہے۔ اگر وہ عورت زندہ رہی تو اُس کے مارنے
والے کی گردن میں ایک لکڑی کا تختہ باندھ دیا جاتا ہے اور
اُسکے پیروں میں بیڑیاں ڈال دی جاتی ہیں اور مجرم کو چونک پن
کے جیلخانہ میں مقید کر دیا جاتا ہے (خدا اُس سے محفوظ رکھے)۔ یا
اُس کا سر کاٹ ڈالا جاتا ہے۔ پیر کا کاٹ ڈالنا ایک عام سزا چوری
کے لیے ہے۔ یا ایک بھاری چٹان کا ٹکڑا ٹانگوں پر اس طور سے
ڈالا جاوے کہ وہ ٹوٹ جاوے یا ایک ہاتھ یا دونوں ہاتھ کاٹ
ڈالے جادیں لیکن یہ اُس مجرم کے لیے کیا جاتا ہے جو عادی مجرم ہو
عضو کے کاٹنے کے بعد جو حصہ باقی رہتا ہے اُس کو جلتے ہوئے
تیل میں غوطہ دیدیتے ہیں تاکہ خون بند ہو جاوے۔ اور آدمی مرنے
نہ پاوے۔ ایک عادی مجرم جس کے سزاؤں میں بہت سے اعضا
کاٹے گئے ہوں اور وہ پھر بھی باز نہ آئے تو اُس کو ایک لال
بیل یا گائے پر سوار کر کے اپنی سرحد سے۔ برٹش سرحد کی جانب
یا نیپال کی جانب نکال دیتے ہیں اور اُس کو ورہ کے سرے پر
چھوڑ جاتے ہیں جہاں پر وہ یقیناً ناتوان ہو کر مرجاتا ہے اگر کوئی
رحم دل آدمی اُس کی ضروریات کا کفیل نہ ہوا۔

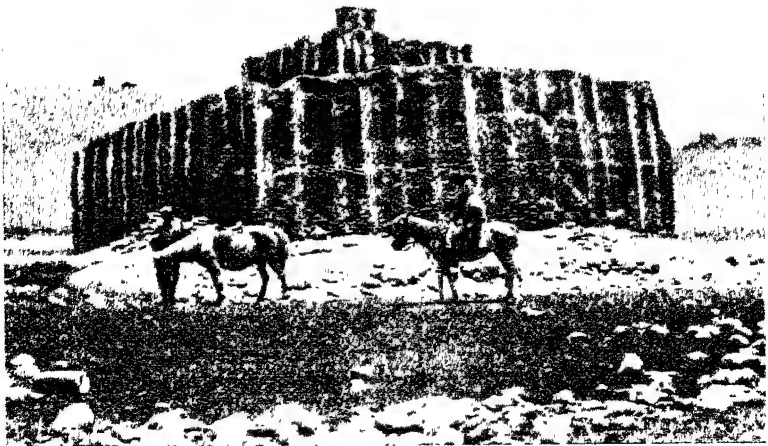
اہل بت نے اُن قیدیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے جنکو

وہ لہاسا کی جنگ میں پکڑ کر لے گئے تھے۔ اور ۱۸۷۷ء میں جو لہارخ کے راجہ گلاب سنگھ کے لشکر کے ساتھ سلوک کیا جو زور آور سنگھ کمانڈر انچیف کی کمان میں تھا اُس سے بھی اُن کی نہایت سیرجی معلوم ہوتی ہے۔ اس جرنیل نے پہلے اپنا صدر مقام تر تھا پوری میں قائم کیا تھا اور پندرہ سو آدمیوں کے ساتھ میں ایک بڑی ڈرائی مقام برکھا میں اہل تبست کے آٹھ ہزار آدمیوں سے لڑا تھا جس میں اُس نے اُن کو سخت شکست دی تھی اور فتح پر اُن کا تعاقب کیا اور اُن کی خانقاہوں کو تاراج کر دیا تھا اور تکلا کوٹے تک بڑھ گیا تھا جہاں پر اُس نے ایک قسم کی حکومت قائم کر دی تھی۔ اُس نے بھوٹیوں کو نئی قسم کے طریقوں پر تجارت کرنے کے لیے مجبور کیا جو اُن کے پرانے طریقہ کے خلاف تھے اور جب اُنھوں نے اُسکی شکایت مسٹر ٹریل کمشنر سے کی تو کمشنر صاحب مقام کالے پانی میں کچھ فوج اپنی مدد میں مقابلہ کے لیے لے کر آئے اور اپنا مطلب حاصل کر لیا۔ یہ سُن کر کہ اہل چین ملک بھیج رہے ہیں تو زور آور سنگھ اپنے لفٹنٹ بستی رام کو مستحکم طور پر تکلا کوٹ کے قلعہ میں چھوڑ کر جس کے تباہی کے آثار اب تک موجود ہیں (روانہ ہو گیا اور تھوڑے سے آدمیوں کی نگرانی میں اپنی بیوی کو لہارخ میں امن وامان سے پہنچانے کی کوشش کی اور خود بھی اُس جماعت کے ساتھ مقام گاٹنک تک گیا جب وہ لوٹ کر آ رہا تھا تو اُس کو معلوم ہوا کہ تبتیکا

لشکر اُس کے اور تکلا کوٹ کے درمیان میں ہے اور ترکلا کوٹ سے
دوسیل کے فاصلہ پر مقام ٹوپو میں جنگ ہوئی اور وہ طھٹنے میں زخم
کھا کر گھوڑے سے گر پڑا اُس وقت اُسکے ساتھیوں نے یہ دیکھ کر کہ
ہم کم ہیں اپنے ہتھیار ڈال دیے اور وہ رحم کے خوشنگار ہوئے
اس کا جواب اُن کو صرف یہ ملا کہ وہ ایک ایک کر کے عمداً قتل
کر ڈالے گئے۔ اس طور سے کہ گویا وہ بھیر بن بھین۔ تمام سکھ لشکر
کے جس کی تعداد ہزاروں سپاہیوں کی تھی چھلے چھوٹ گئے اور
اُنھوں نے اپنے کو حوالہ کر دیا اور وہ سب جس طور کی بیرجمی سے
مکمل تھا قتل کر ڈالے گئے۔

بستی رام کچھ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بین قلعہ سے نکل کر مقام
پالا کو بھاگا اور وہاں سے بھاگ کر لیپو لیکھ کے درہ کے پاس پہنچا
اور کیمپ کے مقام پر آگ کو جلتا ہوا اور گھوڑوں کو بندھے ہوئے
چھوڑ گیا تھا تاکہ دشمن اُس سے دھوکا کھا کر اُس کا تعاقب کر سن سڑی
جو سخت پڑ رہی تھی اُس سے۔ ان باقی ماندہ اشخاص کو بہت نقصان
پہنچا اور سپاہیوں نے اپنی تلواریں۔ زہرہ بکتر تھوڑے
تھوڑے غلہ کے عوض میں بیچ ڈالیں۔ ان میں سے بعض ہتھیار
بطور عجوبہ چیزوں کے راجہ اسکٹ کے یہاں پر اب تک موجود ہیں جن کو
اُنھوں نے نادر اشیاء کے طور پر جمع کر رکھا ہے اور جن کو میں نے بھی
دیکھا ہے۔ اگر وہ فیاضی سے اُن کی مدد نہ کرتا تو ایک آدمی بھی زندہ

بچکر نہ آتا۔ اور اُس کے صلہ میں مسٹر ٹریل نے ۱۸ اکتوبر ۱۸۶۸ء کو اُسے مفصل ذیل چٹھی عنایت کی ”مہین آپ کو یہ سند اُس شکر یہ کے قبول کرنے میں دیتا ہوں جو آپ نے فیاضی سے سکھوں کو مدد دینے میں عمدہ کام کیا ہے جو ہمارے ملک میں بت کی جانب سے داخل ہوئے تھے“ کمانڈر انچیف جو گر پڑا تھا اُس کا حال یہ معلوم ہوا کہ اہل بت اُس پر جھپٹ کر ہونچے اور اُس کے جسم پر جو تمام بال مثل عقاب کے پروں کے تھے اُن کو نوج ڈالا کیونکہ وہ آئندہ اقبال مندی حاصل کرنے کے لیے اُنکو اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے۔ علاوہ ازیں اُس کے گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر ڈالے گئے اور ہر ایک خاندان نے ایک ایک ٹکڑا اُنہیں سے لیا اور گھر کی چھت میں اس خیال سے لٹکا دیا کہ ایسے (زور آورنگھہ کمانڈر انچیف لشکر کشمیر کی قبر جو مقام ٹوی میں نکلا کوٹ سے دو میل کے فاصلہ پر ہے)



بڑے بہادر آدمی کا گوشت جس کے پاس ہوگا اُس میں بھی مردانگی پیدا کر دے گا۔ انوا بآ یہ بھی معلوم ہوا یہ ٹکڑے پسجکر بہت عرصہ تک موٹے رہے اور اس سے وہ ضعیف الاعتقاد یہ سمجھے کہ مردہ سردار کی بہادری کی وجہ سے وہ موٹے ہو گئے ہیں۔

ایک بڑا بھاری چورس مقام ٹویو میں زور آور سنگھ کی ہڈیوں کو گاڑ کر بنا دیا ہے اور اس مقام کی عظمت کی جاتی ہے۔

اس کے بعد نیپالیوں نے بت پر چڑھائی کی اور خوب گدگد لڑائی ہوئی لیکن کوئی بات قابلِ تحریر نہیں ہوئی۔ اُس کا صلحنامہ جو آخر میں دونوں ملکوں کے مابین ہوا اُس کی اُسے اہل بت نے سالانہ دس ہزار روپیہ دنیا قبول کیا اور یہ رقم وہ نصف صدی تک دیتے رہے۔ ان حال کی دولٹا یوں کے علاوہ نکلا کوٹ میں من واماں رہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ بہت کچھ ترقی کر گیا ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اہل نیپال نے جو بت پر گزشتہ زمانہ میں فتح حاصل کی تھی وہ کسی طور سے پایدا رہیں تھی کیونکہ ۱۹۴۷ء میں چینیوں کی فوج نے جس کی تعداد ستر ہزار آدمیوں کی تھی ہالبر پر پہنچ کر نیپالیوں کو اُن کے ہی ملک میں ایک بھاری شکست دی۔

قلم نگار کث۔ گر لالان و حاتار بلندی ۲۵۳۵۰ فیٹ)
 (رسانے جو سیاہ حصہ ہے یہ کاشت کی علامت ہے اور سامنے ہی پڑا لالہ جی جس سے آبپاشی کی جاتی ہے نظر آتی ہے)



ضلع مکلا کوٹ میں بہت گائون ہیں جو دریائے کرنا لی اور دیگر چشمون کے کناروں پر جو اس مقام پر بہتے ہیں واقع ہیں۔ مکانات پتھر مٹی اور شت خام کے بنے ہوئے ہیں اور مضبوط ہوتے ہیں اور بظاہر آسائش کے معلوم ہوتے ہیں۔ اس ضلع میں جو مکانات اس طرز کے بنے ہوئے ہیں انھیں سے اُس کو آس پاس کے مقامات سے امتیاز حاصل ہے۔ کیونکہ انسان جہاں تک بھی پھرے اُس کو ہر ایک مقام پر چند مکانات دکھائی دیں گے اور کوئی گائون ایسا نظر نہ آوے گا کہ حسین نختہ مکانات ہوں۔ سوائے بار کھا ترجم کے تھوڑے سے حصہ کے جس کا علاقہ مکلا کوٹ کے ضلع سے ملا ہوا ہے اور چونکہ وہ بھی دریائے کرنا لی پر واقع ہے اس لیے وہ جغرافیہ کی رو سے اسی ضلع کا ایک حصہ معلوم ہوتا ہے۔ ہر گائون کے قرب و جوار میں جو زمین ہوتی ہے اُس کی ہوشیاری کے ساتھ نہر کے پانی سے کاشت کی جاتی ہے جو بہاڑی چشمون سے

بہ ان گائون کے نام یہ ہیں (۱) سیر (۲) کھو جراتھ (۳) کانگی (۴) گنجن (۵) دوجا (۶) ٹھنلیبر (۷) سوچی (۸) لیرنگ (۹) مبود (۱۰) کنگارٹو (۱۱) ڈریکین (۱۲) گٹ کنگ (۱۳) لو (۱۴) لکپو (۱۵) درجینگ (۱۶) جدی کوٹ (۱۷) دینگ (۱۸) جو کرو (۱۹) پچلک (۲۰) جتھنگ (۲۱) ریلیسر (۲۲) گم نم (۲۳) نے (۲۴) گرم (۲۵) چلچنگ (۲۶) تشی گنگ (۲۷) دلم (۲۸) یلی (۲۹) مکلا کوٹ (۳۰) چٹن چپو (۳۱) ٹوپو (۳۲) لگن (۳۳) دلائنگ (۳۴) گارو (۳۵) لن (۳۶) تشی گنگ (۳۷) کھیلے۔

لائی گئی ہیں۔ اور فصل بھی اچھی پیدا ہوتی ہے۔ صرف جو میٹر۔ اور سو
 بوئی جاتی ہے اور اُن کی پیداوار تخم نیزی سے چھ گنا زیادہ ہوتی
 ہے زمین عمدہ ہے اگر اُس کو سائنٹفک طریقہ سے کھا دو وغیرہ دیا
 جاوے تو پیداوار بہت بڑھ سکتی ہے۔ لیکن درختوں کے نہ ہونے
 سے ایندھن کی ضرورت تکلیف ہوتی ہے اور ہر ایک جانور کا گوشت لکڑی
 کے عوض ایندھن کے کام میں لاتے ہیں۔ کوئی وجہ ایسی نہیں
 معلوم (ہمارے خیمے مکلا کوٹ میں اور لانگ سٹاف)



ہو تی کہ
 درخت کیوں
 نہیں پیدا
 ہو سکتے۔
 کیونکہ جس
 جگہ تک
 زمین پر پانی

لا سکتے ہیں تو زمین اُس مقام کی بہت اچھی طرح پر اُس کو قبول
 کر لیتی ہے اور آب و ہوا وہاں کی ایسی ہے کہ برف عرصہ تک زمین پر
 قائم نہیں رہتا اور سخت سردی میں بھی قیام نہیں پکڑتا لیکن زمین
 پر بد انتظامی تمام حکومت میں بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہے۔ سول حکومت
 کا طریقہ بالکل ہی ناقص ہے۔

جنگلین اپنا عمدہ روپیہ دے کر حاصل کرتا ہے اور پھر جو کچھ بھی اس ذریعہ سے حاصل ہو سکے اُس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسامیون پر ناجائز دباؤ ڈالا جاتا ہے اور وہ اس لیے اپنی زمینوں کو چھوڑ کر انگریزی علاقہ میں آکر آباد ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ ضلع کی حالت سے گذشتہ چالیس سال سے واقف ہیں انکا بیان ہے کہ اس عرصہ میں اُس کی آبادی بہت کم ہو گئی ہے اور جہاں کہیں ہم پہنچے ہم نے دیکھا کہ زمین کے بڑے بڑے قطعات کاشت ہونے سے رہ گئے ہیں جنہیں آسانی سے اور فائدہ کے ساتھ عمدہ فصل پیدا ہو سکتی ہے۔ اس وقت تمام ضلع میں کاشت کم سے کم تین ہزار ایکڑ زمین ہوتی ہوگی۔ اور شاید اس بھی زیادہ ہو کیونکہ ہم اُن بہت سے مزارعون کو نہیں دیکھ سکے جو نیچے بعض وادیوں میں واقع تھے اور تھوڑی سی کوشش سے یہ کاشت دینی ہو سکتی ہے۔ زمین کی مالگداری نقد لیجاتی ہے (اور یہ بات قابل ذکر ہے کہ زمین کے محصول میں صدیوں سے کچھ تبدیلی نہیں ہوئی) یا اُس کے عوض میں بلا معاوضہ کام کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ آخر الذکر قسم کا ٹکس نہایت ہی سخت ٹکس ہوتا ہے۔ اس کو یوں سمجھیے کہ جنگلین کا قلعہ اور خانقاہ ایک اونچے پہاڑی حصہ پر واقع ہیں جہاں پر پانی نہیں ہے۔ اس لیے گائون والوں کو روزمرہ باری باری سے خود وہاں پر پانی پہنچانا پڑتا ہے جو اُس بڑی آبادی کے

جو اُن مین رہتی ہے کام مین آتا ہے۔ لامون کی اور جنگ پن کی زمینوں کی کاشت بھی گاؤن والے مفت مین کرتے ہین اور تمام زمین جو پڑی ہوئی ہوتی ہے۔ یا جس سے دست برداری کر لی جاتی ہے اُس مین سے جس قدر ممکن ہوتا ہے۔ ان حکامون کی زمین مین شامل کر لی جاتی ہے اور اس طور سے کاشت کاروں پر ہر سال زیادہ بار بڑھتا جاتا ہے کیونکہ جب زمین کاشت کے لیے بڑھتی ہے تو اُس کے لیے اُن کو مفت مزدور اور زیادہ مہیا کرنے پڑتے ہین۔ وہاں کا عام خیال یہ ہے کہ پوجاری لوگ اچھے زمیندار ہین لیکن اسین شک نہیں ہے کہ جنگ پن سے زیادہ ڈرتے ہین حکام کے گھوڑوں کے چارہ کے لیے قطعہ کے قطعہ زمین کے علیحدہ ہوتے ہین اور ان قطعوں کی گھاس کاٹنا پڑتی ہے اور پھر کھاکر اُس کا انبار جاڑے کے موسم کے لیے لگانا پڑتا ہے اور یہ سب کام گاؤن کے آدمی بلا معاوضہ کے کرتے ہین۔

لیکن سب سے زیادہ سختی جو کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ تقریباً تمام حکام زبردستی کی تجارت کرتے ہین۔ جنگ پن اور ترجم چار جولہاسہ سے آتی ہے اس منافع کثیر اٹھاتے ہین۔ وے خود تین روپیہ کے حساب سے خرید کرتے ہین اور چار روپیہ کے حساب سے زمینداروں کو اسے خریدنا پڑتی ہے۔ اور اگر اس کے دام فوراً ادا نہ کیے گئے تو ان کے نام یہ رقم لکھی جاتی ہے اور اس کی وصولیت اُن کی جائداد کے

رکود ہمالیہ کا منظر تکلا کوٹ کی جنوبی سمت سے آگے جو سیاہ حصہ
معلوم ہوتا ہے وہ کاشت ہے



نیلام یا ضبطی
سے ہوتی ہے
جس کا نتیجہ
یہ ہے کہ عموماً
سب قرض میں
مبتلا ہیں اور وہ
قرضہ اس طور
سے اور بھی
بڑھ جاتا ہے
اُن سے سرکاری
بار برداری اور
رسد رسانی کا کام
بھی لیا جاتا ہے
حکام کا سرکاری
سود اگر جس کو
نیگ چاہنگ
کہتے ہیں وہ
لہاسہ سے ہر قسم
کا مال لے کر

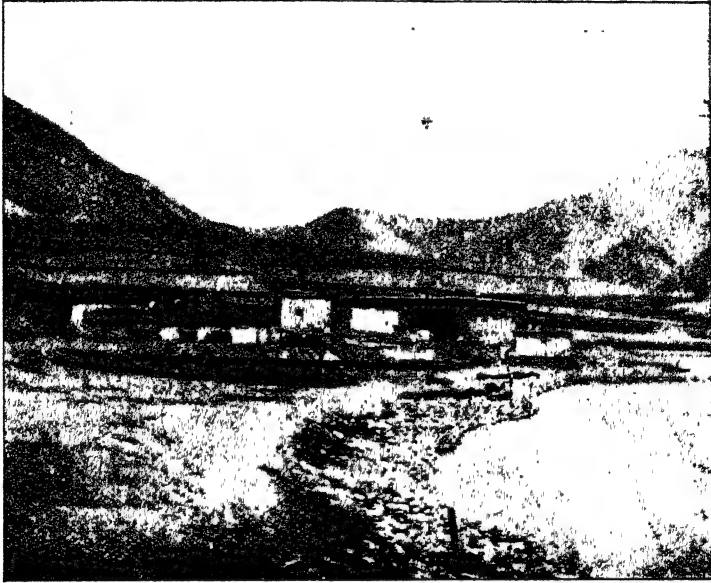
آتا ہے جس میں غالیجے - چار کپڑے وغیرہ ہوتے ہیں اور جس کی بکری کا نفع قوم کے خزانہ عامرہ میں داخل ہوتا ہے - یہ سود اگر مفت سفر کرتا ہے - جس کا دوسرے لفظوں میں یہ مطلب ہے کہ تمام گاؤں والوں کو اس کا کل اسباب جس میں سرکاری اسباب اور اُس کا ذاتی بھی اسباب ہوتا ہے (ذاتی اسباب کی بکری میں اس کا خود فائدہ ہوتا ہے) بلا کسی معاوضہ کے لے چلنا پڑتا ہے اور یہ بھی اُن کے ذمہ ہوتا ہے اُسکو گھاس ایندھن - چارہ خجے اور خوراک یہ سب بھی بلا قیمت دینا پڑتا ہے - اس طور سے وہ اسباب چھوٹے چھوٹے سوداگروں کے ہاتھ بیچ دیتا ہے اور اُن کو بھی باضابطہ دستخطی احکام اس قسم کے دیدیے جاتے ہیں کہ اُن کو بھی تمام سامان اور بار برداری وغیرہ مفت ملنی چاہیئے اور یہ سوداگر مثل ٹڈیوں کے تمام ملک میں سفر کرتے پھرتے رہتے ہیں اور رعایا کی اذیت کا باعث ہوتے ہیں اگر کسی مقام پر ان کے لیے انتظام نہ ہو سکے تو جو نگ پن اور ترجمہ خود اپنے گودام سے - ان چیزوں کا بندوبست کر دیتے ہیں اور اُس کی قیمت گاؤں والوں سے وصول کر لیتے ہیں - بلکہ یہ عام طریقہ ہے کہ جو غریب میداندار سامان رسد ہم پہنچاتے ہیں تو اُس میں طرح طرح کے نقص نکالے جاتے ہیں تاکہ اُن سے اُس کا مزید تاوان لیا جاوے - سالانہ جو بڑا امیلا مقام اگر ٹھک میں ہوتا ہے اس میں یہ چھوٹے چھوٹے سوداگر کثرت سے اس غرض سے آتے ہیں کہ ایک تو سرکاری سودا اگر نیک چو نگ سے ملاقات

کرین اور دوم اپنے اپنے حساب کا روپیہ ادا کریں۔ اگر کسی چونگ پن اور ترجم کی کوئی بھیڑ ڈاکو چور الیجاوین تو اُس کی قیمت بچا رہ کاشتکاروں سے وصول کی جاتی ہے کہ اُنھوں نے کیون ڈاکہ پڑنے دیا۔ انھیں بے شمار مظالم اور سختیوں کی وجہ سے کاشتکار اس ضلع سے بھاگ کر انگریزی عملداری میں آگئے ہیں اور اُن کی نقل حرکت صاف طور سے نقشوں میں لکھی جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پرگنہ درمہ کی آبادی گذشتہ تیس سال میں تقریباً دوگنی ہو گئی ہے اور تھلا کوٹ کی آبادی کم ہو گئی ہے۔ تبت کی یہ حالت عورت کے کئی شوہر کرنے یا عمر بھر بے شوہر کے بسر کرنے سے ہو گئی ہے۔ علاوہ اس کے ہماری جانب جو بھوٹے رہتے ہیں اُن میں جو عورت اور مرد کے درمیان معقول رشتہ قائم ہے اس کا بھی اثر اُن پر ضرور پڑا ہے۔

اگرچہ تھلا کوٹ کے ضلع میں کاشتکار کی زندگی ایک مصیبت کی زندگی ہے لیکن تاجر کی زندگی اس کے خلاف ہے کیونکہ گذشتہ ساٹھ سال کے عرصہ میں تجارت نے اس قدر ترقی کی ہے کہ گیارہ گنی سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔ موجودہ تجارت کی اصلی وسعت کا معلوم کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ تبادلو کا پُرانا طریقہ اب تک جاری ہے اور اسکے ساتھ میں ہندوستان کا روپیہ بھی شامل ہے اور یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ کس قدر خالص نقدی اور جواہرات کی قسم سے سرحد سے آتا ہے مگر یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ ہندوستان کا روپیہ ریزگاری اور پیسے

بٹ کے اس حصہ میں آزادانہ طور سے جاری ہیں اور مجھ کو معتبر ذریعہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اُن کی قدر بٹ کے سکے یا تبادلہ کے مقابلہ میں زیادہ تر بڑھی ہوئی ہے۔ نیپال کا سکہ بھی لماسہ کے سکے سے عام آدمیوں کی نظر میں بڑھا ہوا ہے۔ ہندوستان کے نوٹوں اور ولایتی سونے کو ابھی تک بٹ کے اس حصہ میں شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ نیپال کے حصص میں جو اس سے ملحق ہیں (اور ان میں اور نیپال کوٹ میں بہت کثرت سے آمد و رفت ہے) عجیب عجیب صورتیں ان نوٹوں کے متعلق پیش آتی ہیں یہاں پر بھی ان پر زیادہ بڑھ لیا جاتا ہے۔ نیپال کوٹ تجارتی حیثیت سے بلا شک ایک ترقی کا مرکز ہے جس کی خاص وجوہات یہ ہیں کہ وہ آس پاس کے شہروں سے ۱۷۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ راستہ آسان ہے اور اس میں مکانات بھی بنے ہوئے ہیں جو ایسے مال کے رکھنے کے کام میں آسکتے ہیں جو فروخت ہونے سے رہ جاوے تاکہ اگلے موسم میں وہ فروخت کے لیے تیار رہے (اس بات کا تاجروں کو خاص خیال ہے کیونکہ ان کو مقامات نیپال اور گارنگ میں مکانات نہیں ملتے ہیں جہاں پر یا تو مکانات ہیں نہیں یا اُن کی قلت ہے اور اس لیے یا تو وہ اپنا بچا ہوا مال واپس لیجاتے ہیں اور یا اُن کو نقصان کے ساتھ فروخت کر ڈالتے ہیں) اور سب سے آخری وجہ یہ ہے کہ یہاں سے اُس ملک میں جہاں اُن زیادہ ہوتی ہے۔ اور جو مان سرور کی جھیل کے

مشرق میں واقع ہے آسانی سے جاسکتے ہیں جس وقت ہماری جانب کے آمد و رفت کے طریقہ میں ترقی ہوئی تو اُس کا اثر جلد ہی ظاہر ہو جائے گا۔
(کھوجرنا سٹھ کی خانقاہ جو دریائے کرنا لی پر واقع ہے جو دریائے گنگا کی شاخ ہے)



کھوجرنا سٹھ کی خانقاہ میں جو ہم گئے تو ہم کو ملک کے دیکھنے کا معہ اُسکے عمدہ مزرعون کے اچھا موقع ملا۔ جہاں پر خوبصورت سبز کھیت دریائے کرنا لی کے کنارہ لہرا رہے تھے۔ یہ مقام نویل کے فاصلہ پر واقع ہے اور جو منظر انسان کو سفر کے ختم کے بعد معلوم ہوتا ہے وہ نہایت ہی دل لہجھانے والا ہے۔ خانقاہ دریائے اُس کنارہ پر ہے جہاں سے وہ بہت مڑتا ہے اور عمارت کا سرخ رنگ گائون کے مکانات کے زرد رنگوں سے ملکر دریائے نیلے پانی میں خوشنما عکس پیدا کرتا ہے۔ اور اُس کے عقب میں بڑے بڑے پہاڑ جن کی رنگت سرخ اور زرد وغیرہ ہے نہایت ہی

خوش منظر معلوم ہوتے ہیں۔ پانچ سال ہوئے کہ اس خانقاہ میں بڑی آگ لگ گئی تھی اور اُس کا اندرونی بہت سا حصہ جس میں کتابیں آرائشی سامان اور زیورات وغیرہ تھے جل گیا تھا۔ اس کے بعد سے یہ جگہ تمام از سر نو نہایت ہی خوشنما طریقہ سے سجائی گئی ہے اور سابق میں آس پاس جو کچھ دھچپی کے لوازم تھے وہ بہت سے غائب ہو گئے ہیں۔ ہم نے اس میں کوئی لایا یا بدھون کا کوئی بہت نہیں دیکھا اُس میں خاص کر اہل ہندو کے دیوتا رام کچھن اور ستیا کی اور سات رشیوں کی مورتیاں تھیں۔ (ہم میں سے کوئی ستیا کو نہیں پہچان سکا کیونکہ اُس کی مورت بھی نرینہ دیوتاؤں کے مثل بنی ہوئی تھی) اُس میں بڑے بڑے راکھشوں کی بھی مورتیں تھیں جو کہ دروازہ کی نگہبانی کرتے ہیں اور ایک ٹھس بھرا ہوا شیر اور ایک ”ڈیاک“ دروازہ پر کھڑا تھا اور بعض ملک۔ سلیم کے بارہ سنگوں کے عمدہ عمدہ سنگ و ہان پر لگے ہوئے تھے جو امریکہ کے ایک جانور کے سینگوں سے بہت مشابہہ تھے۔ جبوقت ہم خانقاہ دیکھنے گئے تھے تو اُس میں عبادت ہو رہی تھی۔ دو قطاروں میں ٹاکس (دفعہ) ایک دوسرے کے آگے سامنے بیٹھے ہوئے ایک ہی قسم کی آواز میں کچھ مذہبی گیت گارہے تھے اور بہت سی بتیاں لکھی میں ڈوبی دھندلی سی روشنی دے رہی تھیں اور اس وجہ سے ہم جو کچھ اس بڑی عمارت میں ہو رہا تھا اُس وقت تک نہیں دیکھ سکے جب تک ہمارے پاس ایک لالٹین نہ لائی گئی۔ اس خانقاہ میں ساٹھ ٹاکس

اور اُن کے ساتھ میں تقریباً ایک درجن نین ہین اور یہ سب ایک ہی جگہ ایک ایک مکان میں جو باہم ملے ہوئے ہین رہتے ہین۔

جب ہم ٹکاکوٹ کو لوٹے تو ہم اپنے تعجب کے اظہار کو نہ روک سکے جو ہمیں خاصکر قلعہ کی پوزیشن کو دیکھ کر ہوا تھا جہاں سے نہایت ہی سُتھے مکانات جو چٹانوں اور گھاٹیوں کے غاروں میں بنے ہوئے تھے نظر آتے ہین اور چونکہ یہ مکانات سفید رنگ کے تھے اس لیے دور سے دکھائی دیتے ہین۔ اس کو یوں کہنا چاہیے کہ یہ ٹکاکوٹ کا بڑا بلند محلہ ہے جس کے ایک طرف تو بھوٹیا بازار ہے اور چلی اور نیپالی چھاؤنی دوسری جانب ہے۔ یہ ایک معمولی بات ہے کہ وہاں پیرتوں کو منہ اور ہاتھ دھوتے ہوئے یا بالوں میں لکھی کرتے ہوئے بلکہ دریا میں نہاتے ہوئے بھی دیکھ سکتے ہین۔ عورتیں چھوٹا یا جامہ اور مختلف رنگ کے ”باک“ کے بوٹ پہنتی ہین اور اُن کی پوشش میں ایک کرتی۔ ایک ڈرلنگ گون اور بعض اوقات صدری بھی شامل ہے۔ اور جب وہ اپنا ہاتھ منہ دھونا یا سنگار کرنا چاہتی ہین تو صرف ڈرلنگ گون کو اتار ڈالتی ہین۔ اور اس طور سے کمر تک بالکل سب کے سامنے نکلی ہو جاتی ہین اور راستہ چلنے والوں سے خوب مذاقہ گفتگو کرتی رہتی ہین۔ کوئی شخص یہ خیال کر کے تعجب نہیں کر سکتا کہ پسک اور پوس میں اگر ایسی حالت سر پیٹائن (Serpentine) یا رچنڈ کے پل پر دیکھیں تو وہ کیا کہیں گے۔

جو نگ پن سے جو ہماری بارہا ملاقاتیں ہوئیں اس وجہ سے نہایت
 ہی دوستی اور بے تکلفی ہو گئی تھی اور جب کبھی ہم اُسے کوئی ایسی ظاہر
 بات بتلاتے جس میں اہل مغرب اہل مشرق سے مختلف ہیں تو اُس کو
 بڑی خوشی ہوتی تھی۔ ہم نے اُس سے کہا کہ ہندوستان میں دو پیسے
 میں خط جہان چاہے جاسکتا ہے اور ولایت ایک آنہ میں اور یہ میر
 غریب دونوں کے لیے یکساں ہے تو اُس کو اس بات کا یقین نہ آیا
 لیکن ایک ایسے ملک میں جہاں ڈاک صرف حکام کے لیے ہی ہو
 اس لیے اس بات کا پورا مطلب سمجھنا اُس کے لیے غیر ممکن تھا۔ اُس پر
 اس بات کا بڑا اثر ہوا کہ پانیر اخبار روزمرہ چھپتا ہے اور کہ اُس میں
 اس قسم کے تار ہوتے ہیں جو چند گھنٹوں پیشتر ولایت سے آئے
 تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ اُس پر اشتہارات کا اثر ہوتا تھا۔
 وہ ہمیشہ اس جستجو میں رہتا تھا کہ کوئی ایسی دوا ملے جس سے اُس کے
 بال بڑے ہو جائیں (اُس کے سر پر خوبصورت بال تھے) اور اُس کا
 رنگ گورا ہو جاوے اور یہ بات اُس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ۔
 لانگ اسٹاف کے پاس کیون اس قسم کی دوا نہیں ہے۔

وہ کہا کرتا تھا کہ لباس کے ڈاکٹروں کے پاس ایسی بہت سی
 دوائیں ہوتی ہیں اور اس لیے کیون نہ یورپ کی بھی دوائیں ہوں
 وہ ایسے تاجروں کے اشتہارات جو بال بڑھانے کی دوائیں فروخت
 کرتے ہوں اور یا جن کے پاس ایسی دوا ہے کہ جن سے رنگت

(تکلا کوٹ کا بلند محلہ)

(غاروں میں اور چٹان پر جو مکانات بنے ہوئے ہیں دکھائی دیتے ہیں اور بہت سے لوگ دریا میں نہا رہے ہیں)



گوری ہو جاوے بہت کثرت کے ساتھ دیکھتا تھا اور جو تصویریں اس قسم کی اشتہارات میں ہوتی تھیں اُن کو بھی غور سے دیکھتا تھا اور اخبار کو عجیب و غریب خیال کرتا تھا۔ میرے پاس کچھ پرچے پیٹ جرنل اخبار کے تھے جو ہفتہ وار شائع ہوتا ہے اور جس میں ہمیشہ دو صفحہ تو کارٹون تصاویر کے ہوتے ہیں اور دو صفحہ عکسی تصاویر کے ہوتے ہیں اور اس سب کی قیمت ۵ سینٹ ہوتی ہے۔ اُس کو اخبار نہ کوہ کی یہ قیمت سن کر سخت تعجب ہوا اور بڑی دیر میں اُس کو اس کا یقین آیا۔ وہ اُن ڈوبتے ہوئے جہازات کی تصاویر کو جو روسی و جاپانی لڑائی میں ڈوبے تھے (کیونکہ اُس کو ان کے متعلق بہت کچھ معلوم تھا) اور ملک معظم کی تصویر کو جو پیرس میں لی گئی تھی بڑی دلچسپی سے دیکھتا تھا۔ اُس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ شاہ ایران اور شاہ اسپین (جن کی تصاویر اُس نے دیکھی تھیں) اور ہمارے ملک معظم کیسے ایک دوسرے کے ملک میں آئیں میں ملاقات کرتے ہیں۔ وہ کہتا تھا کہ یہ بت کی ہر ایک بات کے کیسے مخالف ہے جہاں پر دلائی لاما کو شاذ و نادر بلکہ کبھی بھی نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ ہم نہایت ہی دوستانہ تعلقات کے ساتھ ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اور ہم نے جو ایک خوشبو کی بوتل اُس کی رانی کو دی تھی اُس سے یہ دوستی جو پہلے ہی پختہ ہو گئی تھی قائم رہی۔

حوالہ جات

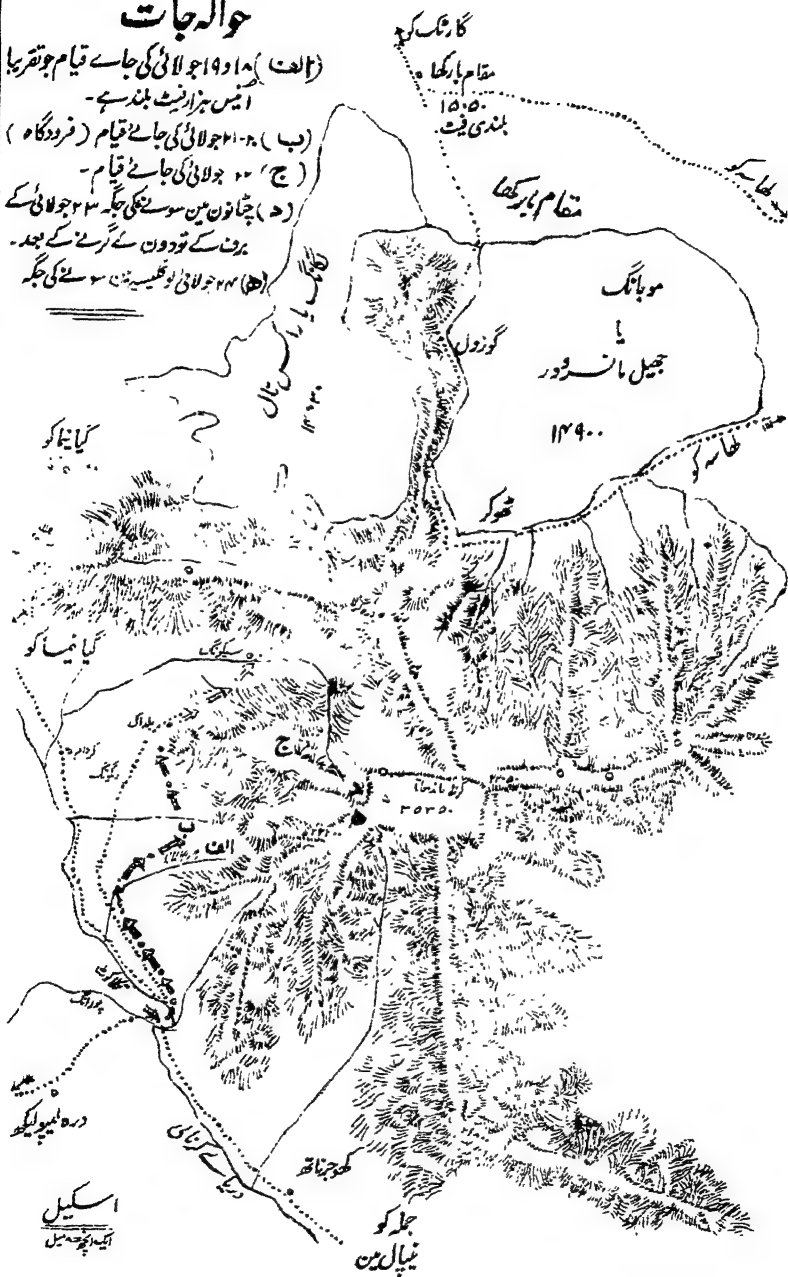
(الف) ۱۰ اور ۱۱ جولائی کی جائے قیام جو تقریباً
ایس بزنسٹ بند ہے۔

(ب) ۲۰ جولائی کی جائے قیام (فرودگاہ)

(ج) ۱۰ جولائی کی جائے قیام۔

(د) چٹانوں میں سوئے ہوئے ہنگامی جگہ ۳۳ جولائی کے
برق کے ٹودوں کے گرنے کے بعد۔

(۲۴) مولانا ابوالخیر حسین نے کی جگہ



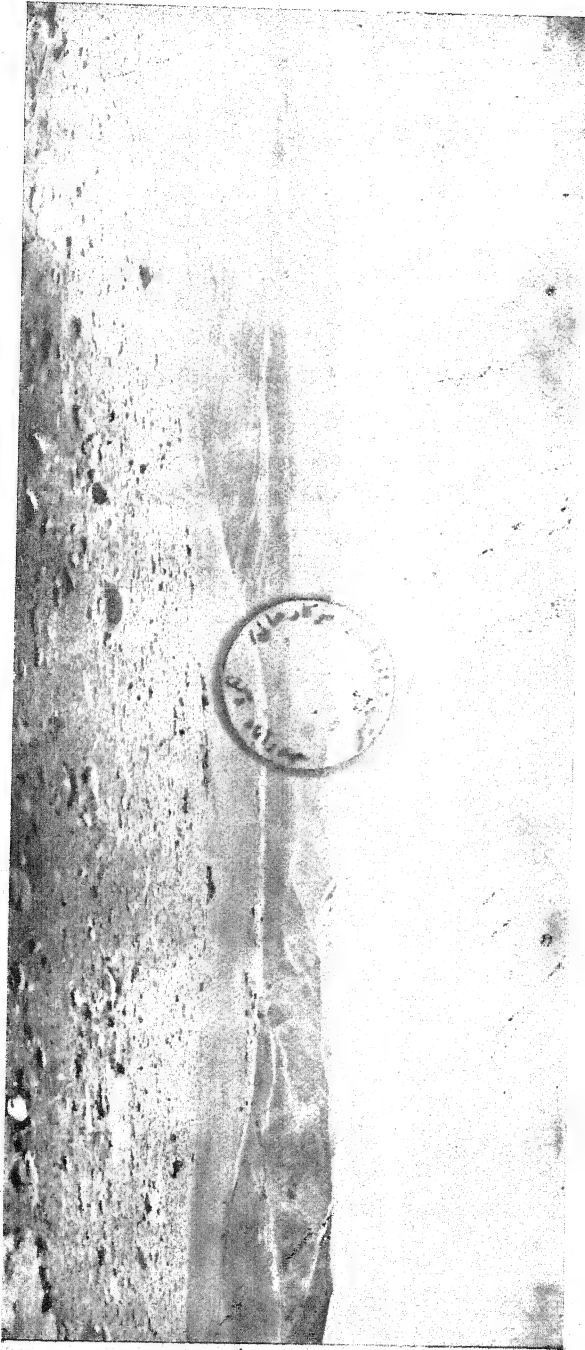
بارھوان باب

ڈاکٹر ٹی جی لانگ اسٹاف کا گر لاما
دھاتا پر چڑھنے کی کوشش کرنا

مین مصنف کتاب ہذا کا شکریہ گزار ہوں کہ کماؤن کے برفستانی پہاڑوں کے سفر میں مصنف مذکور نے مجھے سرکاری طور پر بہت کچھ مدد دی اور خود بھی میرے ساتھ نہایت سلوک و مہربانی سے پیش آتے رہے بلکہ یہ انہیں کی کوشش کا نتیجہ تھا۔ کہ مجھے اُنکے ہمراہ تبت جانے کی اجازت ملی پس جب اُنھوں نے مجھ سے باب ہذا کے لکھنے کی فرمائش کی تو میں نے اسکو محض باعث فخر ہی نہیں سمجھا بلکہ اسکو اپنا ایک ایسا فرض سمجھا جسکا انجام دینا موجب خوشی تھا اس صورت میں مجھے امید ہے کہ ناظرین اس کتاب میں باب مذکورہ بالا کے لفافہ کو بجا تصور فرمائیں گے۔

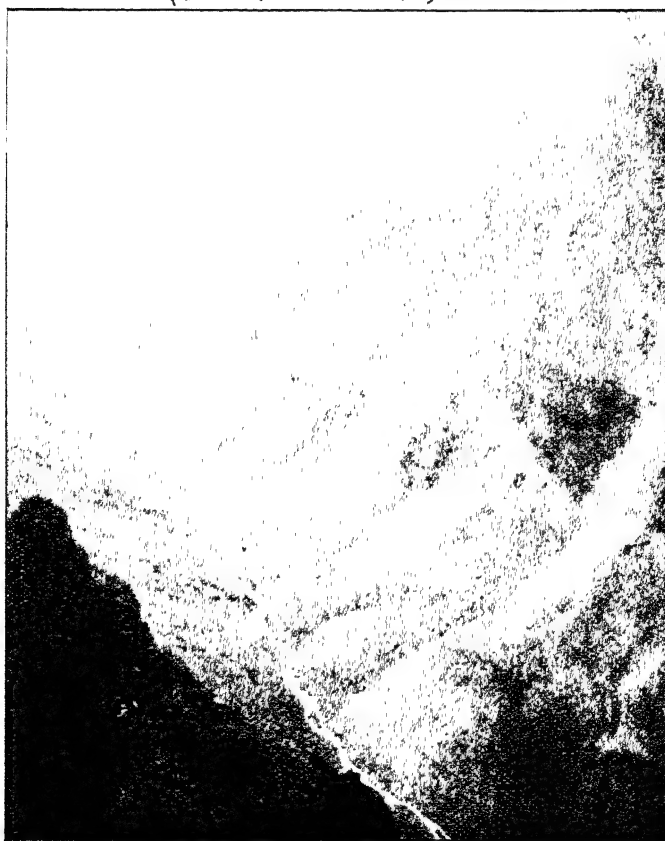
گر لاما دھاتا - یا میو نام میری - یا صرف میمو - جیسا کہ اہل تبت مختصراً ساتھ ساتھ نام لیتے ہیں برفستانی چوٹیوں کا ایک مجموعہ ہے جس میں ہندوستان سرشتہ پیمائش کے حال کے تیار کیے ہوئے نقشوں کے بموجب بلند ترین چوٹی چیمس ہزار تین سو پچاس فیٹ بلند ہے - اور باقی دیگر چوٹیاں - ہائیس ہزار آٹھ سو پچاس - ہائیس ہزار چھ سو پچاس - اور ہائیس ہزار دو سو فیٹ بلند ہیں یہ کوہ گرانبہا نیپال اور کماؤن کی سرحد کے گوشہ شمال و مغرب کے قریب میں واقع ہے - مگر کلیات تبت کی عملداری میں شامل ہے - اور

(ہالیوڈ کا منظر گر لاما مذہب کے میدان سے)



غالباً ان کل پہاڑوں میں جو ملک نہ کو زمین واقع ہیں بلند ترین ہے جہاں تک رقم کو علم ہی
 اس سے پیشتر کسی نے اس پہاڑ پر چڑھنے کی کوشش نہیں کی۔ نہ اسکے متعدد گلیسیروں کا
 حال دریافت کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس میں کلام نہیں کہ اسکا سبب پولیٹیکل
 مشکلات تھیں۔ نہ کہ راستہ کی دشوار گزار بیان۔

مین نکلا کوٹ سے ۱۸ جولائی ۱۹۰۵ء کو معہ ایک صاحب اور ہنری برکول
 صاحب کے جو شہر Courmayeur (کورمایئر) کے رہنے والے
 ہیں (جو کمادون کے پہاڑوں کے چڑھنے میں میرے ہمراہ تھے) اور معہ چھ
 (وادی کا منظر رخ جانب مشرق ہے)



بھوٹانیوں کے۔ جو گریبانگ سے براہ درہ لیپولیکھ ہمارے ساتھ آئے تھے روانہ ہوا۔ اور دریا کرناہی کے کنارہ کنارہ۔ جو کوہ ہمالیہ کے سلسلہ واقع نیپال سے گذرتا ہوا بالآخر گنگا میں جا ملتا ہے چلا۔ اور ہم زور آور سنگھ کے مقبرہ سے گذرتے ہوئے۔ ایک عظیم الشان پشتہ کوہ کے نیچے پہونچے۔ جو پہاڑ مذکورہ بالا کے مغرب کی جانب واقع ہے۔ لیکن چونکہ ہمیں ابھی تک ان چوٹیوں کے مجموعہ کو کبھی صاف طور پر دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ نہ ہمیں اسکی بلند ترین چوٹی ہی دیکھی تھی۔ اس سبب سے ہمارا خاص پشتہ کوہ کی طرف آنا محض قیاساً تھا۔ مجھے یہ بھی بیان کر دینا چاہیے کہ اس سال موسم بہار میں وسط ہمالیہ کے مقامات کی دیکھ بھال کرنا ایک مشکل کام تھا۔ کچھ اس سبب سے کہ تقریباً ہر وقت ابر رہتا تھا۔ اور کچھ اس سبب سے کہ جملہ پہاڑ ایک سے نظر آتے تھے۔ یہاں کوہ اٹلیس اور کوہ قاف سے بھی زیادہ کسی نئی چوٹی پر چڑھنے کی کامیابی اس بات پر منحصر ہے۔ کہ وہ کچھ فاصلہ سے اچھی طرح نظر آجائے۔ اسلئے کہ جہاں ایک مرتبہ پہاڑ پر۔ یا اسکے دہن میں جا پہونچے۔ پھر اتر چڑھنے والے کو آگے کا کچھ پتا نہیں لگتا۔ اگر ہمو گر لاماں دھاتا درہ لیپولیکھ سے صاف نظر آجاتا ہے تو ہمیں اس پر چڑھنے کا راستہ جلد دریافت کر لیتے۔ اور اس صورت میں۔ ہم میں اس قدر دم باقی رہتا۔ اور اس قدر وقت اور توشہ ہمارے پاس ہوتا۔ کہ مجھے یقین ہے۔ کہ ہم ضرور اپنی آخری کوشش میں کامیاب ہوتے۔ اور سٹر گریم سے جوئیس برس ہوئے کا برد پہاڑ پر۔ جوئیس ہزار فٹ تک چڑھے تھے سبقت لیجاتے۔

ہم نے اس پشتہ کوہ پر۔ جیسا کہ نقشہ مفوفہ سے ظاہر ہے۔
 دوپہر کو چڑھنا شروع کیا۔ اور چھ بجے شام تک سیدھے اور ظاہر الانہما
 پہاڑی ڈھالوں پر چڑھتے رہے۔ اُسوقت ہم۔ تقریباً انیس ہزار فٹ کی
 بلندی جو نکلا کوٹ سے قریب چھ ہزار فٹ کے ہوگی طح کر پائے تھے۔
 یہ ایک نہایت آسان چڑھائی تھی۔ اور میرے پاس کچھ بوجھ بھی
 نہ تھا۔ پھر بھی میرے سر پر سخت درد تھا۔ میرے ساتھ کے گاڈز کو
 تو ظاہر۔ اس مقام کی بلندی سے۔ کوئی تکلیف نہ تھی۔ لیکن چھوٹی قلی
 مشکل سے آہونچے تھے۔ اور سب کے سب کم و بیش درد سر اور نفس سے
 پریشان تھے۔ چنانچہ جب اسے کہا گیا۔ کہ وہ پہاڑ کے نیچے چلے جائیں
 اور وہ رات اور دو دن وہاں بسر کریں۔ تو وہ بہت خوش ہوئے۔ اور اُنکے
 دم میں دم آیا۔

ہم نے اپنا میری قسم کا ڈیرہ۔ جو چھ فٹ لمبا۔ چار فٹ چوڑا تین فٹ
 اونچا۔ اور کوئی ساڑھے چار پونڈ وزن میں تھا۔ جلدی سے نصب کیا۔
 اور گو اُسوقت سو بج کے ڈوبنے کا ایک نہایت شاندار سماں تھا۔ لیکن
 میں شام کے کھانے میں بھی اپنے ساتھیوں کا شریک نہوا اور فوراً کھسک کر
 اپنے کسیہ خواب میں داخل ہو گیا۔ اُس روز رات کے وقت مطلع صاف
 تھا۔ اور سردی زیادہ تھی۔ لیکن صبح کو ابھر گیا ہوا تھا۔ اور پہاڑی پر بادل اُترا
 معلوم ہوتے تھے۔ چونکہ میری طبیعت ہنوز صاف نہ تھی اسلیے یہ طح پایا۔
 کہ روانگی میں جلدی کرنے کا کوئی نتیجہ نہیں ہے۔ بہتر ہوگا کہ میں ایک دن اور

آرام کر لوں۔ گردہ دن بھی کچھ عجب شاندار دن تھا۔ ہماری پہاڑی کی برف جو ہمارے سر پر سیدھی کھڑی تھی اور نیپال اور کماؤن کی عظیم الشان چوٹیاں بادلوں نے چھپا رکھی تھیں۔ مگر مغرب کی جانب ایک سو تیس میل کے فاصلہ پر کامت کی چوٹی پچیس ہزار چار سو تالیس فیٹ بلند۔ جڑ سے لیکر چوٹی تک اس طرح صاف نمایاں تھی۔ کہ گویا وہ ایک عظیم الشان مینار ہے۔ جو گڑھوال کے درہ نیتی میں۔ بغرض حفاظت قائم ہے۔ اور نیچے کی طرف بہان تک نظر کام کرتی تھی ایک مرتفع میدان پھیلا نظر آتا تھا۔ جسکی شمالی جانب گنگاری نام چوٹیاں تھیں۔ اور اُن سے آگے چکر۔ شمال و مغرب کی جانب ایک سلسلہ پہاڑوں کا نظر آتا تھا۔ جسپر کمین کمین برف پڑی تھی۔ یہ غالباً وہ پہاڑ تھے جو دریا سندھ کے سرچشموں کو دادی ستلج سے جدا کرتے ہیں۔

یہاں ہمنے (ہکس کے) اس تھرمائیٹر یعنی آلہ مقیاس الحرارة کو جوش دیا۔ جو سرشتہ ٹرگنائیٹر کل سردی کے سپرٹنڈنٹ نے مسٹر شیرنگ کو بطور عاریت دیا تھا۔ تو برف کا پانی ۱۶۹ درجہ سے ۱۷۰ فیرو ہائٹ پر کھولتا نظر آیا جس سے تیسٹس ہزار فیٹ کی بلندی مراد تھی۔ لیکن درحقیقت ہم لوگ ابھی اس قدر بلندی پر نہیں پہنچے تھے۔ علی ہذا جب ہمنے ۲۲ جولائی کو اپنی جائے قیام پر۔ پھلی ہوئی برف کو جوش دیا۔ تو وہ ۱۶۵ درجہ پر کھولتی نظر آئی۔ جس سے پچیس ہزار چار سو فیٹ کی بلندی مراد تھی۔ یہ پہلے سے بھی زیادہ لغو نتیجہ تھا۔ اسلئے کہ پیمائش زاویہ کے حساب سے گرلا مانا جاتا

کی بلندی سطح سمندر سے صرف پچیس ہزار تین سو پچاس فٹ ہے۔ اس حساب کا یہ قاعدہ ہے۔ کہ ۱۶۶ درجہ سے انیس ہزار نو سو فٹ کی بلندی مراد ہوتی ہے۔ اور جس پوائنٹ پائمنٹ یعنی نقطہ جوش سے درجوں کی شمار کی جاتی ہے۔ اس سے ایک درجہ کی کمی بلندی مین پانسوفیٹ کی بیشی ظاہر کرتی ہے۔

صبح کے وقت دونوں گائیڈون نے۔ پہاڑی مذکور پر۔ برف کے پہلے گنبد تک چڑھ کر۔ کچھ دیر تک ادھر ادھر دیکھ بھال کی۔ مگر ابر کے سبب انھیں یہ نظر نہ آیا۔ کہ وہ کمان ہین اور کمان تہین۔ اور اس طرح ہمارا ایک دن اور بوقت ضائع ہوا۔

دوسرے روز (۲۰ جولائی کو) ہم آدھی رات کے کچھ دیر گزرنے بعد ہی جاگ اٹھے۔ لیکن اس قدر بلندی پر چار بنانا۔ ایک ایسا کام نہیں ہے جس میں دیر نہ لگے۔ چنانچہ دو بجے تک ہم نے اس سے فرصت نہ پائی زان بعد باوجود یکہ سخت سردی تھی۔ ہم آخر ڈوہال تک نہایت آہستہ آہستہ چڑھائے۔ وہاں پہونچ کر۔ ہم نے رسیاں لین لکڑیوں پہن لیے۔ اور برف کے ایک سیدھے گنبد پر چڑھنا شروع کیا۔ کچھ دیر بعد ہم چند شگافوں کی طرف سے مرکز شمال کی طرف چڑھے چلے جاتے تھے کہ یکایک بہت نیچے فاصلہ پر۔ ہموار کس تال نظر آیا۔ اور خود مان سرد و راسی پہاڑی کے ایک بازو کی آڑ میں تھا جس پر ہم کھڑے تھے۔ روشنی کے لیے لالٹین جلائی

ہمیں مطلق ضرورت نہ تھی اس لیے کہ چاندنی خوب کھلی ہوئی تھی۔ آہستہ آہستہ اور چپکے چپکے صبح ہوتی جاتی تھی۔ اور وادیوں سے تاریکی دور ہونی شروع ہوئی تھی۔ کہ یکایک نیپال کی ایک عظیم الشان چوٹی پر اول ہی اول شعاع آفتاب نظر آئی۔ یہ چوٹی جنوب و مشرق کی جانب بہت دور تھی۔ اور کل قرب و جوار کی چوٹیوں سے سر بلند معلوم ہوتی تھی۔ یہ شاید دھولاگری نامے چوٹی تھی۔ جو چھبیس ہزار اٹھ سو چھتیس فٹ بلند ۸۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

لیکن جب ہم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تب ہر کو ایک سخت نا امیدی پیش آئی۔ اور یہ معلوم ہوا۔ کہ جس چوٹی پر ہم چڑھ رہے تھے وہ ان سب میں بلند ترین چوٹی نہ تھی بلکہ ظاہر اودہ چوٹی تھی۔ جس کی بلندی نقشہ میں بائیس ہزار دو سو فٹ کی ظاہر کی گئی ہے۔ ہمارے مقابل میں۔ ایک عمیق گھاٹی کے اُس پار جہاں۔ ایک سفید بران گلیسیر کا پانی جارہا تھا ایک دوسری بڑی پہاڑی تھی جس پر سے اصلی چوٹی کو راستہ جاتا تھا۔ اس چوٹی پر دور استوں سے پہنچنا ممکن تھا۔ ایک اس گلیسیر کی راہ سے جو نیچے تھا۔ اور دوسرے سیا پہاڑی پر سے جس کا ابھی ذکر ہوا مجھے چند وجوہات سے یہ دوسرا راستہ پسند تھا۔ اس پہاڑی پر ظاہر میں ہزاروں فٹ کی بلندی تک قلی ہمارے ساتھ جاسکتے تھے اور برف کے نیچے سے نیچے کھیتوں میں کہیں چٹانوں میں ٹھہرنے کا ٹھکانا کر سکتے تھے۔ اس پہاڑی پر نہ برف کے

لے برفستانی چٹنے

ڈھلکنے کا خوف تھا نہ پھردن کے گرنے کا۔ چڑھائی بھی آسان تھی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ بات تھی۔ کہ میرا خیال تھا۔ کہ گلیسیئر کے دروازے کا فون مین کھڑے پھرنے کے مقابلہ میں۔ اس راستہ میں کم تکلیف تھی۔ مگر مین اتنا ضرور اضا فاکھون گا کہ ایکس کو دوسرا راستہ پسند تھا۔ اس صورت میں اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔ کہ ہم اُلٹے پھرن۔ چنانچہ ہم اپنی (جنوبی جانب کے پہاڑ کا نقشہ جو اوپر سے کھینچا گیا تھا۔ گرلا مان دھاتا کا جنوبی مغربی راستہ نیپال کے پہاڑوں سے اصلہ پر)



خارج قیام پر اتر آئے اور یہاں آکر کچھ کھانا کھایا۔ پھر ڈیرہ اور سامان باندھ

نیچے کو روانہ ہوئے۔ گائیڈز پر بوجھ بہت تھا۔ مگر یہ سوچے تھے۔ کہ نیچے پہنچ کر قلی مل جائیں گے۔ جو ہمارے انتظار میں ٹھہرے ہوئے ہوں گے۔ اتنا، راہ میں میں نے ایک برہل کو گولی سے زخمی کیا۔ مگر وہ بھاگ گیا ایکس نے اپنا بوجھ رکھ کر اُس کا تعاقب بھی کیا مگر نا کامیاب رہا۔ جب ایکس برہل کے پیچھے دوڑا گیا تو میں نے اُس کا بوجھ لیکر چلنا چاہا مگر ان آسان ڈھلوان رستوں پر بھی جہاں ہم اس وقت چل رہے تھے مجھے وہ بوجھ لے چلنا سخت مشکل تھا۔ اور بوجھ بھی مہیا کر کے سو پونڈ ہوگا۔

دھن کوہ کے قریب ہی ہکو قلی مل گئے۔ اور ہم نے اپنا کل بوجھ بہت خوشی کے ساتھ اُنکے سپرد کیا۔ پھر دونوں گائیڈز تین قلی ساتھ لیکر۔ مٹی کا تیل اور سامان رسد وغیرہ لینے کے لیے نکلا کوٹ کو واپس گئے۔ اور میں تین قلی ساتھ لیکر آگے کو بڑھا۔ اگلی پہاڑی کے نیچے اس چشمہ کے پہلو میں ڈیرہ کیا جو گرلامان دھاتا کے کلیسیا سے جاری تھا۔ راستہ میں میں نے ایک گوا (Goa) کا شکار بھی کیا جو ایک عجیب چوڑی تھو تھنی کا جانور از قسم غزال ہے جو تبت میں ہوتا ہے۔

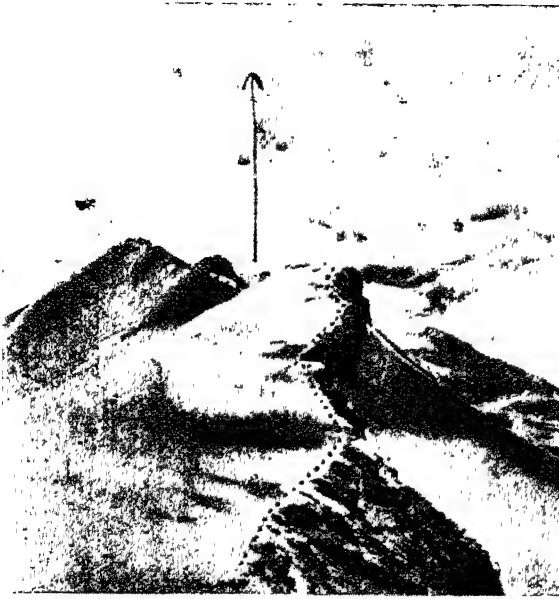
اس رات کو میں بلا شرکت غیرے اس میری قسم کے ڈیرہ میں ۱۲ گھنٹہ تک خوب سویا دوسرا دن بھی بے شغلی میں خوب چین سے گزرا۔ تین بجے کے قریب گائیڈز بھی بڑی منزل طے کر کے اور کل سامان رسد جو مسٹر شیرنگ نے مہیا کرویا تھا ہمراہ لیکر واپس آئے۔ انھیں آئے ہوئے ہمنوز کچھ دیر نہوئی تھی۔ کہ برہلون کے ایک جھنڈ کے پیچھے جو ہمارے سر پر ہی

ایک ڈھلوان مقام پر چڑھا تھا۔ فوراً روانہ ہو گئے اور رات ہو جانے پر بہت سا تازہ گوشت لیکر جو نہایت غنیمت تھا واپس آئے۔

دوسرے روز صبح آٹھ بجے۔ ہم پانچ قلیون کو ساتھ لیکر روانہ ہوئے۔ (قلیون نے اس بات پر بہت اصرار کیا۔ کہ ایک قلی کو سامان وغیرہ کی حفاظت کے لیے ڈیرہ پر چھوڑ دینا چاہیے) اور ایک پہاڑی پر جو مثل اسی پہاڑی کے تھی۔ جس پر ہم اول مرتبہ چڑھے تھے۔ سہ پہر کے ساڑھے تین بجے تک چڑھتے رہے۔ اس وقت ہم برف کے اُس پہلے تودہ پر پہنچے جس سے ہلکوبانی دستیاب ہو سکتا تھا۔ پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی میرا ہر درد سے پھٹا جاتا تھا۔ لیکن راستہ کے سیر و تماشوں نے طبیعت کو اُس سے مالوف کر دیا تھا۔ ہنسنے تلج کو بھی صاف طور پر دکھیا۔ کہ کچھ کی طرف ملک تبت کے مرتفع میدانوں سے گزرتا ہوا۔ بشہر کے سلسلہ کوہ ہمالیہ کی راہ سے۔ پنجا کے میدانوں میں پہنچنے کے لیے ہمارا ہے۔

پہلے کی طرح ہنسنے پھر قلیون کو نیچے بھیج دیا اور یہ کہہ دیا۔ کہ دو بلکہ تین روز تک ہمارے واپس آنے کی امید نہ رکھیں۔ مگر درحقیقت ہم کو پانچ روز تک اُنکا دیدار نصیب نہوا۔ اہمتر ہم ایک نہایت بلند مقام پر شب بامش ہوئے یہ مقام بلحاظ اس چوٹی کی بلند ہی کے جسکو سرشہ پیمائش نے بائیس ہزار فیٹ بلند قرار دیا ہے۔ میرے خیال میں بیس ہزار فیٹ بلند ہوگا۔ باہمہ بیان سردی زیادہ نہ تھی۔ اور اُس سے تو بہر حال کم تھی۔ جو کموند اولوی کے مقام پر۔ ایک رات جون کے مہینہ میں بائیس ہزار فیٹ کی بلندی پر

گرلامان دھاتا کی چوٹی کا منظر



سنہی پڑی تھی۔

میری طبیعت

ہنوز درست

نہ تھی۔ اور

اس سبب ہم

۲۳ مارچ کو

صبح کے پانچ

بجے تک اپنے

مقام سے

روانہ نہ ہو سکے۔

برف بہت اچھی حالت میں تھی۔ اور چڑھائی بھی شروع میں آسان تھی۔ لیکن جتنی امید کی جاتی تھی اُس سے زیادہ دور نکلی۔ ہم اپنا ڈیرہ اور کیسہ خواب اپنی جا، قیام پر چھوڑ گئے تھے اور صرف دو روز کا کھانا اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اور بوجھ ہلکا ہونے کے سبب سے یہ سمجھے تھے۔ کہ ہم خوب چڑھتے چلے جانے ہیں۔ دو بجے کے قریب ہم ایک مقام پر پہنچے جو سطح سمندر سے کم از کم ۲۳ ہزار فٹ بلند ہوگا۔ یہاں سے ہماری نگاہ اُس چوٹی کے اوپر سے ہو کر گذرتی تھی جو نقشہ میں ۲۲ ہزار دو سو فٹ بلند واقع ہے۔ اور جو گرلامان دھاتا کے گلیسیئر کے دوسری جانب واقع ہے۔ ہمارے سامنے ہی اس پہاڑ کی ایک

(گولامان دھاتا کے شمالی مغربی جانب پہاڑ کی ۲۲۰۰ فٹ بلندی کا منظر)

گھائی مین

اثر نکاراستہ تھا

جو بہت کم

ڈھلوان تھا۔

اور وہاں

سے پھر ایک

چڑھائی شروع

ہوئی تھی جو

اصلی چوٹی کا۔

جو ہنوز دور

معلوم ہوتی تھی

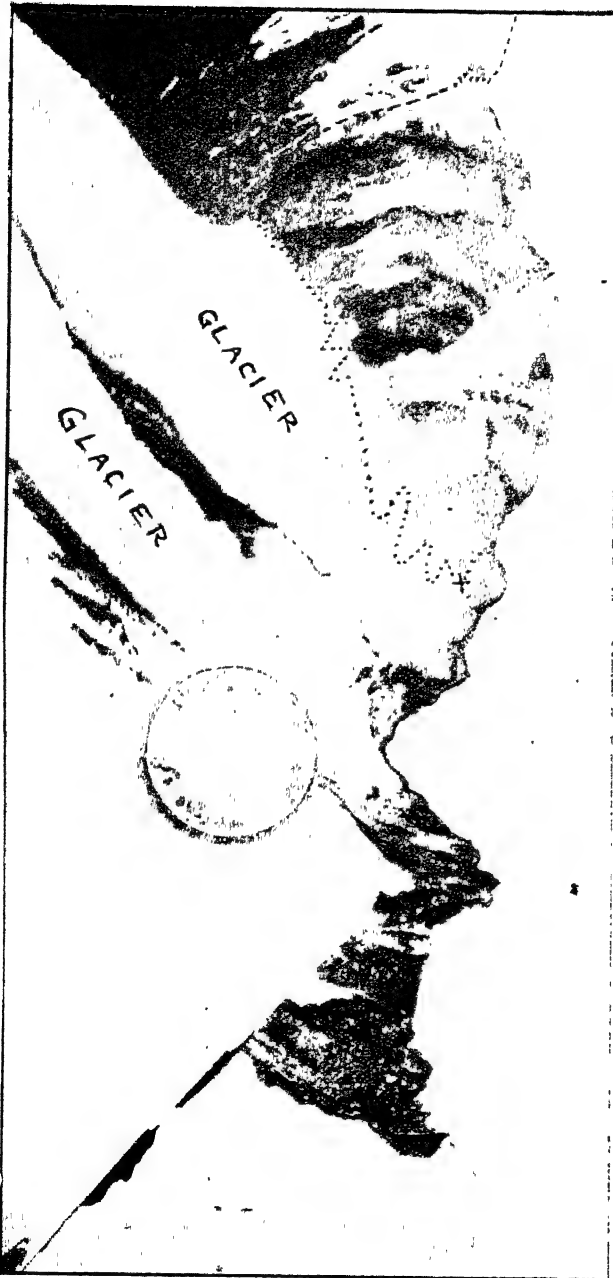
راستہ

تھا۔



سہ پہر کے وقت کے معمولی۔ ڈراؤنے بادل جمع ہوتے جاتے تھے اسلئے آہستہ
پہر خوب مباحثہ ہوا۔ کہ اب مین کیا کرنا چاہیے۔ اگر آگے بڑھتے تھے تو ہجرات بالکل ایک گھلی
پھاڑی پر۔ جو غالباً چوتھیں ہزار فٹ بلند ہوگی۔ ایسی حالت میں بسر کرنی پڑتی تھی۔
کہ ہمارے پاس نہ آؤٹھنے کو ہوتا۔ نہ بچھانے کو۔ صرف دستاں اور کمربان پہنے ہوتے
ہنسری کی یہ رائے ہوئی کہ گھائی مین اتر چلیں اور برف مین گرٹھا کھود کر رات بسر کریں مگر
ایٹلس کی اور میری رائے مین بہتر معلوم ہوتا تھا۔ کہ ہم اس پہاڑ کے جنوبی ڈھالو پر سے اتر کر ان

(سویچ کے طلوع ہونے سے پیشتر گولڈمان دھاتا کی چوٹی اور برفستان گولڈمان دھاتا کا منظر)



چٹانوں میں شب باش ہوں۔ جو نیچے کی طرف کچھ فاصلہ پر برف میں سے نکلی ہوئی نظر آتی تھیں۔ اور دوسرے روز گرلا مان دھاتا کے گلیسیئر اور پہاڑ مذکور کی جنوبی ڈھال کی طرف سے چلکر اس چڑھائی کو ختم کریں جسکی ہمارے دل میں نہایت اُمنگ تھی۔

اس گھاٹی پر ہم قریب تین بجے سہ پہر کو پہنچے۔ اور اس وقت ہم نے نیچے اُترنا شروع کیا۔ ہم ایک ایک کر کے۔ اور اپنی کھارڈیوں کو خوب برف میں گاڑتے ہوئے اُترتے تھے۔ کیونکہ یہ ڈھال۔ ہماری خاطر خواہ تھا۔ شروع میں کوئی ہرج داق نہیں ہوا۔ اور تین یا چار سو فٹ تک ہم اُسی انداز سے اُتر بھی گئے۔ مین نے ایلکس کو اُنکی رسی کی لمبائی بھر نیچے کو اُتر جانے دیا۔ اور ہنری مجھے اوپر سے خوب سنبھالے رہا۔ لیکن جب ہی مین ہنری کی رسی کو ذرا ڈھیلا کرنے کی غرض سے مُرا تب ہی مجھ کو اوپر کی طرف ایک سنسناہٹ کی آواز معلوم ہوئی۔ اور بات یہ تھی۔ کہ تازہ برف۔ جو پرانی اور مضبوط برف کی تہ پر پڑی ہوئی تھی وہ اچھیر سے کھسک گئی اور ہم برف کے ٹھکنے کے باعث ہوئے۔ ہنری جت لیٹ گیا اور اُس نے اپنی کھارڈی کو برف میں خوب مضبوط گاڑ کر اپنی جگہ پر جما رہنا چاہا۔ لیکن وہ ٹھیک میرے سر پر آیا۔ اور مجھے بھی بڑے زور کے ساتھ میری جگہ سے ہٹا دیا۔ اور جبکہ مین ایلکس کے پاس سے بہ سرعت لڑھکتا ہوا نکلا۔ تو مجھے اُسکا ہاتھ اپنے کوٹ کی پشت کے قریب محسوس ہوا اور ہم

لہ برف تانی چشمہ

ساتھ ساتھ نیچے پہنچے۔ اسوقت طبیعت کی کچھ عجیب کیفیت تھی۔
 دماغ بالکل صاف تھا۔ اور بجائے اسکے کہ کوئی خوف یا دوسوسہ ہو طبیعت
 اس بات کی مشتاق تھی۔ کہ دیکھے اب کیا ہوتا ہے۔ اس ایک یا دو منٹ
 میں جو ہمارے اوپر سے نیچے تک پہنچنے میں گزرے۔ دل میں ایسے
 آہستہ آہستہ خیالات آتے تھے۔ کہ گویا وقت معدوم اور فی نفسہ کوئی
 شرمین۔ لیکن وہ نیچے پڑا ہوا گلیسیہ اور چٹانیں جو ٹھیک اسکے اوپر تھیں۔
 اس طرح بے تحاشا ہمارے طرف کو دوڑی آتی تھیں جس طرح کہ آتی ہوئی ریل
 کا انجن جتنا قریب آتا جاتا ہے۔ اتنا ہی بڑا معلوم ہوتا ہے۔ مجھے خوب یاد
 ہے۔ کہ میں نے اسوقت اپنا برف میں لگانے کا حشمتہ اس خوف سے
 اُتار کر پھینک دیا۔ کہ مبادا چٹانوں پر پہنچ کر میری آنکھ کو کوئی نقصان پہنچے۔
 تھوڑی ہی دیر میں جو ایک مدت مدید معلوم ہوتی تھی۔ میں نے بلیکس کو
 ایڈروائٹ ایڈروائٹ کا غل مچاتے سنا۔ میں جانتا تھا کہ وہ کہیں پر میرے
 دائیں طرف ہے۔ اور ہم کو امن کی جگہ پہنچانے کی کوشش
 کر رہا ہے۔ اسے ایک نالی برف سے بھری نظر آتی تھی۔ اور وہ جھٹکتا تھا۔
 کہ ہم اس سے بچ کر بھٹک کر اور جو چٹانیں سب سے پہلے اُتار رہے ہیں ان کے پاس سے
 گذر کر برف کے اُس تختہ پر پہنچ جائیں گے جو بہت دور نیچے نظر آتا تھا۔ لیکن میں سوائے اسکے
 کہ حتیٰ الوسع پھسلتی ہوئی برف کی سطح پر جا رہا ہوں۔ اور کیا کر سکتا تھا۔ اتنے میں میں نے ایک
 ایسا پلٹا کھایا کہ میرا سر نیچے کی طرف ہو گیا۔ اور مجھے چند گز کے فاصلہ پر کچھ چٹانیں

نظر آئیں۔ جگہ دوسری طرف اتر جانے کا موقع تھا۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ مین
 برف کی ایک لہر کے ساتھ اوپر کو اٹھا۔ اور ہنری کے ساتھ جو کسی طرح میری
 رسی میں لپٹ گیا تھا۔ نیچی نیچی چٹانوں کے دوسری طرف جا پڑا۔ ہم لوگ
 اس وقت درحقیقت لڑھکتی ہوئی برف کے اوپر سے لڑھکتی ہوئی برف پر ہی
 جا پڑے۔ اسیلے ہماری رفتار میں چند ان رکاوٹ نہ تھی۔ اور نہ گرنے کا
 ہمعین کوئی صدمہ معلوم ہوا۔ لڑھکتے ہی چلے گئے۔ اس مرتبہ میری رسی میری
 گردن میں لپٹ گئی۔ مگر اسکا کھول لینا آسان تھا۔ اب ہم پھر ایک مرتبہ اور بھی
 زیادہ بندی سے گرے۔ اور میں سمجھا تھا کہ یہ آخر مرتبہ ہے۔ کہ کیا ایک
 میری رسی میرے سینہ پر اس زور سے کس گئی۔ کہ میں سخت حیران تھا۔
 اور میں ایسے جھٹکے کے ساتھ رکا جس سے میرے کل جسم کا دم بھیکر نکلیا۔
 لڑھکنے والی برف کچھ دوز تک پھیل کر خود بخود۔ ملائم برف پر جبکا ڈھال کم تھا۔
 ٹرک گئی۔ ہنری مجھے اوپر کی طرف آدھا برف میں گر رہا تھا۔ اور ایکس
 دائیں جانب کو مجھے کچھ فاصلہ پر تھا۔ چونکہ میں ان دونوں سے ہٹا تھا۔
 اسیلے میرا خیال ہے کہ میں انکی بہ نسبت لڑھکنے والی برف پر خوب جما رہا۔
 دونوں گاڑی ہنوز بے حس و حرکت پڑے تھے۔ اور رسی کے سخت جکڑ جانے
 سے مجھے اس قدر تکلیف تھی۔ کہ میں نے اُسے کاٹ ڈالا۔ پھر میں نے
 ایکس کو آواز دی۔ اور اُسے رنجیدگی کے ساتھ جواب دیا۔ کہ تم نے رسی

کیون کاٹ ڈالی۔ وہ اس خیال سے کہ بوجھ کم ہو ریشم کی بنائی تھی۔ اور ہم اسکو بڑی احتیاط سے رکھتے تھے۔ پھر مین ہنری کی طرف چلا جس نے ہنوز حرکت نہ کی تھی۔ مگر اسکا دم ہم سب سے زیادہ بھولا ہوا تھا۔

اب اثر خلاف شروع ہوا (یعنی سردی کا اثر ہونے لگا) اور میرے ٹخنے آپس میں لڑنے لگے۔ ہم وہاں سے کھسک کر قریب کی چٹانوں پر اس امر کا جائزہ لینے چلے گئے۔ کہ کسکے اور کہاں چوٹ آئی ہے۔ ہلکس کے تو کمین نام کو بھی چوٹ نہ تھی۔ مگر میرے اور ہنری کے کمین کمین خروش تھی لیکن ٹوپیاں اور کھڑیاں تینوں کی نذر دھن۔ اور ان دونوں کا ایک ایک کمر بیاں Crampon بھی ٹوٹ گیا تھا۔ ہم کم از کم ایک ہزار

فیٹ نیچے جا پڑے ہونگے۔ پس ہمارا اسطرح بچ جانا ایک کرشمہ تھا۔ میری دانت مین ہمارا ہمالیہ کے سیدھے کھڑے پہاڑوں کی ڈھلان پر سے دن بھر کی تابش آفتاب کے بعد اترنے کا قصد کرنا ہی بیجا تھا۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ وہاں کے ڈھال جیسے کہ نظر آتے ہیں اس سے زیادہ سپرے ہوتے ہیں۔ کوہ یلپس کی کیفیت اس کے برعکس ہے۔ اور کوہ فاف کی درمیانی حالت ہے۔

دونوں آدمی بڑی ہمت کے ساتھ فوراً ہی پھر کھڑیاں تلاش کرنے روانہ ہو گئے۔ اور مین با احتیاط تمام باقی ماندہ ڈھال پر سے ان چٹانوں کی طرف اُترا جہاں ہم شب باش ہونا چاہتے تھے۔ راستہ میں مجھے ایک ٹوپی بڑی ملی۔ لیکن باقی ٹوپوں کا کچھ پتہ نہ تھا۔ کچھ تلاش کے بعد مجھے

چٹانوں کا ایک چھوٹا سا چوترا ملا۔ جسکے اوپر ایک بڑی سی چٹان آدھی دور تک
 چھجے کے طور پر آگے کو نکلی ہوئی تھی۔ یہاں پر مین نے ایک جانب کو
 ہوا کی روک کے لیے ایک نیچی سی دیوار بھی پتھروں کی جُن لی۔
 قریب آٹھ بجے کے دونوں آدمی بھی کھانا لیکر آگئے۔ یہ اُنکا ایک بڑا عمدہ کام
 تھا۔ اُس روز ہمارے ڈنر (شب کے کھانے میں) صرف ساڑھیں مچھلی کا ایک
 بکس اور ایک ٹکڑا چاکولیٹ کا تھا جس پر پانی پھر گیا تھا۔ جو زائد کپڑے ہمارے
 پاس تھے اُنکو ہنسنے پہن لیا اور سردی کے سبب سے رات کو سکر کر
 بڑھ رہے۔ مگر مجھے نیند نہ آتی تھی اور بڑی کم نچتی یہ تھی۔ کہ میرے پاس تبکا کو
 بھی بہت تھوڑا تھا۔

۲۲ جولائی کی صبح کو۔ ہم کو یہ معلوم ہوا۔ کہ گلیسیر تک پہنچنے
 کے لیے ہمیں پہلے چند گلیان چٹانوں کی اُترنی پڑے گی۔ اور چونکہ کچھ وقت
 ہمارا ٹوپوں کی تلاش میں صرف ہوا اس لیے ہم ساڑھے چھ بجے تک روانہ
 نہ ہو سکے۔ اس وقت ہم گرلا مان دھاتا کے گلیسیر کے اوپر کے حصہ کی طرف
 روانہ ہوئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد ہمیں تمازت آفتاب ستانے لگی۔ ایکس نے
 مجھے نہایت فرخ حوصلگی سے اس بات پر اصرار کیا کہ میں اُسکی ٹوپی
 پہن لوں۔ اُس نے اور اُسکے بھائی نے بنیان پہنے اور رومال سر سے لپیٹ
 لیے گلیسیر میں جا بجا شکاف اور درزین تھیں لیکن دہن بائیں مڑتے مڑتے
 چلنے سے اس پر چڑھنا آسان تھا۔ اور برف بھی سخت تھی۔ ہم حقے الوسع

(گرلامان دھاتا پر ۲۴ و ۲۵ جولائی کی قیام گاہ)



جلد جلد چلے جاتے تھے اور دہ بندی جلد ختم ہوتی جاتی تھی۔ لیکن جوف
 اگلیسیر کی گرمی ناقابل برداشت تھی۔ اور دو بجے پر۔ ایکس کے سر میں
 دھوپ کی وجہ سے اس قدر درد ہونے لگا۔ کہ وہ چلنے کے لائق نہ رہا۔
 ہمنے اُسے ایک چھوٹے سے گری ہوئے برف کے ٹکڑے کے سایہ میں بٹھا دیا۔ اور
 یہ کہا۔ کہ کچھ دیر سو جانے کی کوشش کرو۔ ایکس کا اس طرح بیمار ہو جانا۔
 اُسکی شوچی قسمت اور ہمارے سفر کے حق میں سخت نصیبی کا موجب تھا۔
 ہم یہ سمجھ ہوئے تھے۔ کہ ہم رات ہونے سے پہلے چوٹی پر پہنچ جائیں گے
 اور دوسری طرف کی ڈھالوں پر کچھ دور تک اُتر بھی جائیں گے۔ اور پہر رات کو

لاٹینوں کی روشنی میں اپنے پیرون کا کھوج لگاتے ہوئے نیچے
 تک پہنچ جائینگے۔ لیکن ملکیت کی طبیعت ایسی خراب تھی۔ کہ نہ وہ
 تہا واپس جانے کے لائق تھا۔ نہ ہمیں یہ پسند تھا۔ کہ ہم اُسے ایسی
 حالت میں چھوڑ کر چلے جائیں اور اُسکو ہماری واپسی کا انتظار کرنا پڑے۔
 ہنری نے فوراً رات بسر کرنے کے لیے برف میں گرٹھا کھودنا شروع کیا۔
 اس طرح رات بسر کرنا۔ اُسے خوب آتا تھا۔ مگر خود اُس کا یہ حال ہے۔
 کہ نہ اُسے کبھی سردی سہتی ہے نہ ٹکان۔ میں نے چاہا۔ کہ ہنری کی کچھ مدد
 کروں۔ لیکن اس قدر بلندی پر جو میرے خیال میں تیس ہزار فٹ سے زائد
 ہوگی۔ مجھے یہ ایک بڑا بھاری کام معلوم ہوتا تھا۔ اور یہ کہنا بھی خالی از ہمتی
 نہ ہوگا۔ کہ یہ مقام بہر حال وہ بلند ترین مقام ہے جہاں شاید کبھی کسی نے
 رات بسر کرنے کا قصد کیا ہو۔ ذیہ کہ ہم میں سے کسی کو پہاڑ کی اُن پیاریوں
 کی علامتیں بھی ظاہر نہیں ہوئیں۔ جو سدا ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً ناک کا ان
 میں سے خون نکلنا۔ جبکہ حال میں ایک مصنف نے ازراہ طرافت
 گس کے نام سے نامزد کیا ہے۔ اس صورت میں ہمارے اور مسٹر
 ڈیلو ڈیلو گریہم کے تجربات جو ان کو کبر و پہاڑ کے چڑھنے کے وقت حاصل
 ہوئے۔ بالکل یکساں ہیں۔

ہمارا گوشہ تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ اس لیے اُس روز رات کے کھانے
 کی ناغہ کی گئی۔ میں نے اپنی پیٹیاں پیرون سے لپیٹ لین۔ اور
 اسی کو تہ کر کے ٹھنڈی زمین پر بچھالیا۔ اور دل میں یہ امید کر لی۔ کہ

چھت تو ہم سب پر نہ آپڑیگی۔ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ مسٹر شیر نیک نے ایک چوکھوٹی خاکی رنگی ہوئی گاڑی پانی بھرنے کی گرم کپڑوں سے ملب ہمارے پاس گلیسیر پر بھیجی ہے۔ مگر جب وہ آکر پہنچی۔ تو اس میں سواے مزدور کے اور کچھ نہ نکلا۔ اور گاڑی بان نے باوجود میرے بہت کچھ سخت و سخت کہنے کے بھی یہ ضد نہ چھوڑی کہ ہم میں سے ہر ایک کو صرف ایک ہی ایک جوڑا ملنے کا حق ہے۔ مجھے سردی بہت معلوم ہوتی تھی اس لیے میں نے ان آرمیوں کو بھی ۲۵ تاریخ کی صبح کو درجے ہی سے جگادیا۔

ناشتے کے لیے ہمارے پاس سامان ہی بہت تھوڑا تھا۔ اس لیے ہم آدھری گھنٹہ کے عرصہ میں لالٹینوں کی روشنی میں چل نکلے۔ اور ایک برف کے تودہ کے بڑے بڑے شکافوں میں ہو کر راستہ دیکھتے بھالتے چلے جاتے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ کی جڑھائی کے بعد ایک ایسے بڑے شکاف پر ہمارا گزر ہوا۔ جسکی دوسری جانب برف کی بالکل ایک دیوار سی کھڑی تھی۔ یہاں ہکو رک جانا پڑا۔ اور گوہم نے دو جگہ سے آئین سے گزرنے کی کوشش بھی کی لیکن تھوڑی دیر میں یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یہاں صبح کا انتظار کرنا چاہیے۔ دن نکلے پر ممکن ہے کہ اسکے آس پاس کوئی راستہ ملے۔ میرا یہ حال تھا۔ کہ مجھے دم بہ دم سردی زیادہ ستاتی جاتی تھی۔ اور میں اپنے آپ میں ایک قدم بڑھانے کی قوت نہ پاتا تھا۔ میری دانست میں میری یہ حالت رات کی نیند نہ آنے

اور کھانا نہ ملنے کے سبب سے تھی نہ کہ بلندی مقام کی وجہ سے جو
چوبیس ہزار فٹ سے کچھ زیادہ ہوگی۔ لیکن چونکہ میرا سیرو میٹر
Barometer ایک ہمینہ ہشتہ نیپال کے نمپانامے گلیسیر پر پوٹ
چکا تھا۔ اس سبب سے میرے پاس اس امر کے صحیح اندازہ کرنے
کی کوئی سبیل نہ تھی کہ ہم کس قدر بلندی پر پہنچ چکے تھے۔ چوٹی بیان
سے قریب معلوم ہوتی تھی۔ اور دونوں گائیڈز اس بات پر مصرعے تھے۔ کہ ہم
چوٹی سے صرف تین سو میٹر کے فاصلہ پر ہیں۔ مگر میرے ذاتی خیال میں۔ ہم
چوٹی سے کوئی پندرہ سو فٹ کے فاصلہ پر تھے۔ لیکن جیسا کہ میں پہلے
بیان (گرگمان دھاتا کے برستان کا سامنے کا رخ۔ اور اسکی مغربی بڑی گھاٹی ۲۵ جولائی ۱۹۰۸ء)



کر چکا
ہوں
میرا میٹر
پہلے ہی
ٹوٹ
چکا تھا
اور تھرمائیٹر
کے
جوش
دینے کی

کو ششون میں مجھے سخت شرمناک ناکامیابی ہی۔ ہنری اس بات پر زور دیتا تھا کہ ثابت قدم رہو۔ اب اگر اُٹے پھر چلے اور چڑھائی ختم نہ کی تو نیچے پہونچکر تمکو سخت افسوس ہوگا۔ اسکا ایک قدرتی بنا بنایا جواب یہ تھا۔ کہ اب اگر اُٹے نہ پھرے۔ تو پھر نیچے پہونچنا ہی نصیب ہوگا۔ چنانچہ چار بجے ہم نیچے کی طرف اُٹے پھرے۔ باقی ماندہ چڑھائی ایک تندرست شخص کے لیے ختم کرنا کچھ بڑا کام نہ تھا۔ اسلئے کہ اس رستہ سے پہاڑ مذکور واقعی دشوار گزار نہیں ہے۔ مگر ہلکے دودن آدھے پیٹ گرامان دھاتا کے برفستان سے اُس کا منظر

کھانا
کھا کر
چڑھتے
ہو گئے
تھے۔
اور دو
راتوں
کو کچھ
اڑھنا
بچھانا
میسر نہ آیا
تھا۔



مجھ میں تو بالکل دم باقی نہ تھا۔ اور کلیس کا حال کچھ بہتر نہ تھا۔ مگر اسکا درد سر ہنوز رفع نہوا تھا۔ رہا ہنری۔ اسکی بابت یہ کہنا واجب ہے۔ کہ وہ صرف آگے جانے کو تیار ہی نہ تھا۔ بلکہ میرے انکار سے اُسے سخت رنج ہوا۔ اُس کا بس چلتا۔ تو وہ یقیناً اکیلا ہی چوٹی پر جا پہنچتا۔

تین گھنٹے کے اندر ہم کلیسیہ چھوڑ اُسکے دائیں جانب کی مورین پر ہو لیے۔ اور جو کچھ تھوڑا بہت کھانا بچ رہا تھا وہ یہاں پہنچے ختم کیا اور دو گھنٹے خوب سوئے۔ پھر مورین مذکور سے جو کبھی ختم ہی ہوتا معلوم ہوتا تھا۔ نیچے کی طرف اترے۔ اور پھر کلیسیہ سے جو کچھ جاری تھا۔ اُسکے کنارے کنارے اترتے رہے۔ حتیٰ کہ سہ پہر کے چار بجے ہم اُس مقام پر پہنچے۔ جہاں اتنا بچ کو پہنچنے قیام کیا تھا۔ یہاں ہم کو قلیون کے مل جانے کی امید تھی۔ مگر اُنکا کہیں تپا نہ تھا۔ اور چونکہ ہمارا ڈیرہ اور سامان رسد۔ اور بندوقین وغیرہ یہاں سے چارپا پنچر ارفیٹ کی بلندی پر اُس پہاڑ پر تھیں۔ جو مغرب کی جانب واقع ہے۔ اسلئے ہم وہاں سے بلداک کی جانب بڑھے۔ اور پھر وہاں سے سیکنگ کو جو ایک فرد گاہ ہے چلے۔ یہاں ہم ساڑھے ۹ بجے رات کے پہنچے۔ اور راستہ بھر ہی سوچتے آئے کہ وہاں پہنچ کر کس کھانے کی تیاری کا حکم دینگے۔

ایک ہفتہ ہمارا پہاڑ پر صرف ہوا۔ اور بہت سی مصیبتیں بھیلنے کے بعد صرف اتنا ہوا۔ کہ اس پہاڑ پر چڑھنے کے لیے سیدھے راستہ کا پتا لگا سکے۔ اکثر لوگ دریافت کیا کرتے ہیں کہ پہاڑ پر چڑھنے میں کیا کیا لطف ہے۔ سرٹائین کان دی نے اس سوال کے جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ اور میں اُنکا مد مقابل نہیں بننا چاہتا۔ ہاں اگر پہاڑ پر چڑھنا ایسا ہی بیہودہ شغل ہے جیسا کہ اکثر لوگ بتلاتے ہیں۔ تو پھر چڑھنے والے ہمیشہ کیوں یہ سوچتے رہتے ہیں۔ کہ اب کس پہاڑ پر چڑھیں گے اور اس شغل کو چھوڑ کر (Croquet) کا کیوں نہیں شوق کرتے۔

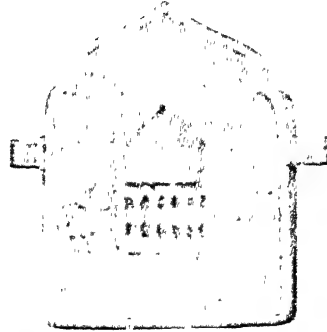
Sir Martin Conway

تیرھواں باب ملک تبت کے مذہب اور گورنمنٹ کا بیان

کلیسا تبت کے روحانی پیشوا۔ ایک لوٹاشل سہو (شگایستی) کے لامائے اعظم ہیں جنکی عمر ۲۴ سال کی ہے۔ اور گوانکے ملکی اختیارات کم ہیں۔ مگر روحانی معاملات میں ایک رکن سمجھے جاتے ہیں۔ اور دوسرے ولائے لاماہین۔ جو کلیسا اور زیر سلطنت کے امور کے۔ حاکم بالادست ہیں۔ یہ ابھی تک نابالغ ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ پچھلے چار ولائے لاماون کی عمر ۱۱ سال۔ اور اٹھارہ سال کی ہوئی ہے۔ اس سبب سے یہاں پر ایک نائب سلطنت یا مختار سلطنت کی ضرورت ایک دوامی ضرورت تھی۔ اور جو شخص مختار یا نائب سلطنت ہوتا تھا اسکا مطلب اسی میں نکلتا تھا۔ کہ وہ نابالغ جو نسلی حفظ و حمایت میں ہو کبھی سن بلوغ کو نہ پہنچنے پائے۔ ولائے لاماکے وفات پر اسکی روح کسی نوزائیدہ بچہ کی شکل میں دوبارہ ظاہر ہوتی ہے مگر تماشایہ ہے۔ کہ وہ بچہ عموماً کسی امیر خاندان کا ہوتا ہے۔ شیدان کیا ٹسو موجودہ ولائے لامانے۔ حفظ و تقدم کے طور پر۔ اپنے نائب یا مختار سلطنت کو ذالقیہ زیر رکھایا۔ اور خود اس طرح بجکر

اب تیس برس کی عمر کو پہنچا ہے۔ یہ پہلا ہی دلاے لاما ہے۔
 جسکو گذشتہ صدی میں۔ سن بلوغ تک پہنچنا نصیب ہوا ہے۔
 تبت میں عام شخصوں کی روح۔ تبدیل قالب کرتی ہے۔
 یعنی مختلف قسم کے قابلوں میں داخل ہوتی ہے۔ اور دلاے اور
 تاشے لاماؤں اور دیگر اشخاص کی روحیں۔ صرف تبدیل جسم کر لیتی ہیں۔
 تبدیل قالب اور تبدیل جسم کے درمیان جو فرق ہے۔ اس سے
 ہر شخص کو آگاہ ہونا چاہیے۔ اسلئے کہ جب تک کسی کو بودھ مذہب کے
 اصول جو تبت میں رائج ہیں۔ اور لاماؤں کی۔ تعلیم و تہقین کی۔
 چند بالائی باتیں بھی معلوم ہوں۔ اُس وقت تک تبت جانے کا
 لطف آدھا رہتا ہے۔ یہ ملک زوے زمین کے تمام ملکوں سے
 زیادہ تر۔ قیود مذہبی میں گرفتار ہے۔ یہاں کے دیوتا۔ ودریت
 درپ النوع درشیاطین)۔ تعداد۔ اور خونخواری کے لحاظ سے
 ہندوستان کے دہلیں (بیس لاکھ) دیوتاؤں کے رقیب ہیں۔ اور انتظام
 ملکی پوجاریوں کے ہاتھ میں ہے۔ لاماؤں کی مداخلت بغیر۔
 یہاں ایک ادنیٰ کام بھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ کوئی کام ہی نہیں
 ہو سکتا۔

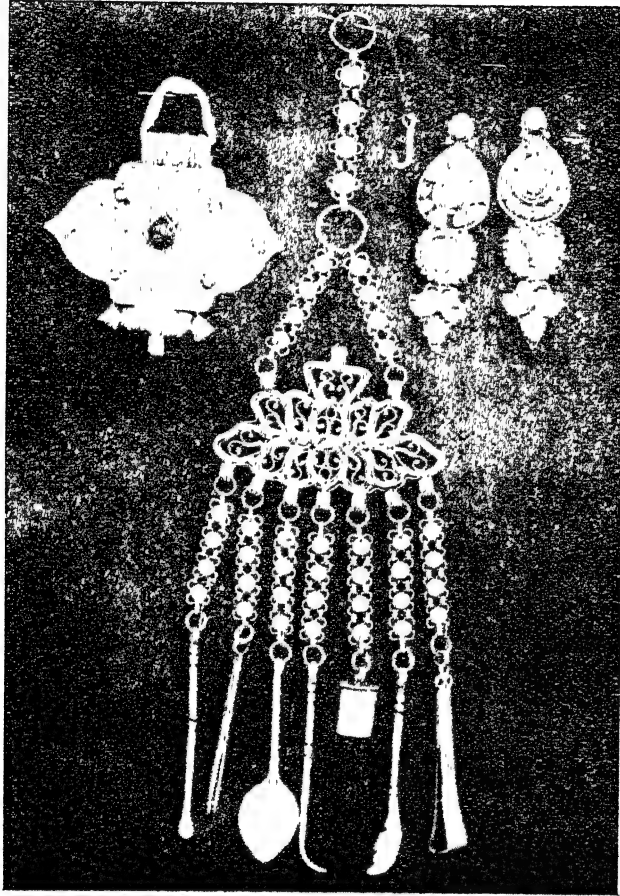
نقرئی تعویذ جو بدن میں پہنا جاتا ہے اس کو تے سے چھوٹے چھوٹے برتنوں میں پانی ڈالا جاتا ہے جو قربان کا ہون میں ہون کے سامنے رکھے رہتے ہیں گھنٹہ جس کو عام طور پر لالہ لوگ مندروں میں استعمال کرتے ہیں دستہ پر جو چہرہ بنا ہوا ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے



مہاتما بودھ۔ جنھوں نے۔ سکندر اعظم کے حملہ سے جو
 ۲۷۰ء میں قبل از پیدائش حضرت مسیح ہوا تھا۔ کم از کم پچاس برس پیشتر
 رحلت فرمائی۔ ہندوستان میں شہزادہ گوتم کے نام سے پیدا
 ہوئے تھے۔ اور بیان کا ہر مقام جو مہاتما موصوف کے حالات
 زندگی سے کچھ بھی تعلق رکھتا ہے۔ تمام دنیا کے بودھوں کی نگاہ
 میں۔ نہایت متبرک سمجھا جاتا ہے۔ مہاتما موصوف کی جائے ولادت
 اکیل و ستو ہے۔ جو نیپال اور سرکار انگریزی کی حد پر واقع ہے۔ اور
 کشمیر کے مقام پر جو وہاں سے کچھ دور نہیں ہے۔ اور ممالک متحدہ
 کے ضلع گورکھ پور میں واقع ہے آپ نے انتقال فرمایا۔ مگر تعجب یہ ہے کہ
 اہل بت کشمیر کو آسام میں بتلاتے ہیں۔ اور اسی خیال سے وہاں کی زیارت
 کو جاتے ہیں۔ حالانکہ آئین شک نہیں کہ یہ صریح انکی غلطی ہے۔ گیا
 کے مقام پر مہاتما موصوف نے درجہ بودھ حاصل کیا۔ یعنی بودھی کے درجہ
 کے نیچے بیٹھ کر جو ہندوستان کا معمولی پپل کا درخت ہے۔ آپ نے اپنا
 فلسفہ منضبط کیا اسکی یادگار میں بت کے پپلی ٹوپی والے لاما درخت
 مذکور کی زرد رنگ کی لکڑی کی تسبیح کام میں لاتے ہیں۔ جو سرخ
 ٹوپی والے لامادون کی تسبیح سے۔ جو کلیسا، مقررہ کے حلقہ سے خارج
 ہیں۔ اور جنکی تسبیح بھورے رنگ کی ہوتی ہے۔ صاف پہچانی جاتی
 ہے۔ مہاتما موصوف نے بنارس کے ہرنون کے جھل۔ (سرنا تھر) میں اپنے
 آئین کی وعظ میں لوگوں کو تلقین کی۔

تاشی لاما نے جو ۱۹۰۶ء کے موسم سرما میں - ہندوستان کی
سیر و سیاحت کو آئے تھے - کوئی مقام ایسا باقی نہیں چھوڑا جو تھلا
مذہب بودھ کی نگاہ میں عزیز ہو۔ اور جسکی زیارت انھوں نے نہ کی ہو۔
اور سہین شک نہیں۔ کہ آئندہ کچھ دنوں میں ہی - اور لوگ بھی ان کی
تقلید کریں گے۔ اور جس قدر کہ راستے صاف ہوتے جائیں گے۔ اُسی قدر
لوگ وسط ایشیا کے ہر حصہ سے اُن متبرک مقامات کی زیارت کو
آیا کریں گے۔ جو زمانہ سابق کی یادگاروں سے پُر اور مال مال ہیں۔ مقام
گیا کے بودھی کے درخت کے قریب ہی وہ مقام ہے۔ جہاں پر
دختران مارا شیطان نے۔ بودھ مہاراج کو اپنے ناز و کرشمہ دکھائے
تھے اور اپنے اوپر فریفتہ کرنا چاہتا تھا۔ اور وہ جوان سے بڑھی عورتوں
کی شکل کی ہو گئی تھیں۔ پھر اسکے قریب ہی وہ مقام ہے۔ جہاں پر
برہمانے۔ اُس دماغ عظم سے یہ درخواست کی۔ کہ آپ اپنے
اصولوں کا عوام الناس کو دغلط سنائیے اور جہاں ہنوز وہ تالاب وجود
ہے۔ جہاں مہاراج نے کشف حاصل کرنے کے بعد غسل فرمایا تھا۔
یہیں آپ کے چلنے میں۔ آپ کے نقش پا سے کنول کے پھول
اُگ آئے تھے۔ وہ گہیا بھی اِس مقام کے قریب ہے جہاں آپ
گیان۔ (علم و دانش) کی چھ برس تک لا حاصل تلاش کرنے کے بعد
چلے گئے تھے اور جہاں آپ کو بشارت ہوئی تھی۔ کہ گیا کو واپس جاؤ۔ وہاں
بالآخر تم اپنی تلاش و کوشش میں کامیاب ہو گے۔

(چاندی کا تعویذ اور بالیان و دیگر زیورات جو عورتیں پہنتی ہیں)



Idialist ہمارا راج بودھ کے خیالات فلسفیانہ

قسم کے تھے۔ جیسے کہ ابتداً علم فلاسفہ سے ہر فلاسفر کے ہوتے آئے ہیں۔ وہ اپنی وعظ میں فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں کوئی شہر

حقیقی اور موجود بالذات نہیں ہے۔ بلکہ۔ جیسا کہ انسان کا خیال ہوتا ہے۔ اُسکے موجب ہر چیز صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اور انسان کے خیال میں ہی اُسکا وجود ہوتا ہے۔ یہ اصول قرار دیا کہ جب آگے بڑھے تب تین متبرک چیزوں تک دسترس ہوتا ہے اور وہ تینوں چیزیں یہ ہیں۔ مرتبہ بودہ آئین اور کلیسا۔ لفظ آئین سے مہاتما بودھ کے قول کے بموجب۔ انسان کے۔ رنج و تکلیف کا مسئلہ مراد ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ جدھر نظر ڈالیے۔ اُدھر یہی نظر آتا ہے۔ کہ جب طرح شعلے۔ عیشہ اور پرکی جانب بلند ہوتے ہیں۔ اسی طرح انسان رنج و اہم ہوتا کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔ پس قانون مذکور چار اعلیٰ درجہ کے اصولوں پر مشتمل ہے۔ اول یہ۔ کہ زندگی درنج لازم و ملزوم ہیں۔ دوسرے یہ کہ کل رنج و عذاب کا موجب خواہشات نفسانی ہے۔ تیسرے یہ کہ خواہشات کو مغلوب کیے بغیر دکھ سے نجات نہیں ہوتی۔ اور چوتھے یہ کہ آٹھ انگ دا لا دھرم ہے۔ دُکھ سے چھٹانے کی قابلیت رکھتا ہے۔ اور دھرم کے وہ آٹھ انگ جسے آٹھ اراکین یہ ہیں۔

- | | | |
|---|-------------|----------|
| ۱ | ڈرہ یا شورش | (اعتقاد) |
| ۲ | پریوجن | (عزم) |
| ۳ | بانی | (قول) |
| ۴ | کرم | (عمل) |

۵	شدہ جیون	(زندگانی صالح)
۶	پرشاریہ	(سعی واجب)
۷	شدہ انما	(نفس مطمئنہ)
۸	منن	(تصور)
		بقول غالب

پھر چاہتا ہے دل وہی فرصت کہ رات دن
بیٹھا رہے تصور جانان کیے ہوئے
ان کل باتوں کی تائید میں دس احکام ہیں -
۱۔ امنسا - قتل نہ کر۔

۲۔ چوری نہ کر۔

۳۔ پرستری گون (زنا) سے باز رہ۔

۴۔ جھوٹی گواہی نہ دے۔

۵۔ نشہ آور چیزوں سے اجتناب کر۔

۶۔ بے وقت کھانا نہ کھا۔

۷۔ زور پہننے اور خوشبو لگانے سے پرہیز کر۔

۸۔ اونچی جگہ پر نہ بیٹھ۔

۹۔ دنیوی خوشیوں - مثل گانے بجانے وغیرہ کی خوشیوں سے دور رہ۔

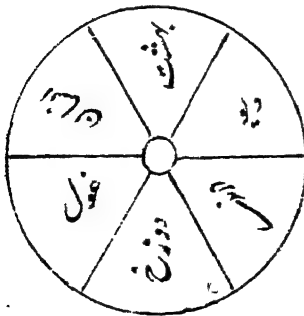
۱۰۔ سونا چاندی پاس نہ رکھ۔

قانون کی ہدایت یہ ہے کہ زندگانی سے مراد غم ہے۔ اور

ہر ذی روح کی زندگانی۔ علی الدوام ہے۔ یعنی ایک زندگانی کے ختم ہوتے ہی۔ دوسری کے آغاز ہونے کی غرض سے پھر جنم لینا پڑتا ہے اس زندگانی کا دائرہ پچھلی زندگانی کے نیک و بد اعمال کی کیفیت پر منحصر ہے۔ یہ کرم کی ترازو میں جسکے سیاہ و سفید پڑے ہیں تو بے جلتے ہیں۔ کرم کا قانون فولاد کی طرح سخت ہے۔ اسکے بموجب ہر ایک کو اس طرح جنم لینا پڑتا ہے۔ حسب طرح کوئی کسی جانور کو ہانکے لیے جاتا ہو۔ اور اسے یہ خبر نہ ہو کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ جو کچھ خوشی منانے والے مان باپ کے پیدا ہوتا ہے۔ وہ دراصل انکا نہیں ہوتا۔ نہ اسے اپنے والدین کی بُرائی بھلائیوں سے کچھ ترکہ ملتا ہے۔ بلکہ وہ کسی دوسرے کی روح ہوتی ہے۔ جو دوبارہ پیدا ہوتی ہے۔ اور جسکو والدین سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ محض دنیا میں پیدا ہونے کی غرض سے۔ انھیں کچھ دیر کے لیے اپنا مان باپ بنا لیتی ہے۔ یہ وہ منطقی قضیہ ہے۔ جو اہل یورپ کے قانون نسب اور طرز خیال کے بالکل خلاف ہے۔ پھر انکے بیان۔ ۱۲ اکرطیون کی ایک زنجیر ہے جس میں بار بار جنم لینے اور تسخارواح کے اسباب بیان کیے گئے ہیں۔ انکی جڑ تین برائیاں بیان کی جاتی ہیں۔ گام کرو وہ اور موہ رشہوت غضب۔ جہل علی ہذا زندگانی کے چھ طبقے ہیں۔ جن میں بُرے بھلے کاموں کے بموجب دوبارہ پیدائش ہوتی ہے۔ وہ طبقات زندگانی یہ ہیں۔

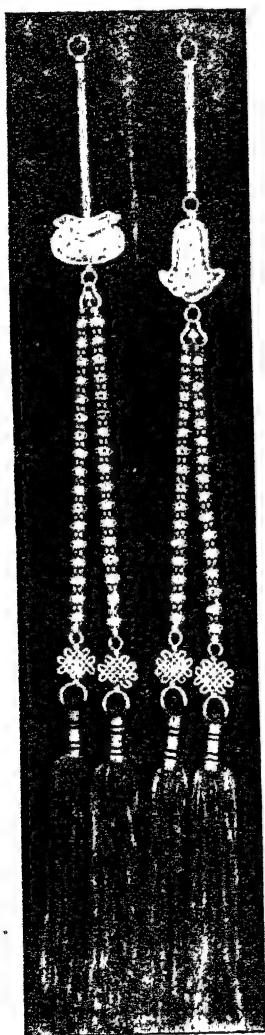
۱ بہشت -	۵ پریت - غول صحرائی - جنگی چھوٹی
۲ دیت - آسہر -	چھوٹی آنکھیں - اور حلق ہوتے
۳ منش (انسان) -	ہین -
۴ پشو - حیوان -	۶ دوزخ -

ان کل طبقات زندگانی کا ایک نقشہ پیسے کی شکل کا بنایا گیا ہے یہ پہلا تبیت کے ملک میں - جو ایک عجیب المخلوق عنقریب کی قید بلا میں گرفتار ہے - اکثر دیکھنے میں آیا ہے - اور ٹھوکر کی خانقاہ میں بنے بھی دیکھا تھا - طبقات مذکورہ بالا کی ذیلی تقسیم میں - کل مخلوق کا مذکور ہے - جو ایک چھوٹے سے دائرہ کے گرد - حسین - جہل و شہوت غضب کی شکل - مور - فاختہ - اور سانپ کی شکل کی بنی ہوئی ہے - گھومتی رہتی ہے - اور ہم - جسے تبیت کی زبان میں (زنجی) (zhinji) کہتے ہیں - دوزخ کے سرے پر - مردوں کا حج بنا ہوا - اسیلے کھڑا ہے - کہ انکے کاموں کو توڑے - اور انکے دوبارہ جنم لینے کی بابت فیصلہ کرے -



مور یا جہل - وہ شمر ہے - جو بار بار جنم لینے کا موجب ہے اور جو اسکو کرم کے پھندے سے چھوٹنے نہیں دیتا - اسکے برخلاف لاہریت

تعلق رکھنے والے۔ علم و دانش۔ گیان۔ انسان کو۔ نردوان کے۔
 اس درجہ بے گناہی کے حاصل کرنے کی ہدایت کرتے ہیں جبکہ بدولت
 انسان کل خواہشات اور خیالات (کر نچول) راحت (ماسا) جنین لشی پھندے لگے ہوتے
 ہیں جو عورتیں بہنتی ہیں)



اور موت کے ججال سے
 چھوٹ سکتا ہے۔ اور ارمیٹ
 ہو کر قیامی رتبہ کا درجہ حاصل کر پاس۔
 دیوتاؤں کے لوک یعنی مقنا
 بہشت۔ اٹھائیس ہیں۔ انہیں سے
 کہیں دوبارہ جنم ہونا ممکن ہے
 لیکن اگر کوئی ایسے طور پر زندگانی
 بسر نہ کرے جو اسکے شایاں حال
 ہے۔ تو کرم۔ اُسے کسی نیچے کے
 درجہ میں۔ مثل انسان۔ یا دیوتوں
 کے درجہ میں پھینچ لیتا ہے۔
 بلکہ فی الحقیقت خود ہوتا بودھ
 کو۔ بیس مرتبہ آندر کی حیثیت سے
 اور چار مرتبہ برہما کی حیثیت سے

جھم لینا پڑا۔ اور اندر بودھ کا چتر سردار ہے۔ اور برہما جام بردار۔ جسکے
ساغر میں شراب زندگانی یعنی آب حیات بھرا ہوا ہے۔ مگر ہمتا بودھ
درجہ نردان حاصل کرنے پر بغیر ہمتاے ہستی کی حد سے گذر کر۔ بالآخر فنا کے
انتہائی درجہ پر فائز ہوئے۔

علی ہذا۔ آٹھ نرک دوزخ۔ گرم۔ اور آٹھ سرد دوزخ ہیں دوزخاے سرد
ایسے لوگوں کے دلون پر۔ جو خود سرد ملک کے رہنے والے ہیں۔ جہان
سردی بجائے خود ایک عذاب جان ہے۔ بہت کچھ اثر ہوتا ہے۔ ان
دوزخون میں۔ جو مرد و دون کے مسکن ہیں۔ جو سرزمین اُنکو بھگتنی پڑتی ہیں
وہ اس تصریح کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ کہ گویا اُنکی تصویر کھینچ دی ہے۔
اور حضرات لاما۔ بہ کشادہ پیشانی اُنکو اس کام میں لاتے ہیں۔ کہ جو درپورک
ہیں انھیں ڈرائیں۔ اور اُنکے دل میں خوف پیدا کریں۔ تاکہ اس خوف سے
وہ لوگ بھی جنکے دل روپیہ کی محبت سے سخت ہو گئے ہیں۔ اپنے
کیسے زر کھول دیں۔ اور پادریوں کو نفع پہنچے۔ اسلئے کہ پادری ہی تو وہ
نوع بنی انسان ہیں۔ جو اُن کو آئندہ کی سخت تکلیفات سے بچنے کی
راہ نجات بتا سکتے ہیں۔ بقول ایک انگریزی شاعر کے جسکا خلاصہ
کلام یہ ہے۔

میں تمھیں وہ قصہ سناؤں گا۔ جسکی ادنیٰ ادنیٰ لفظ پر بھی۔

تمھاری روح سے آہ و زاری کی صدائیں اُٹھ کے۔ اور تمھارا گرم خون
سرد ہو کر جم جائیگا۔ تمھاری دونوں آنکھیں۔ سیاروں کی طرح اپنے

حلقوں کے باہر نکل پڑیگی۔ اور مختارے گندھے ہوئے بال جدا ہو کر۔
 اس طرح کھڑے ہو جائیں گے۔ جب طرح ساہی کے جسم پر کانٹے کھڑے ہوتے ہیں
 مذہب بودھ کے دو فرقے ہیں۔ ایک جنوبی۔ دوسرا شمالی۔ پہلے فرقہ میں
 کل باشندگان۔ لنکا و سیام و برہما شامل ہیں۔ اور دوسرے فرقہ میں وہ کل
 ملک جہاں بودھ مذہب رائج ہے۔ مثل۔ چین۔ جاپان۔ اور تبت۔
 جنوبی فرقہ والوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ بہت کم انسان طرح طرح کی آفتوں
 میں مبتلا ہونے سے۔ درجہ نردان حاصل کر سکتے ہیں۔ برخلاف اسکے
 فرقہ شمالی کے عقیدہ کے بموجب۔ نجات کے اس درجہ مبارک کا حاصل
 کرنا ہر شخص کے اختیار میں ہے۔

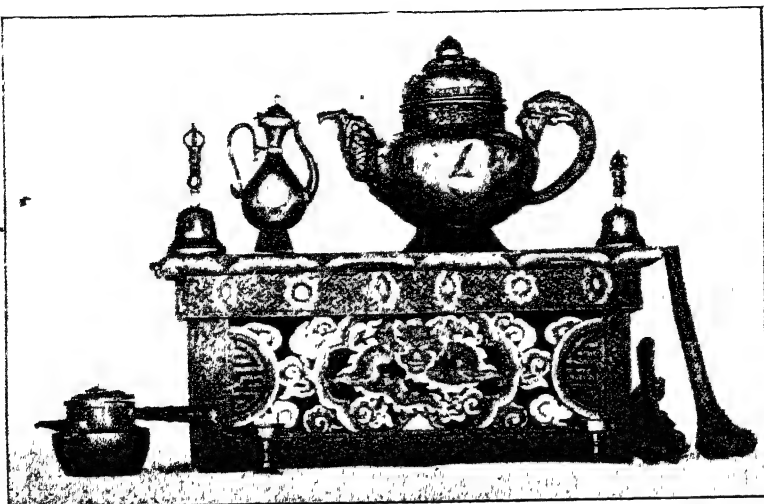
دنیا کو محض نمائشی اور غیر نشی بخش سمجھ کر ترک کر دینے پر بھی۔ لوگ
 مہاتما بودھ کو۔ خدا قرار دیتے ہیں۔ اسلئے کہ کیا وہی ایک ایسے شخص
 نہ تھے جو راہ نجات سے واقف تھے۔ اور جنھوں نے اپنے عقائد و نیز
 اپنی ذاتی نظیر پیش کر کے انسان کو طرز زندگی کی تعلیم دی تھی۔ پس مہاتما
 موصوف کی ذات خداے قوی درحیم و عظیم کے اوصاف حمیدہ سے موصوف
 ہے۔ اور عالم موجودات کی ہر شے میں۔ جاری و ساری مانی گئی ہے۔
 اور اسکے جملہ اوصاف کا ہر رنگ شان الوہیت کی ایک جدا شاخ قرار
 دیا گیا ہے۔ نہ اسلئے کہ وہ بجائے خود جدا ہے۔ بلکہ اس غرض سے کہ
 لوگ اس صفت خاص کی طرف خصوصیت کے ساتھ متوجہ ہوں چنانچہ
 بودھ ہی۔ بہترین نور۔ (امی تبھا) ہے اور بودھ ہی۔ غیر خالی۔ (ای ہیوس)

ہے۔ پھر وہ قدیم ہے۔ لازوال ہے۔ حکیم حاذق ہے۔ غرض کہ ہزار بابودھ ہیں۔ اور یہ ابتدا ہے اُس مذہب کی جو ہمہ اوست کا مذہب ہے۔ اور جس میں تمام عالم بجائے خود۔ خدا مانا جاتا ہے۔

ان کے علاوہ بہت سے۔ بدھیت۔ یادہ لوگ ہیں۔ جو عنقریب درجہ بودھ حاصل کرنے والے ہیں۔ یعنی وہ دیوتا یا انسان ہیں۔ جو از بس نیک و صالح ہیں۔ اور جن کو نردان کا درجہ حاصل کرنے میں۔ صرف ایک سیڑھی پر قدم رکھنا اور باقی ہے۔ اور جن کی نسبت یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ وہ اگلے جنم میں۔ ضرور بودھ کا وہ مرتبہ حاصل کریں گے۔ جو نردان حاصل کرنے پر خدا کے برحق اور قادر مطلق کا مرتبہ سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات یہ۔ خود ذات بودھ ہمہ تن پاک کے نور و ظہور۔ یعنی اُس کے فرزند جگر بند سمجھے جاتے ہیں۔ بعد کو فرقہ نسوان بھی تشریف عقیقہ والوں کی کوشش سے اس زمرہ میں داخل ہوا اور دیوتاؤں کے لیے بیبیاں تجویزی گئیں۔

مذہب بودھ کے بموجب جو تبت میں رائج ہے۔ تین دیوتا محافظ ایمان ہیں۔ یہ ایک قسم کی تثلیث ہے۔ جو ہندوؤں کے تمورتی کے مشابہ ہے۔ جس میں۔ برہما لشن اور شیو شامل ہیں وہ دیوتا یہ ہیں۔

(لوٹا معہ دیگر اشیاء جو تقریباً گاہوں میں بتوں کے سامنے استعمال ہوتی ہیں)



(۱) بدھی - یعنی عقل کا دیوتا - (من جبری) جسکو ایک طرح کا (آپا لٹ) کہا جاتا ہے - دھین ہاتھ میں تلوار - مشکل سے مشکل عقدوں کی گروہ کشائی کے لیے اور بائیں ہاتھ میں علم و دانش کی کتاب لیے بیٹھا ہے -
ہم نے اس دیوتا کی بہت سی مٹی کی مورچے کھودے ہیں پائین جو عابدین کے ہاتھ کی بنائی ہوئی تھیں - اور جن سے اس دیوتا کا مقبول عام ہونا ظاہر ہوتا تھا -

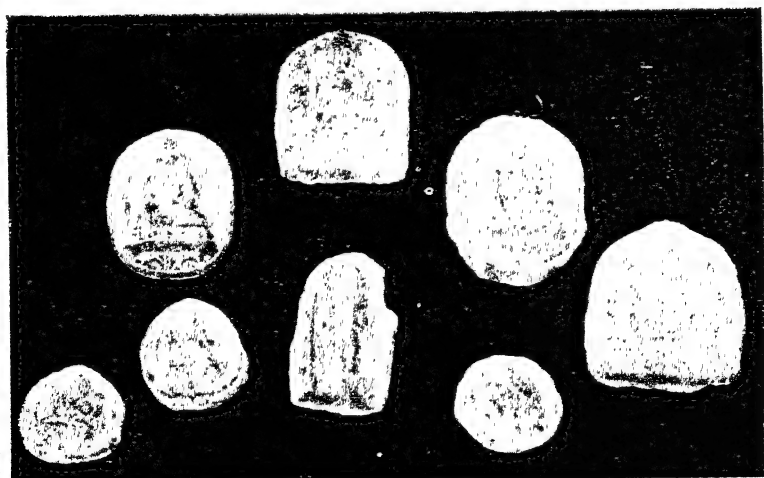
(۲) بجلی اور گرج کا دیوتا - (دو جاپانی) یہ مثل پوہر شاعر کے

نری اس کی ہے۔ یہ اس نام سے اسلے موسوم کیا جاتا ہے۔ کہ یہ اپنے ہاتھ میں ایک بچی کا گولا۔ جو ایک قسم کا ہتھیار ہے ہمیشہ لیے رہتا ہے۔ اس گولے میں۔ ایک بٹی یا بم لگی ہے۔ جو تاج کی شکل کی دو چیزوں کو ملائے ہوئے ہے۔ اس ہتھیار کی تاثیر سے کل شیاطین بھاگ جاتے ہیں۔ اور یہ اس درجہ پاک اور مقدس سمجھا جاتا ہے۔ کہ جو اصل گولا ہے۔ جو ہندوستان سے ہو این اڑتا ہوا آیا تھا۔ اور جواب لاہسا کے مقام پر۔ سیرا۔ (Sera) کی خانقاہ میں منکمن ہے۔ جسکی نقلین باقی کل گولے ہیں۔ وہ گولا ملک تبت کے نہایت متبرک قدیم نشانوں میں سمجھا جاتا ہے۔ اور ولالے لاما اور دیگر ارکین سلطنت کو ہر سال سکی زیارت کرائی جاتی ہے۔ یعنی وہ انکے پاس بھیجا جاتا ہے۔ اور وہ اسے تعظیماً کچھ دیر کے لیے اپنے سر پر رکھتے ہیں۔

(۳) رحم کا دیوتا۔ (آدی لوکتا) (Avalokita) یہ بودھ

سر اسر نور کا فرزند ہے۔ اسکے چار ہاتھ۔ اسر۔ اور ہزار آنکھیں مانی گئی ہیں۔ اور ان سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ ہر وقت انسان کے رنج و تکلیف کا نکلان ہے۔ اور اسکی مدد کے لیے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے۔ اسکی بی بی کا نام ہے۔ وہ بھی رحم کی دیوی ہے۔ اور یہ دونوں تبت کے کل دیوتاؤں میں قدرتی طور پر بہر شخص کو زیادہ تر عزیز ہیں۔ یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ شاہ سرن گمپو Sron Tsan Gampo کی جسے تبت بودھ مذہب کو رواج دیا تھا۔ دو بیبیاں تھیں۔ انہیں سے ایک

شہنشاہ چین کی دختر تھی۔ اور دوسری نیپال کے شاہی خاندان میں سے تھی۔ اور آجکل ان ہی کی سفید و سہتر تارا کے نام سے پرستش ہوتی ہے۔ جب ملک تبت میں اس کثرت سے دیوتا ہیں۔ تو ایک معمولی سیاح کو کیا ضرورت ہے کہ وہ خواہ مخواہ اپنی طبیعت پر بار ڈالے۔ اور انکے ناموں کو یاد رکھے۔ پھر بھی انہیں سے خاص خاص دیوتاؤں کے حالات معلوم ہونے سے وہ باتیں آسانی سے اُسکی سمجھ میں آجائیگی جکا اور سطح سمجھ میں آنا محال ہے اور جو کتاب سر مہر کا حکم رکھتی ہیں۔ اور چونکہ تبت میں مندراس ملک کے عجائبات میں سے ہیں۔ اور انہیں بہت سی ریشمی تصویریں ٹنگکا Tangka لگی ہوئی ہیں۔ اور دیوتاؤں پر بھی اکثر تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ جنکی نسبت سمجھا جاتا ہے۔ کہ عوام الناس اور لا مانکے حالات سے واقف ہونگے۔ اسیلے سیاح کے لیے یہ بھی ضرور ہے (بتوں کی مٹی کی مورتیاں جو کثرت سے غاروں میں ہوتی ہیں)



کہ وہ انکے حالات سے آگاہ ہو۔ مگر ایک عجب بات جو میان پرہار
دیکھنے میں آئی یہ ہے۔ کہ کیا پوجاری۔ اور کیا عوام۔ دونوں۔ عموماً
اپنے ملک کے دیوتاؤں اور انکی تصویریں کے حالات سے بخیر ہیں۔
اور بہت ہی کم انہیں ایسے ہیں۔ جو کچھ صحیح حالات بتا سکتے ہیں۔

اب جو آئندہ بودھ ہوگا۔ یا جسے آنے والا مسیح کہنا چاہیے۔ ایک
اعلیٰ درجہ کا بودھست ہے۔ اسکی تصویر ہمیشہ اس وضع کی بنائی
جاتی ہے۔ کہ وہ اہل یورپ کی طرح پیر لٹکائے بیٹھا ہے۔ و نیز یہ
بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ بودھ مذہب والوں کو آئندہ
آنے والے بودھ کا مغرب کی جانب سے تشریف لانے کا انتظار ہے
یہ اپنے مقام بہشت سے۔ جہان پرودہ اب ہے۔ دنیا کی اصلاح
کے لیے آئیکا۔ خیال ہذا کی قدست اور طرز اظہار۔ درحقیقت تعجب انگیز
ہے۔

پلڈن شامو۔ یا ہندوستان

(Polden Chamo)

کی۔ کالی۔ ایک نہایت خوفناک اور خونخوار دیوی ہے۔ اسکی تین
آنکھیں ہیں۔ انسان کی کھوپری میں خون پیتی ہے۔ اُسکے پارہ شدہ
جسموں پر چلتی ہے۔ کھوپریوں کا ماح زین سر ہے غضب کے درانت
ہیں۔ گھوڑے کا زین سا پنوں کا ہے۔ انسان کی تازہ اتھری کھا
اڑھ ہے۔ اس مرغوب لطیع لیڈی کا اہل تبت کی نگاہ میں۔ یہ
غزوہ قار ہے۔ کہ ہماری ملکہ معظمہ خلدائے مکنا کی نسبت کمال اظہار ادب کے

طور پر بالاتفاق یہ کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت عالیہ کالی کا اوتار تھیں۔ یہی انکے خیال میں سب سے بڑھ کر بات تھی۔ اس سے زیادہ اور کیا انکے اختیار میں تھا۔

ایک اور دیوی - ماری سی (Marici) کے بیان

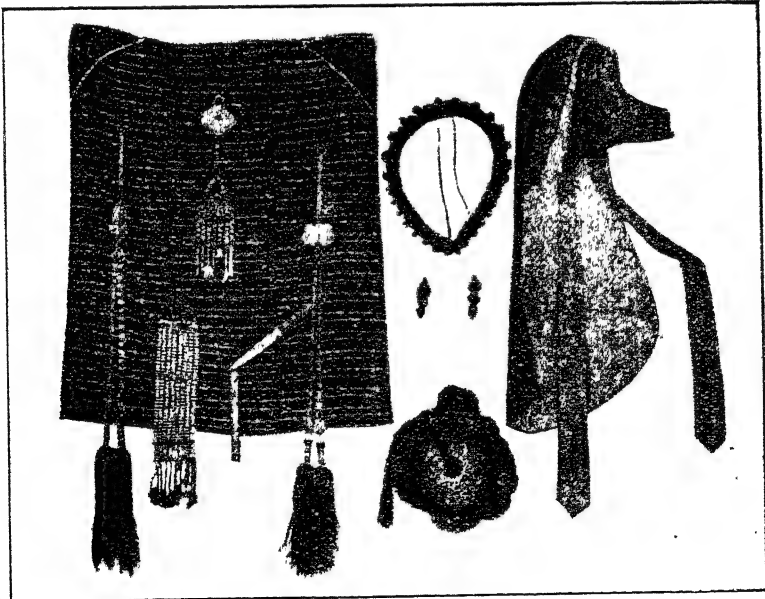
کے بعد یہ نہت ختم ہے۔ اس دیوی کا چہرہ سور کا سا ہے۔ اور یہ سردار خانقاہ یم ڈک کی بی بی کا اوتار ہے۔ یہی سبب ہے۔ جو عوام کے خیال میں۔ اسے یہ رتبہ حاصل ہے۔ کہ اسے ہوادار پر سوار ہونے کا حق حاصل ہے۔ یہ ایک خاص عزت ہے۔ جو سوائے دلائے لاما۔

نائب یا مختار سلطنت اور چین کے امباؤن کے اور کسی کو حاصل نہیں یہ یم دیوتا کی بی بی ہے۔ جو مردوں کا دیوتا ہے۔ اور نیز گھوڑے کی گردن والے لٹام دن (Tamdin) کی بی بی ہے۔ جس کا آدھا دھڑ گھوڑے کا ہے۔ اور آدھا انسان کا اور جو ایک نہایت زبردست دیوتا ہے۔

لاماؤن کی دینی کتابوں کو جنہیں میپی مضامین ہیں۔ کھگیور Kagyur کہتے ہیں اور انکی تشریحات کو ٹنگیور کہتے ہیں۔

تبت میں تحریر متبرک سمجھی جاتی ہے۔ اور یہ کہا جاتا ہے۔ کہ کوئی باشندہ لکھے ہوئے کاغذ کو۔ نہ پھینکے گا۔ نہ اُس پر پیر رکھیگا۔ مگر شاید مغربی تبت میں اسکا بہت کچھ خیال نہیں کرتے۔ ایسے کہ گچھ ناتھ کی خانقاہ میں۔ ہمنے متبرک کتابوں کے ڈھیر کے ڈھیر دیکھے جنہیں لوگ بے تکلف کھوندتے چلتے

یہ یاد ہوگا۔ کہ لاماؤن کے مذہب کا بانی پدم سمھو تھا جسکو تبنت کے
 راجہ نے ہندوستان سے بلایا تھا۔ اور جسکو سحر و ساحری میں اس قدر ملکہ
 تھا کہ اُس نے کل شیاطین کو تبنت سے خارج کر دیا۔ پھر اُن سب نے اسکی
 اطاعت قبول کی۔ اور اُنکو بشرط نیک چلتی قومی عقیدہ میں داخل ہونے کی
 اجازت دی گئی یعنی جب تک وہ نیک چلن رہیں اور لاماؤن کے منتر و تکی
 تاثیر کو مانتے رہیں۔ اُس وقت تک وہ اس عقیدہ میں شامل رہیں۔
 لاماؤن نے (اسکے عوض میں) اُنکے گزارہ کا ذمہ لیا۔ اور عوام الناس سے
 یہ وعدہ کیا کہ اُس نے مقابلہ کی حالت میں رست و خیز کے وقت وہ انکی
 مدد کریں گے۔ اس طرح پر دہانپر منتر و تکی اور جھاڑ پھونک کی تعلیم کا رواج شروع ہوا۔
 (پارہجات و زیورات وغیرہ جو مرد اور عورتیں پہنتی ہیں)



اور اب اسکی نوبت یہاں تک پہنچتی ہے۔ کہ فی زمانہ تالاہ سائین دوشاہی مکان میں۔ جہاں غیب سے جواب ملتا ہے۔ کل ملکی معاملات یہاں بطور معمول پیش کیے جاتے ہیں۔ عوام الناس و نیز لاما۔ آئندہ کے حالات دریافت کرنے کے لیے آتے ہیں۔ تعجب یہ ہے۔ کہ انہیں سے ایک مکان کے ہاتھ غیبی نے ۱۹۳۳ء کی محکم کی بابت بھی۔ ہم مذکور سے بہت دن پہلے پیشین گوئی کر دی تھی۔ خیال یہ ہے کہ منگولوں کے دیوتا پی نے (P1) بیان اقرار لیا ہے۔ اور وہ یہاں کے کل مقامات کے ساحر دل کا افسر ہے۔ پدم سھو بھی بطور خدا مانا جاتا ہے۔ اور اکثر اوقات خود مہاتما بودھ سے اسکی عزت زیادہ کی جاتی ہے۔

ہم تیمور۔ تمرنگ اور چنگیز خان کے ناموں سے واقف ہیں جوغل نسل کے مسلمان گرد ہوں کے سر غنہ بنکر شمال کی جانب سے ہندوستان پر حملہ آور ہوئے تھے۔ یہ ہندوستان میں اس سلطنت مغلیہ کے بانی ہوئے۔ جو زمانہ کی تاریخ میں خود سرانہ اختیارات اور شان و عظمت کے لحاظ سے۔ نہایت تعجب کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ قبلائی حنان چنگیز خان کا بیٹا تھا۔ یہ اس طرح کا زبردست بادشاہ ہوا۔ کہ کل وسط ایشیا اور مشرقی ایشیا میں اسکا ثانی نہوا۔ اسکا پایہ تخت دنیا کے کل دو ہند ملکوں میں سے متمول ترک چین میں تھا۔ قبلئی خان نے سرخ ٹوپی والے پوجاریوں کے سردار۔ یعنی خانقاہ ساکیا کے ایٹھ

ملک تبت کی شاہی عطا کی۔ اور اسکے عوض میں سردار مذکور یا لاما عظیم نے۔ شاہان چین کی تاج پوشی کی رسم کا رواج دیا۔ جب یہ خاندان مغلیہ چین سے خارج ہوا۔ تب وہ منگولیا کو چلے گئے۔ اور چونکہ یہ بودھ مذہب پہلے ہی سے اختیار کر چکے تھے۔ اسلئے انھوں نے اپنا۔ ایک جد لاما عظیم۔ ارگا کے مقام پر قائم کیا۔ جہاں پر موجودہ ولاے لامانے۔ لاہسا کی مہم کے وقت پناہ لی تھی۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ ارگا کا لاما عظیم ہمیشہ ولاے لاماکے حکم کے بموجب ملکی معاملات کی غرض سے صرف تبت ہی میں اقامت لیتا ہے اور کہیں نہیں۔

اسکے بعد کے واقعات سے یہ پتا لگتا ہے۔ کہ زرد ٹوپی والوں نے سرخ ٹوپی والوں سے ایک تاتاری شہزادہ کی مدد سے جبکا نام گنشی خان تھا اختیارات چھین لیے۔ چنانچہ جب اس شہزادہ نے فوج کے افسر ہونے کی حیثیت سے زرد ٹوپی والے بادشاہ کو تخت پر بٹھایا۔ تو فوج کی سپہ لاری اپنے واسطے مخصوص رکھی۔ اور زرد ٹوپی والے فرقہ میں سے۔ جو شخص اول بادشاہ ہوا۔ اسکو اس تاتاری شہزادہ نے دلائی کے لقب سے خطاب کیا۔ اہل یورپ جب ہی سے اسکا یہ نام۔ جسکے معنی مثل سمندر کے بڑے ہونے کے ہیں جانتے ہیں۔ اور گو اہل تبت اسکو دوسرے نام سے خطاب کرتے ہیں۔ مگر کمائون کی

سمر حد انگریزی پر۔ دلاے لاما کے نام سے سب واقف ہیں۔ اور سب اسے خوب سمجھتے ہیں (Lozang.) لوزانگ جو سب سے پہلا دلاے لاما ہوا۔ اسے دوبارہ اوتار لینے کے مسئلہ کو قایم کیا۔ اور یہ قرار دیا کہ بھیت کو اس قدر فرصت نہیں۔ کہ وہ بہشت سے زمین پر آئیں۔ مگر چونکہ ان کی یہ بڑی خواہش ہے۔ کہ کل انسانوں کو بغیر نجات حاصل ہو۔ اس سبب سے ان کے نور و طور۔ یہ اجازت پاتے ہیں۔ کہ وہ انسان کی شکل میں اختیار کریں۔ اور دنیا میں جا کر غریب بیچاروں کو۔ گیان کی وہ راہ بتائیں۔ جس پر چلتے ہی سے انسان۔ بار بار۔ پیدا ہونے اور مرنے کی قید سے رہائی پانے کی مسرت اعلیٰ حاصل کر سکتا ہے۔ اسی لیے لاما موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ خود اوالوکیٹا (Avalokita.) نے میری ذات میں ظہور فرمایا۔ اور اس سے پہلے اس ہر لغزیز بادشاہ کے جام میں ظہور فرمایا تھا جس کا سرن سان گپو (Brin Tsan Gampo) نام تھا۔ اور جس نے تبت میں بودھ مذہب کا رواج دیا تھا۔ لاما موصوف نے (Avalokita) کی نسبت یہ بھی فرمایا۔ کہ انسان کے بُرے بھلے کاموں کے نتیجہ کا آخری فیصلہ کرنا۔ اور اس کے بموجب اُن لوگوں کے دوبارہ جنم لینے کے جملہ مدارج طو کرنا۔ جنکو مرنے کے بعد پھر جنم لینا پڑتا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ گویا اس نے اپنے آپ ہی کو تسخیر کا فیصلہ کرنے والا بھی قرار دیا۔

پس اب اس دعا کے معنی۔ جو ہر اہل تبت کی زبان پر ہے۔

اوم مانی پدم ہنگ یعنی جے ہو۔ کنول کے پھولوں کے سرتاج دلاے لاما کی جے ہو۔ آسانی سے سمجھ میں آسکتے ہیں۔ تبت کے ہر باشندے اور دیگر ایسے شخصوں کی جو لاماؤں کے معقد ہیں۔ کل آئندہ خوشی والا لاما کے اختیار میں ہے۔ اسے اختیار ہے کہ اُنکا جو چاہے سوکرے۔ اور چونکہ ادا لوکیٹا خدا ہے۔ رحیم بھی ہے۔ اور دلاے لاما اسکا اوتار ہے۔ اسلئے ہر شخص کو یقین ہے۔ کہ اسکی زندگی آئندہ کے مطلع کا صاف درویش یا تیرہ ونا ریک ہونا دلاے لاما کی عنایت و نامہ ربانی پر موقوف ہے۔ اس سے بڑھکر۔ اور کوئی درجہ کیا ہو سکتا ہے۔ کہ لاہسا کا لاما، عظیم۔ وہ بودھ سمجھا جائے۔ جسکو فنا نہیں۔ دلاے لاما کی وفات پر اسکا جانشین۔ تھوڑے ہی دن بعد۔ کسی نوزائیدہ بچہ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور چونکہ ماشے لاما کی نسبت یہ کہا جاتا ہے۔ کہ (امی تانجا) یعنی بودھ سر اسر نور کا اوتار ہے۔ اس حساب سے اس کا درجہ ایک طرح پر باعتبار تقدس روحانی دلاے لاما سے بھی زیادہ ہے۔

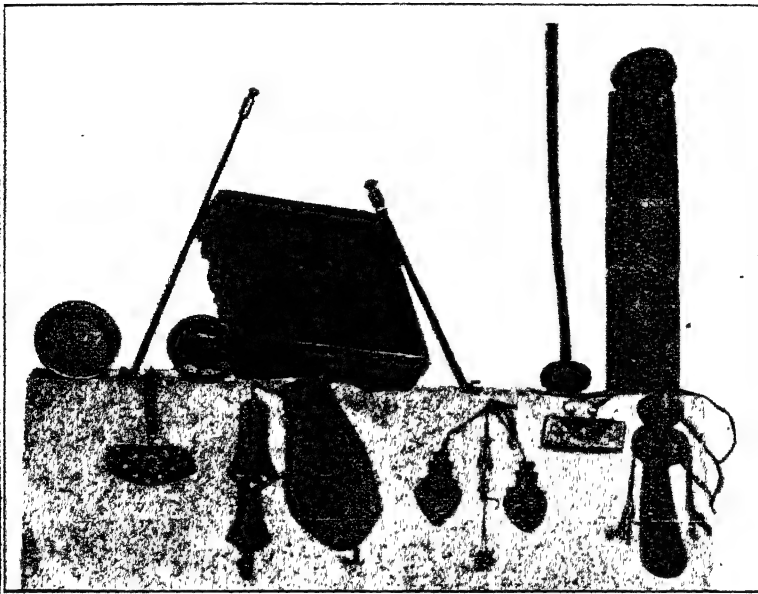
زمانہ گزشتہ میں۔ یہ دونوں لاما۔ ایک دوسرے کے لیے وہ بچے تجویز کیا کرتے تھے۔ جسمیں انکی وفات کے بعد انکی غیر فانی روحوں نے ظہور فرمایا ہو۔

اٹھارھویں صدی کے آغاز میں۔ تاتاریوں کے ایک گروہ نے وسط ایشیا کے درمیانی جنگل کو اونٹوں پر طوق کر کے ترکستان کے شمال کی

جانب سے حملہ کیا اور لاہسا کے متبرک شہر کو تقریباً نیست و نابود کر دیا۔ اسپر ایل تبت نے شہنشاہ چین سے مدد چاہی۔ اور اُن کی مدد حاصل کی لیکن تاتاریوں کو لاہسا سے نکال دینے پر شہنشاہ چین نے۔ یہ دعویٰ کیا۔ کہ اسے یہ حق حاصل ہے۔ کہ تبت اسکا ماتحت رہے۔ اور ایک نائب سلطنت بھی اپنی طرف سے مقرر کر دیا۔ اور اس کے علاوہ لاہسا کے مقام پر دو امبان کا دوبار سلطنت میں مدد دینے کے لیے مامور کیے۔ یہی امبان۔ وقتاً فوقتاً۔ دلاے لاما کا انتخاب کیا کرتے تھے۔ اور خود اس کے نائب سلطنت میں جاتے تھے۔ نیز اس بات کا انتظام کامل رکھتے تھے کہ وہ بچہ سن بلوغ کو نہ بونچے پائے۔ اور ایام طفولیت ہی میں اُسکا خاتمہ کر دیا کرتے تھے۔ سلطنت چین کا۔ اسقدر اختیار بڑھا ہوا تھا۔ کہ شہنشاہ چین کے حکم سے ایک دلاے لاما باضابطہ جلا وطن اور آخر کار ہلاک کر دیا گیا۔

اب ایک فرقہ ایسا پیدا ہو گیا ہے جو سلطنت چین کی ماتحتی کے خلاف ہے۔ اور دلاے لاما کا معین و مددگار ہے۔ بلکہ جب سے چین نے۔ جاپان سے شکست کھائی اُسوقت سے وہ چین کی شہنشاہی کو مطلق تسلیم نہیں کرتے۔ دلاے لاما کے متعلق۔ یہ بینین گوئی ہے۔ کہ صرف ۱۳ مرتبہ اُسکا اوتار ہوگا۔ اور یہ امر لحاظ کے قابل ہے۔ کہ موجودہ دلاے لاماتیرھواں اوتار ہے۔

اس بچہ کی رسم انتخاب میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔
 بالخصوص دو باتیں اس میں نہایت اہم ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جب
 (خانہ داری کے دشیا اور سامان وغیرہ جو آل تبت استعمال کرتے ہیں)



کل ایسے بچے جمع کر لیے جاتے ہیں جن کی پیدائش کو بچاے خود ایک
 کرشمہ سمجھنا چاہیے۔ تو ان میں سے ہر ایک بچہ کو۔ دلاے لاماروم کی
 کچھ نشانیاں جدا جدا اس غرض سے دکھاتے ہیں۔ کہ آیا وہ متوفی
 کی کسی چیز کو پہچانتا ہے یا نہیں۔ اس لیے کہ خیال یہ ہے۔ کہ اس
 نوزائیدہ بچہ میں ضرور اس قدر ذہانت موجود ہوگی کہ وہ اپنی چیز کو پہچانے۔
 اس امتحان اور آزمائش کے بعد کل بچوں کے نام کاغذ پر لکھتے ہیں۔

اور ایک سنہری تشری میں رکھتے ہیں جو شہنشاہ چین نے اس کام کے لیے عطا فرمائی تھی۔ اس تشری میں سے چھٹی کے طور پر اُس بچہ کا نام نکل آتا ہے۔ جو آئندہ دلاے لا ما ہونے والا ہے۔ جو بچہ انتخاب کیا جاتا ہے۔ وہ فوراً ایک خانقاہ میں بھیج دیا جاتا ہے۔ اور اُسکی ماں چند سال تک۔ عموماً دو برس تک روزانہ کچھ گھنٹوں کے لیے اسکے پاس ہوا کرتی ہے۔ اور اُسے دودھ پلاتی ہے۔ لیکن چونکہ مذہب بودھ میں عورتوں کا درجہ نہایت حقیر درجہ مانا گیا ہے۔ ایسے ضرور ہے۔ کہ اُس بچہ کی ماں علیحدہ مکان میں رہے۔ مبادا وہ اسکو خراب اور ناپاک کر دے۔ گرباپ کو فوراً (Khing) کا خطاب عطا ہوتا ہے۔ جو اس ملک کے خطابات میں اعلیٰ درجہ کا خطاب ہے۔

لاہسا میں۔ چار ”لنگ“ بادشاہی خانقاہیں ہیں۔ اور ایک مانی ہوئی بات ہے۔ کہ ان ہی میں سے ہمیشہ نائب سلطنت تجویز کیا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ ڈیپنگ سپر اور گاؤن کی اور تین خانقاہیں ہیں۔ جنکو انتظام سلطنت میں بہت کچھ دخل ہے۔ دلاے لا ما کی امداد کے لیے چار وزیر شاپتر نام کے ہوتے ہیں اور بطور کمپنی انتظامیہ کام کرتے ہیں۔ مگر جنکے ہاتھ میں معاملات دول خارجہ کا کل انتظام ہے۔ وہ مجلس (Tsong Du) یا قومی کونسل ہے جس میں گربست خانہ دار

اور بار تباہل کلیسا۔ دونوں شامل ہوتے ہیں۔ اُن وزیرون کو چو شاپتر کے نام سے معروف ہیں۔ اس مجلس مباحثہ پر کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ بلکہ انھیں مجلس مذکور کے جلسوں میں۔ شریک ہونے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ گو جو کچھ وہاں ذکر و تذکرے ہوتے ہیں۔ انھیں وہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر سنتے رہتے ہیں۔ اسی مجلس مباحثہ Tsongdu میں۔ ڈینگ۔ سیرا۔ اور کیدن کی تین خانقاہوں کو بہت کچھ اختیارات حاصل ہیں۔ چونکہ ۱۶۵۷ء میں۔ مانچو نے ٹاک چین کو فتح کیا تھا اسلئے امباں ہمیشہ کوئی مانچو چین کے باحکومت خاندان مانچو سے ہوا کرتا ہے۔ وہی زمانہ گذشتہ میں فوج کا افسر ہوا کرتا تھا۔ اور فوج کو فن جنگ کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ اور تبت کی یہ گورنمنٹ بہ ہیئت مجموعی عام طور پر (Daba Jung) کے نام سے مشہور ہے۔

بیان مذکورہ بالا سے یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ ولانے لا ما کا منصب اور اختیارات بالکل غیر معمولی ہیں۔ اور جو انکا ادب و حرمت لوگوں کی نگاہ میں ہے۔ وہ تقریباً حد یقین سے باہر ہے۔ ان کی ہر چیز اور ہر نشانی جو اُن کے جسم پاک سے تعلق رکھتی ہو۔ لوگوں کی نگاہ میں یہ رتبہ رکھتی ہے۔ کہ وہ ہر طرح کی بلیات کے دفعیہ کے لیے قویٰ ہے۔ اور بڑی بڑی قیمت دیکر لوگ اُسے بازار میں خریدتے ہیں

مثلاً انکے اُتارے ہوئے کپڑے۔ انکے بال۔ انگلیوں کے ناخن۔
 پیروں کے ناخن۔ حتیٰ کہ انکا پیشاب و پاخانہ بھی بہت سے امراض کے
 دور کرنے کے لیے دوا سمجھا جاتا ہے۔ دلائے لاما سے یہ دعائیں لگی
 جاتی ہے۔ اوم مانی۔ پدم ہنگ۔ جے ہے کنول کے پھولوں کے
 سمرناج کی جے ہو۔ اس دعا سے یہ مراد ہے۔ کہ اے دلائے لاما
 تو نہایت عاجزی سے۔ التجا کرنے والے کی مدد کر۔ تاکہ وہ اس
 زندگی میں نجات کے مرتبہ کو پہنچے۔ اور مرنے کے بعد اسکی روح
 برہم رہی کر۔ اور اسے دوبارہ پیدا ہونے کے لیے کوئی اچھی جگہ عطا
 فرما۔ دعا مذکورہ بالا کے چھ حصہ ہیں جنکو چھ طبقات زندگی سے
 مناسبت ہے۔ انہیں سے ہر ایک کے لیے ایک جدا رنگ مقرر
 ہے۔ جو خاص اسی کے لیے مخصوص ہے اور اسکی علامت ہے۔ مثلاً۔

- ۱ اوم دیوتاؤں کا طبقہ ہے اور اسکا رنگ سفید ہے۔
- ۲ ماتیتوں کا طبقہ ہے اور اسکا رنگ نیلا ہے۔
- ۳ نی انسانوں کا طبقہ ہے اور اسکا رنگ رزد ہے۔
- ۴ پد حیوانوں کا طبقہ ہے اور اسکا رنگ سبز ہے۔
- ۵ می غول صحرائی کا طبقہ ہے اور اسکا رنگ سرخ ہے۔
- ۶ ہنگ طبقہ دوزخ ہے۔ اور اسکا رنگ سیاہ ہے۔

یہ متبرک رنگ سمجھے جاتے ہیں۔ اور وسط تبت میں ان رنگوں
 کی جھنڈیوں کا چمنیں دعا متبرک کا ہر حصہ۔ اُسکے مناسب حال

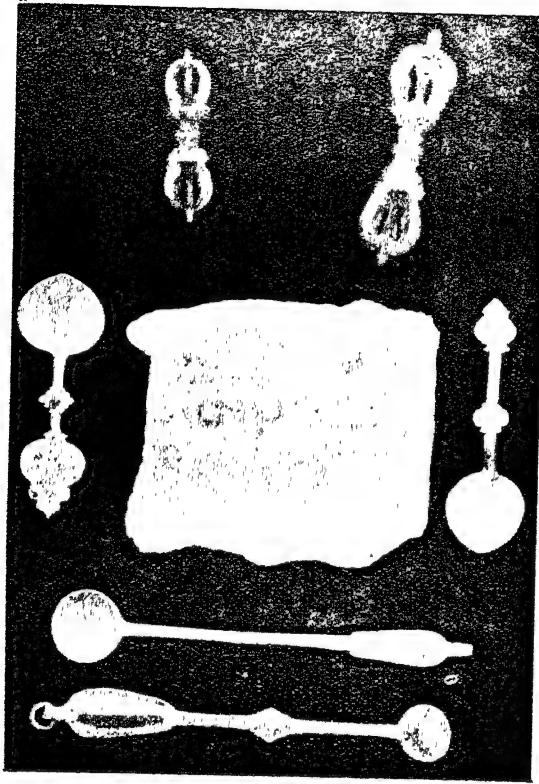
رنگ کا نقش ہوتا ہے۔ قطار در قطار ہونا۔ ایک عام اور معمولی بات ہے۔ مگر مغربی تبت میں۔ یہ رنگ شاذ و نادر دیکھنے میں آتے ہیں۔ بلکہ فی الحقیقت ہم کو صرف ایک موقع یاد ہے۔ جہاں پر ہم نے رنگین پتھر دیکھے تھے۔ جنپر اوم۔ مانی۔ پدم ہنگ تحریر تھا۔ اور دوسری مرتبہ تھاکوٹ کے پل پر چھبڈیون کی قطار دیکھی تھی۔ مگر انہیں رنگوں کا سلسلہ غلط تھا۔ یعنی انکے رنگ اس سلسلہ سے تھے۔ کہ نیلا۔ سرخ۔ سفید۔ سبز اور زرد۔ اور صرف پانچ ہی رنگ تھے۔ یہ رنگ خانقاہوں میں مختلف زندگی کے پیوں میں بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ مگر انکے اُسی صحت کے ساتھ رنگے ہونے میں۔ جیسے کہ وسط تبت میں ہوتے ہیں کلام ہے۔ مذہب بودھ کی اور خاص علامتیں۔ ”تین قیمتی جواہرات ہیں“ جنکی شکل بضوی ہوتی ہے اور جنسے بودھ۔ کلیسا۔ اور قانون مراد ہے۔ یہ بات بھول نہ جانی چاہیے۔ کہ لاما۔ ہر جگہ پیش پیش ہیں۔ اور بیچارے۔ دنیا دار گروہست۔ کہیں اور کسی میں بھی نہیں۔ کہیں کہیں چند خاندان فقط ہیں۔ جنکو محدود اور خاص خاص اختیارات حاصل ہیں۔ اور جنکے متوسلین۔ ملک کے معزز عہدوں پر مامور ہیں۔ مگر وہ عہدے لمحاظ ان اختیارات کے جو پوجاریوں کو حاصل ہیں۔ محض ناچیز ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے ہی دیکھیے کہ کوئی گروہستی کبھی بدہیت ہونیکی توقع ہی نہیں کر سکیگا۔ حالانکہ لاما نہایت اطمینان کے ساتھ فخریہ

کھا کرتے ہیں۔ کہ وہ کچھ عرصہ بعد یہ رتبہ مبارک حاصل کر ٹیکے۔ اور
خالقا ہوں کے سرداروں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ وہ تو ہمیشہ کسی
نہ کسی بودہست کے اوتار ہوتے ہی ہیں۔

مثل ہندوستان۔ کنول کا پھول۔ یہاں بھی ایک شری بانی
اور پاکی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ پانی پر اپنی اصلی حالت
میں تیرتا رہتا ہے۔ اور حسب ظاہر پانی سے اُسے کچھ تعلق نہیں ہوتا
نیز اُس پاس کی ناپاکیوں سے بھی۔ اُسکے خوبصورت رنگ میں کچھ
فرق نہیں آتا۔ گر مرقعہ شمس۔ لیل لیل۔ بھی اس بات کی علامت ہیں
کہ سانپ اور اڑدھون کے وہ دشمن ہیں۔ اور بودھ کی تصویر دشمن
اسکے قریب ہی انکی تصویر بھی بنی ہوتی ہے۔ اکثر شیر و جیتون کی
تصویریں بھی دیواروں پر بنی ہوتی ہیں۔ چمکدڑوں کو مبارک فال سمجھتے
ہیں۔ اور ہر طرح کی آفتوں سے جو خیال میں آسکتی ہیں بچنے کیلئے
دعا خوانی کے جھنڈے چھڑیں اور پیہ تبت کی خالص نشانی
و علامتوں میں شامل ہیں۔ کل مندروں میں چارٹنس۔ عموماً ہوتے
ہیں۔ یہ موت کی یادگار ہیں۔ اور پانچ عنہروں کے اظہار کی علامت
ہیں۔ اور (اسکی تفصیل یہ ہے۔) کہ زمین جڑ۔ پانی آگ و ہوا اور
اتھیر یعنی وہ ہوائے لطیف جو کرہ ہوائی کے اوپر ہے۔ (زبان
بالا سے) بعض اوقات انکے بالائی۔ مخروطی حصہ میں ایک بم
سی لگی ہوتی ہے۔ اس سے متعدد آسمان مراد ہوتے ہیں۔

(درجے (بجلی کے تھیار) بھوت اُمانے کے لیے)

Mendons



مینڈن یا

پتھرون

کی وہ

دیوارین

جنہر اوم

مانی -

پریم ہنگ

لکھا ہوتا

ہے - جگہ

دیکھنے میں

آتی ہیں -

اور ایک

جگہ سے دوسری جگہ جانے کا ٹھیک ٹھیک نشان دیتی ہیں -

وسط تبت میں ان کے پاس سے گزرتے وقت انکو جانب چپ

رکھنا چاہیے - مگر مغربی تبت میں یہ امر اختیاری ہے -

مندراندر سے - نہایت اندھیرے - اور چراغوں کے جلنے کے

چمک سے چپ چپے ہوئے ہیں - اور بدبو و کثافت کا ٹھیک

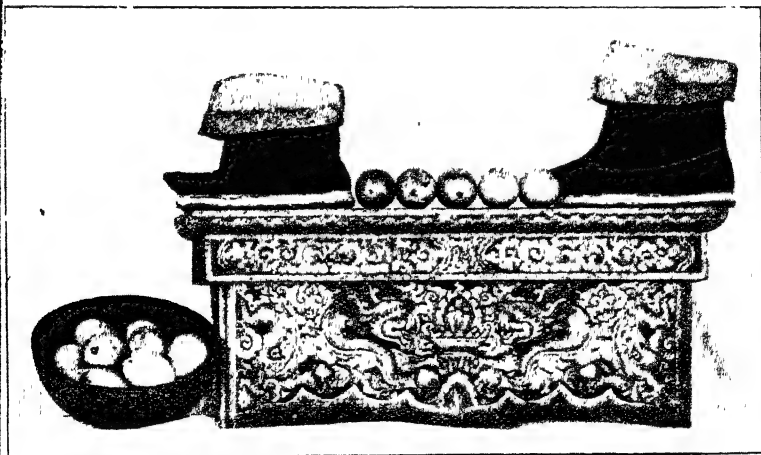
اندازہ تو آنکھوں سے دیکھنے ہی پر ہو سکتا ہے - محراب بنانے کے

اصول سے یہاں کے لوگ واقف نہیں ہیں۔ اور لکڑی کیا ہے ہمیشہ مغربی تبت کے اُن جنگلون سے آتی ہے جو سرحد تبت کے جانب جنوب واقع ہیں۔ یعنی نیپال۔ عملداری سرکار بشہر وغیرہ سے آتی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ یہاں کا طرز تعمیر ناقص ہے۔ چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں۔ چنبن کیچڑ۔ کپڑوں کے چھتیرے۔ یا گھاس بھوس ٹھسا ہوتا ہے۔ یا اُنپر پیلا کپڑا پڑا ہوتا ہے۔ سردی اور ہوا تو اندر آنے نہیں پاتی۔ مگر روشنی بھی نہیں آسکتی۔ لیکن جب شیشہ ہی یہاں نایاب ہے۔ تو سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اس سے بہتر اور کیا طریقہ ہو سکتا ہے۔ متبرکون مین متبرک۔ یعنی لاہسا کا عبادت خانہ (Jokaen) ہے۔ اور اسے لوگ لاہسا کہتے ہیں۔

جو لفظ لاہسا و سا سے مرکب ہے۔ جسکے معنی دیوتاؤں کی جگہ کے ہیں۔ لہذا یعنی دیوتا۔ یہی نام کل شہر کا نام ہو گیا۔ شہر مذکور اگرچہ ترائی مین آباد ہے۔ مگر مذہب بودھ کا۔ فلپ مقدس۔ سمجھا جاتا ہے۔ جو مہاتما بودھ کے ایک بت کا نام ہے۔ جسے بیش بہا جواہرات نے ڈھاک رکھا ہے۔ اور جسکی نسبت کہا جاتا ہے۔ کہ (Sron Tsan Gampo) کی بی بی کے جہیز مین چین سے

آیا تھا۔ لاہسا کا شہر۔ اس قدر تقدس مآب ہے۔ کہ اسکی حد کے اندر کسی شو کے ہلاک کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور اسی سبب سے قصا بون کی دکانیں شہر کے باہر ہیں۔ آئین شک نہیں۔ کہ

مندرون کے رسمیات مذہبی اور طرز پرستش رومی کیتھاک کے طریقوں کے بہت کچھ مشابہ ہے۔ پادریوں کا مجرور ہنا۔ سر منڈانا۔ بخورات۔ تسبیحیں۔ گھٹے۔ چوترہ نما سجدہ گاہیں۔ شبہات۔ تصویرات۔ اور ان سب پر جبہ و پوشاک ہیں۔ جو اس مشابہت کو پورا کر دیتی ہیں۔ ہم سے خاص طور پر۔ اور بڑے تکلف کے ساتھ یہ درخواست کی گئی۔ کہ ہم گرجے میں منکس (Monks) کے بیٹھنے کے فرش پر نہ چلیں اور ہم نے بھی اسکی بہت احتیاط رکھی۔ اس کے سوا ہم ہر جگہ جاسکتے تھے۔ اور ہر چیز دیکھ سکتے تھے۔ عام پوجا کرنے والے مندر کے اندر اس طرح طواف کرتے ہیں۔ کہ دیوار اُن کے بائیں ہاتھ کی طرف رہتی ہے۔ لیکن ہم سے یہ توقع نہیں کی گئی۔ ہمارے ساتھ کے جتھدر مندر و ملازم تھے وہ تبت کے ہر مندر میں پوجا کیے بغیر (مغلی جوتے راج ہنس کے انڈے مینا اور پیالے وغیرہ)

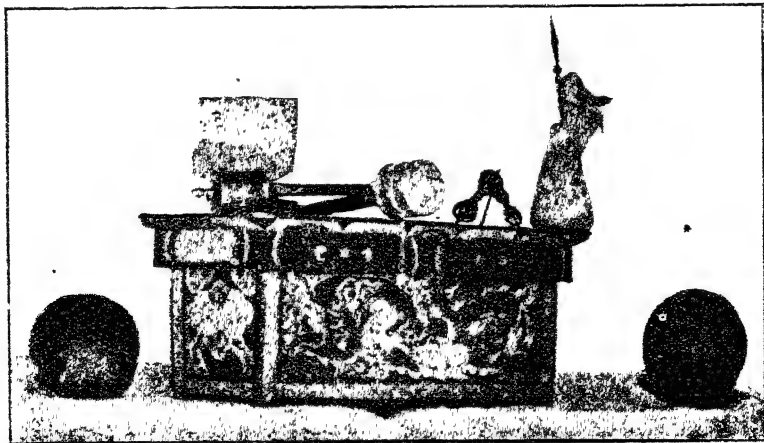


نہیں رہتے تھے۔ اور تقریباً ہر بت کو دیکھ کر۔ غلط یا صحیح۔ کسی نہ کسی ہندو دیوتا کی شکل بتلاتے تھے۔ یہاں کے پوجاریوں کی طرز عبادت کی ایک خاص بات یہ ہے۔ کہ وہ دو صفوں میں آمنے سامنے۔ ایک دوسرے کی طرف منہ کر کے بیٹھتے ہیں۔ اور پہلے ایک طرف کے لوگ بھجن گاتے ہیں پھر دوسری طرف کے اور سب سے بڑھ کر خاص بات۔ متبرک روٹی اور شراب کا ان لوگوں کو تقسیم کرنا ہے۔ جو دنیا میں۔ عمر گزار چاہتے ہیں۔ لیکن باوجود۔ اس کل کئے اور کرنے کے۔ تبت کے طرز عبادت میں اور یورپ کے طرز عبادت میں خواہ کوئی قوم ہو۔ بعد المشرقین ہے۔ یہاں کے طرز عبادت میں وہ وحشیانہ باتیں صاف طور پر موجود ہیں۔ جنہیں دیکھ کر۔ مذاہب یورپ سے مشابہت کا پہلا ہی خیال دل سے نکل جاتا ہے۔ مثلاً پوجاری بڑے بڑے سنگ اور گھسٹ بجاتے ہیں۔ قرنائیں بجاتے ہیں۔ ڈھول پیٹتے ہیں۔ مجیرے بجاتے ہیں۔ اور اس ہر لونگ میں لوگ جوار پیتے جاتے ہیں۔ اپنی طرف نگاہ کرتے جاتے ہیں۔ دوسرے سے باتیں کرتے جاتے ہیں۔ اور بھجن بھی گاتے جاتے ہیں عوام کی اس میں شرکت نہیں ہوتی۔ حالانکہ دنیا دار گرمہست آتے ہیں۔ اور دیکھا کرتے ہیں۔ عورتیں بھی اپنے بچوں کو پھونک ڈولوانے لاتی ہیں۔ (ہم نے کچھ ناتھ میں دیکھا تھا) ان سب سے بڑھ کر دیوتاؤں اور زہر دست دیوتوں کی وہ فحش اور نفرت انگیز تصویریں۔ مندروں کے

اندروہ سیاہی و تاریکی جیسی وجہ سے کچھ نظر نہیں آتا۔ وہ بدبو اور فتنہ جس سے وہاں جانے والے کو غش آجائے۔ ان سب باتوں کی وجہ سے وہ مندران دیوتاؤں کے سے مندر ہی نہیں۔ جو ہمتن نیک و سرتاپا نور ہوں۔ بلکہ شیطانوں اور تاریکی پسند بھوت پلیدوں کے مندر معلوم ہوتے ہیں۔ اور تعجب یہ ہے۔ کہ یہ اس مذہب کی لٹا ہے جو لحاظ نفاست اور زندگی کے آئین کی پاکیزگی کے لحاظ سے قابل ستائش بیان کیا جاتا ہے۔

ملک تبت کا مذہب منجور یا منگولیا۔ وسط ایشیا لداخ نیپال اور بھوٹان اور سکھ بن بھی پایا جاتا ہے حتیٰ کہ چین میں بھی دس لاکھ آدمی اس مذہب کے ہیں۔ اور سپکن کے مقام پر لاماؤں کا ایک مندر بھی ہے۔ پھر روس میں دریا دالگا کے کنارے کنارے اور دیگر مقامات پر لاماؤں کی نوآبادیاں ہیں۔ ان سب ملکوں کیلئے دلاے لاما کی ذات ایک نہایت متبرک ذات ہے۔ اور اس کی نظر عنایت ایک بڑی چیز سمجھی جاتی ہے۔ یوں پاجو بودھوں سے بھی پیشتر کے ہیں۔ لاہسا کے شمال کی جانب کے ملکوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اور تبت کے کل ملک میں بھی موجود ہیں۔ مغرب کے لوگ انکو دویاس کہتے ہیں۔ اور ان سے بہت ڈرتے ہیں۔ اسلئے کہ انکی جو بات ہے۔ وہ دینداری اور راسخ الاعتقادی کے طریقہ کے خلاف ہے مان سرور۔ اور کیلاش کے پرکرام (طواف) اُلٹی یعنی ہمارے طریقہ

دور شراب کے خلاف کرتے ہیں۔ علی ہذا اوم۔ مانی۔ پدم سنگ۔ اُلٹا
 چستے ہیں۔ مغربی تبیت میں۔ یہ عامل اور ساحر مشہور ہیں۔ اور بہت سے رنج و غم
 لوگوں کا۔ تو انکی نسبت یہ عقیدہ ہے۔ کہ انکو بہت سی باتیں خلاف قدرت
 حاصل ہیں۔ وہ بیٹھے بیٹھے غائب ہو جاتے ہیں۔ اور ہوائیں اُڑ جاتے ہیں۔
 ملک تبیت کے حالات اُسوقت تک نامکمل سمجھے جائینگے جب تک کہ وہاں
 کے شیطانی ناچ کا حال نہ بیان ہوگا۔ جو زمانہ بھر میں مشہور ہے۔ اور جو حضرات
 لاما۔ تماشا یون کے ایک بڑے مجمع کے سامنے اسغرض سے ناچتے ہیں۔
 (دعا خوانی کے پتھر۔ جھنڈے رسول اور میر وغیرہ)



کہ لوگوں کا موجودہ زندگی میں ہی اُن خوفناک عفریتوں کے حال سے
 آگاہ ہونا ضروری ہے۔ جن سے روح کو اس جسم خاکی کے چھوڑنے کے بعد
 سابقہ پڑتا ہے۔ اس شیطانی ناچ کے ناچنے والے تکلا کوٹ کی خانقاہ کے

ساتھ مخصوص ہیں۔ بلکہ خانقاہ مذکور کو درحقیقت اس بات کا فخر ہے۔
 کہ وہاں پر یہ فرضی ناچ۔ بڑی شان و تزک کے ساتھ اس طرح ناچا جاتا
 ہے جیسے کہ اصلی ناچنے والے ناچتے ہیں۔ ان ناچوں میں جو سوانگ
 وہ بھرتے ہیں۔ وہ نہایت مہیب دیوون کے سوانگ ہوتے ہیں
 مثلاً اتر دیوون کے سوانگ جنکی ہیبت کا بیان ناممکن ہے۔ جانورون
 میں۔ ایسے کر یہ منظر جیوانون کے سوانگ۔ جو کسی صحیح المزاج شخص کے
 خیال میں بھی نہیں آسکتے۔ مثلاً ٹھٹھری۔ بھوت اور پلیدون کی صوتوں
 کے سوانگ وغیرہ جو مقصد اس ناچ سے مد نظر ہے وہ یہ ہے۔ کہ
 جب روح اس جسم فانی کو چھوڑتی ہے۔ تب ایسی ایسی خراب ارواحیں
 اُس پر حملہ کرتی ہیں۔ اور اسکو ڈراتے ڈراتے بے دم کر دیتی ہیں۔ اُسوقت
 کوئی دیوتا ہی۔ جو کسی مشین کا بنا ہوا ہو۔ کسی لاما یا عابد کی شکل میں
 اس کم بخت مبتلا آفت کے۔ آڑے آسکتا ہے۔ مدعا ہر حالت
 میں یہ ہے۔ کہ پوجاریوں کے خوب گھیرے کراتے رہو۔ اور انھیں
 دوست بنائے رکھو۔ اسلیے کہ بعد از مرگ وہی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ اور
 منزل مقصود تک سحفاطت پہنچا سکتے ہیں۔

چودھوان باب دیوتاؤن کے مسکن مان سرور اور کیلاش کا بیان

ملک تبت کے مغربی حصہ میں ایک نہایت کھٹ دست مرتفع میدان ہے جسکی بلندی پندرہ ہزار فٹ ہے۔ جس میں مان سرور اور کرس تال کی جھیلیں ہیں۔ جو گارٹاک اور دابا کی جانب پھیلا ہوا ہے۔ اور جہان ٹکلا کوٹ سے چل کر بہت جلد پہنچ جاتے ہیں کمرنالی دریا کے وادی میں ٹکلا کوٹ اور کچھ ناتھ واقعہ ہیں۔ اس مرتفع میدان سے بہت نیچے چین حتیٰ کہ انین سے اول مقام صرف تیرہ ہزار فٹ بلند ہے۔ اور چونکہ دیوتاؤن کے فعل اور دیگر اسباب نے اس کی بلندی کم کر دی ہے۔ اس لیے یہ زرخیز اور سیراب حصہ ملک کا۔ اس خاص مرتفع میدان سے ایک جدا ہی قطعہ سمجھا جاتا ہے ٹکلا کوٹ کا۔ مان سرور کی طرف روانہ ہو کر جتنا چلے جائے اتنی ہی بلندی زیادہ ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ ایک ایسے وسیع میدان میں پہنچتے ہیں جو پندرہ ہزار فٹ بلند ہے اور میلون تک پھیلا ہوا ہے پہلے موضع ٹولو کے پاس سے گزرنا ہوتا ہے جہاں زور اور سنگھ کی جو ایک بہادر شخص گذرا ہے قبر اور رنگنگ کی خانقاہ ہے۔ یہاں سے نیچے کی طرف نظر ڈالنے پر دیا کمرنالی کے وادی کی ہوائیں لہلہاتے ناچ کے سنہرے کھیتوں سے مصع معلوم ہوتی ہے۔ اور کاروم بھی۔ جہاں پر سابق میں جنگ پن کا مقام تھا۔ کچھ فاصلہ پر نظر آتا ہے۔ جب سے شکست ہو گیا۔ اس وقت سے یہ مقام پر خا کے تاجم کے قبضہ میں آگیا ہے جسکی سپردگی میں متبرک مقامات مذکورہ بالا کا انتظام تو

پہلے ہی سے تھا لیکن اب اسنے ڈا با کے جنگ بن سے۔ گینا کی بڑی
 منڈی کے حقوق بھی حاصل کر لیے ہیں۔ اور ان سب باتوں کی وجہ سے وہ
 اس حصہ ملک میں ایک نہایت با اختیار عہدہ دار ہے۔ اس کی سرحد ننگا کے
 قریب سے شروع ہوتی ہے۔ جو اشنا، سفر میں۔ منزل کرنے کے لیے ایک
 نہایت عمدہ مقام ہے۔ اس لیے کہ یہاں بند ہواؤں سے بھی پناہ ہے اور جانوروں
 چارے کے لیے گھاس بھی با فراط ہے و نیز کارڈم و دیگر چھوٹے چھوٹے مویشیا
 جو کر نالی دریا کے اوپر کی جانب واقع ہیں کل اسی کی حد میں شامل ہیں
 بالذکر جو پنڈزہ ہزار فیٹ کی بلندی پر۔ اسی مرتفع میدان کے وسط میں
 واقع ہے۔ رات کی سرد ہوا۔ اور اسدنھن نہ پیدا ہونے کی وجہ سے ہرگز
 اس قابل نہیں ہے۔ کہ اسے فرد گاہ قرار دیا جائے۔ یہاں سے دو طرف کو
 راستہ جاتا ہے مغرب کی طرف کا راستہ تو رکس تال کو جاتا ہے اور یہ راستہ
 بھوٹ کے سودا گروں کو بہت پسند ہے۔ اور مشرق کی طرف کا راستہ درہ
 گرلا سے گذر تا ہوا۔ مان سرور جھیل کو جاتا ہے جو چودہ ہزار نو سو فیٹ بلند ہے
 اس متبرک مقام کو جو بودھوں یا ورہنوں و دونوں کی نگاہ میں۔ واجب
 الاحترام ہے دیکھیے تو اس کل حصہ ملک میں ایک عجیب پر لطف نظارہ۔
 نظر آتا ہے دائیں جانب۔ سینٹا لیس میل کے گرد میں۔ مان سرور جھیل
 اور اسی قدر وسیع۔ مگر مختلف شکل و صورت کی دوسری جھیل۔ رکس تال۔
 بائیں جانب۔ محاذ میں ان جھیلوں کا نہایت نڈل آویز۔ گہرے نیلے رنگ کا
 پانی۔ اور عقب میں۔ کیلاش نامے پہاڑوں کا سلسلہ۔ ایک عالم تصویر کا



حکم رکھتا ہے۔

اس موقع کے

عین وسطین

متبرک کیلکاش

کی چوٹی اہل

تبت کے کنسی۔

ہندو اور بودھ

وونو کے بہشت

پر ارشان و

عظمت پہاڑوں

بادشاہ۔ کل

سلسلہ کوہستان پر

خمران سب سے

دو ہزار فیٹ

زیادہ بلند

واقع ہوئی ہے۔

پھر رنگ رنگ کے

چٹانوں اور

جھیلوں کے

(کس تال اور دھان سرود کی جھیل اور کیلکاش پہاڑ وغیرہ)

نیلگون یا نی کے ساتھ ساتھ۔ ہزار ہا نیلگئے وسیع۔ منبر حیرا کا ہو نکادور تک پھیلا ہونا
یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس مرقعہ دلپزیر میں جسکے حسن و خوبی کی صفت بیان ہے
باہر ہے۔ گویا نیلگئے جڑے ہوئے ہیں۔ اور اگرچہ یہاں جنگل کے درختوں کی ہلتی
ہوئی پتیوں کا نظارہ پیش نظر نہیں ہوتا۔ تاہم یہاں کے گونا گوں رنگ
آب و تاب کے لحاظ سے اس درجہ نفیس ہیں کہ وہ بجائے خود ہاڑوں کے
حق میں ایک ایسے فضل کا کام دیتے ہیں۔ جس نے انکی کل برہنگی کو چھپا
دیا ہے۔ جب کوئی شخص ان پتھروں کے انباروں پر پہنچتا ہے۔ جو مسافروں کے
پھینکے ہوئے ہوتے ہیں (ہر مسافر کو عام دستور کے بموجب ایک پتھر کو اٹھا کر
چوٹی کی طرف پھینک دینا چاہیے) اور جارٹنس۔ یعنی موت کی یادگار یونکو
دیکھتا ہے۔ جو عابدوں کے ہاتھ کی بنائی ہوئی ہیں اور درہ مذکور کی چوٹی کا
نشان دیتی ہیں۔ اس وقت دفعتاً ایک ایسا منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔
جسکو دیکھ کر ہر جانب۔ تھکے ماندے مسافروں کی زبان سے۔ دعائیں اور
یارک اللہ تعالیٰ کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ کچھ دیر بعد اس جوش کے
کم ہو جانے پر طبیعت کو ایک طرح کا سکون و اطمینان کا مل حاصل ہوتا ہے
اور انسان شکر کرتا ہے۔ کہ آج ہم کو وہ دیکھنا نصیب ہے۔ جس کے درشنو کو
بڑے بڑے راجہ ہمارا جہ ترستے رہے اور درشن نصیب نہوے۔ ہمارے
خیمے۔ ٹھیک جھیل کے کنارے پر نصب۔ ہے اور ہم کو اس مقام کی۔
شاعرانہ رنگینی۔ اور افسانے کی یہی دلپذیری کا کامل لطف حاصل تھا۔
اس مقام کو دیکھتے ہی سب سے پہلے یہ خیال طبیعت میں گذرتا ہے

کہ تبت کے جنگلوں کے بجائے یہ سبز چراگاہیں کیسی۔ جو اس ویرانہ میں
توسیع۔ اور سیر حاصل ہونے کے لحاظ سے۔ ایک دوامی تماشائے
معلوم ہوتی ہیں۔ یہ چراگاہیں۔ جھیلوں کے گرد۔ اور اُن سے
بھی آگے دور تک میلون فاصلہ میں۔ جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے
پھیلی معلوم ہوتی ہیں اور ہر جانب ہزار ہا بھیر بکری اور مویشی
جنگل دور تک تانتا بندھا ہوتا ہوا چرتے نظر آتے ہیں۔ ہوا اس درجہ
صاف و ستھری ہے کہ جو مقامات بہت دور ہیں وہ بھی قریب
معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب کوئی یہ سوچ کر۔ کہ فلان مقام سے
سیر خوب نظر آئے گی۔ کسی قریب کے گاؤں کو جاتا ہے۔ یا کسی
شے کو قریب سمجھ کر دور میں سے دیکھتا ہے اُس وقت اُن کے
بعد و مسافت۔ اور ہوا کے قریب کا حال کھلتا ہے۔ یہ چراگاہیں
مان سرور کے جھیل کے مشرق میں۔ سانپو۔ یا برہم پتر دریا کے کنارہ
کنارہ میلون تک چلی گئی ہیں اور کچھ دور تک کیلاش کے شمال میں۔
و نیز تمبرک جھیلوں کے مغرب کی طرف بھی ہیں۔ اور اگرچہ یہ اس قدر
سیر حاصل نہیں ہیں۔ مگر اس میں کلام نہیں۔ کہ مان سرور ہی وہ جگہ ہے
جہ مغربی تبت کے اُن کامرکز کہنا چاہیے۔ یہ اُن خواہ لداخ یا نیپال کو
جائے۔ خواہ شملہ و کماؤن کو۔ اسکی تجارت کی ترقی کے متعلق یہ اصول ہمیشہ
یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ کل اسی نواح اور مشرق کی اضلاع سے جاتی ہے
نمک و سہاگا بھی۔ کوہستان کیلاش کے جانب شمال سے آتا ہے۔ اسکی

تہن۔ اسی عرض البلد میں چند منزل کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ جہاں پر مقدس جھیل ہیں۔ اور چونکہ ان چیزوں کی بار برداری کا مسئلہ خاص زورہ گرا جیسی بلندی ۱۶۲۰۰ فٹ ہے جہاں سے متبرک جھیلوں اول اول دکھلائی دیتی ہیں)



طور پر قابل غور ہے۔ لہذا اس میں ذرا شک نہیں۔ کہ جب راستہ صاف ہو جائے۔ تب تکلا کوٹ جو میدان سے ایک سو تتر میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور ریلوے سے ایک سو بیس میل کے فاصلے پر ہے اور مان سرور سے صرف دو منزل ہے۔ کل راستوں پر جنگویہ آسانیاں حاصل نہیں ہیں۔ ترجیح پائیگا۔ اہل یورپ میں سے جن شخصوں نے اول ہی اول ان متبرک جھیلوں کی تحقیقات کی وہ ولیم مور کرافٹ تھے۔ جن کا نام نامی ۱۸۶۵ء کی سفارت بخاراکے پرورد انجام کے متعلق۔ ہمیشہ یادگار رہیگا۔ اور دوسرے ہائی ڈیویری

تھے۔ جنگی بی بی مغلوں کے بادشاہ اکبر ثانی کی بیٹی تھی۔ ہیرسی صاحب اصل میں مرہٹوں کے نوکر تھے۔ لیکن بعد کو جارج ٹامس کے شریک ہو گئے تھے جو ہانسی کاراجہ تھا۔ اور بڑا دل چلاراجہ تھا۔ مگر جب جنرل پیرن نے اُسے مرہٹوں کی فوج کا سپہ سالار بن کر شکست دی۔ اُس وقت ہیرسی صاحب نے اپنے آپ کو خود مختار راجہ قرار دیا۔ اور جب ۱۸۱۷ء میں جنرل ویلزلی نے مرہٹوں کے گروہ پر فوج کشی کی۔ اس وقت یہ ایک رسالے سمیت انگریزوں سے آئے۔ اور فوج مذکور کی سپہ سالاری کی حیثیت سے۔ خوب کار نمایان کیے۔ اسکے بعد وہ گورکھوں کی لڑائی جھگڑوں میں بھی۔ جن کا اختتام ۱۸۱۷ء میں گورنمنٹ نیپال سے کماؤن لے لینے پر ہوا۔ شریک ہوئے۔

۱۸۱۷ء میں مور کرافٹ اور ہیرسی۔ جاتری سادھوؤں کا بھینس بن کر۔ درہنہ کی راہ سے گڑھوال میں داخل ہوئے۔ گارٹک کو دیکھا۔ جہان پر اس وقت میں بھی۔ آج کل کی طرح صرف چند مکان تھے۔ اور جہان پر جملہ سوداگر عمدہ موسم میں ڈیردن میں رہتے تھے رکس اور مان سرور جھیلوں کی تحقیقات کی اور دریا رستلج کے مخبج کو دیکھا ہیرسی صاحب پیمائش کرتے تھے۔ اور فاصلہ ایک پنڈٹ صاحب قدیمون سے ناپا بتلانے تھے۔ اُن کو دریافت ہوا کہ اس قدیم زمانہ میں بھی روس کی لواح اور کاشمیر کے ساتھ جنٹوں کے ذریعے سے تجارت جاری تھی۔ لیکن گارتک میں۔ وہ بذات خاص پانچ چھ سو سوار کی تعداد میں گھوڑوں پر

سوار آئے تھے۔ اور بنجارا کو روسیون کا پہلا کاروان سہ ماہی میں گیا تھا۔
 واپسی کے وقت ان دونوں سیاحوں کو نیپال کے سپاہیوں نے ضلع المورہ
 میں گرفتار کر لیا تھا۔ مگر بعد کو بمشکل تمام چھوڑ دیا۔ (رائل جیوگرافیکل
 سوسائٹی کا جرنل جلد ۲۶ صفحہ ۴۴ دیکھنا چاہیے)

مغربی تبت میں۔ اگرچہ بہت سی قومیں ہیں۔ لیکن ان سب کا کھانا پینا۔
 شادی بیاہ۔ رسم و رواج ایک ہیں۔ ذات کا نام بھی کوئی یہاں نہیں جانتا
 اس عام قاعدہ سے ایک پہاڑ کی قوم مستثنیٰ ہے۔ یہ بہت نیچے درجہ کی قوم
 سمجھی جاتی ہے۔ اور تبت کی اور قوموں سے کہانے پنیے اور میل ملاپ کے
 معاملہ میں بالکل الگ ہے۔ مان سروور جھیل کے گڈریے۔ ڈوکیا جو آوارہ
 قوم ہے۔ جو اپنے گلوں کو مشرق و شمال اور کسی قدر مغرب کے وسیع
 میدانوں میں لیے پھرتے ہیں۔ مرد اور عورتیں دونوں ایک قسم کے
 (تصویر معمولی خیمہ کی جواہل تبت اور بھوئیے استعمال کرتے ہیں)



ڈریسنگ گون۔ کھال کے پوسٹین پنتے ہیں۔ اس کے نیچے استر کی جگہ سمبور لگا ہوتا ہے۔ اور کمر سے بندھی ہوتی ہے۔ گود کے نیچے اور لڑکے لڑکیوں کی چھوٹی چھوٹی پوشاکیں اسی نمونہ اور اسی چیز کی بنی ہوتی ہیں دن کو گرمی کے وقت یہ ایک معمولی بات ہے کہ مرد اور عورتیں دونوں دایاں ہاتھ پوسٹین کے باہر نکال لیتے ہیں۔ اس طرح اُن کا آدھا سینہ جیسے وہ کوئی اور کپڑا نہیں پہنے ہو تین۔ بالکل کھل جاتا ہے۔ مرد کام کرتے وقت اکثر دوسرا ہاتھ بھی آستین کے باہر نکال لیتے ہیں۔ اور کمر تک ننگے ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو سخت سے سخت سردی بھی نہیں سہی۔ اس لیے کہ انھیں میدانون میں یہ اپنی بھیڑ بکریاں اس وقت بھی چراتے رہتے ہیں۔ جبکہ ان سرود اور کس تال جم جاتے ہیں۔ اور ان پر گئی فٹ گہری برف پڑ جاتی ہے پھر اُن چشموں تک ہو بخنے کے لیے جہاں سے یہ پینے کا پانی لاتے ہیں۔ انھیں روزمرہ لوہے کی کلھاڑیوں سے برف کھودنی پڑتی ہے۔ گرم چشموں کی وجہ سے یہ جھیلین اُس وقت تک منجمد نہیں ہوتیں۔ جب تک جاڑے کا بہت کچھ موسم نہیں گذر لیتا۔ ان کے ڈیرے۔ تیخ۔ یعنی عسرا کاؤن کے بالوں کے بنے ہوتے ہیں۔ اور دوپلو ہوتے ہیں۔ تیخ میں چھت کے قریب اندر سے دھواں نکلتے کے لیے ایک سوراخ بنا ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ نہایت گرم ہوتے ہیں۔ اور زور کی ہوا بھی ان میں اثر نہیں کرتی۔ دو کپاؤن کے ڈیرے ان کی شکل اور

ان کے رنگ کی وجہ سے جو ہمیشہ سیاہ ہوتا ہے دور ہی سے پہچانے جاتے ہیں۔

(ایک دوکیا قوم کی عورت)



مقدس جھیلون کے مغرب کی
جانب کے رہنے والے
دوکیا غریب اور کم حوصلہ
ہیں اور جو چیز روپیہ
اور کفایت شعار سی سے
انہیں حاصل نہیں ہوتی۔
اُسے وہ بذریعہ چوری مہیا
کر لیتے ہیں۔ لیکن ان کے
مشرقی بھائی بڑے امیر

اور متمول ہیں ان کے گلے ہزاروں کی تعداد کے ہوتے ہیں۔ بلکہ
بھوٹیوں کی امیری مشہور ہے اور یہ کہنا کہ فلاں فلاں ڈوکیاؤں کی طرح
امیر ہے۔ ایک ضرب المثل ہے انہیں چور اور ڈاکوؤں سے حفاظت کا
انتظام بھی باقاعدہ ہے یہ سوار رکھتے ہیں۔ جنکے گھوڑے تیز ہوتے ہیں
اور جنکے پاس جو عمدہ سے عمدہ ہتھیار تبت میں میسر آسکتے ہیں ہوتے
ہیں (بعض کے پاس روسی بندوقین ہوتی ہیں) یہ ہمیشہ ان گھوٹوں کے
ساتھ جاتے ہیں جو نمک اور سہاگے کی کانوں سے مال لاد کر لیجاتے ہیں

اور جہان ڈاکوؤں نے ان کی بھٹیڑ بکری چرائیں اور ہانک کر لے گئے۔ وہیں اس کی خبر پونے ہی سوار اُن کے پیچھے دوڑے جاتے ہیں۔ اور اُن سے لڑے مرنے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس بات کا تو بار بار کہنا ہی کیا ہے۔ کہ ایسے ڈاکہ کا جہین ڈاکو ہتھیار بند اور مسلح ہوں۔ محض نام ہی نام نہیں ہے۔ بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہے ہم تو اپنے سفر بھر برابر یہی سنتے رہے۔ کہ ایسے جرایم خلاف قانون سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان کی کوئی باز پرس نہیں ہوتی۔ نہ مجرموں کو سزا ملتی ہے۔ اور ان سے نہ بچنے کا صرف یہی علاج ہے کہ اپنے اپنے طور پر لوگ اس کا انتظام رکھیں۔ ہمارے لشکر کے قریب ہی ایک مسافر کو جوت کا رہنے والا تھا۔ لٹیروں نے اتنا مارا کہ اُس کا سر پھٹ گیا۔ اور اس امید میں کہ اُسکے پاس کچھ مال ہوگا۔ اُسکے کپڑوں وغیرہ کی خوب تماشائی لی اور اس سے بڑھکر یہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ ۲۱ سُر اگائے اور جوت۔ خود ہمارے لشکر سے لے گئے۔ مگر ہم تو خود اس کا انتظام کر سکتے تھے۔ چنانچہ فوراً اُن کا تعاقب کیا گیا۔ اور ایسی لڑائی کے بعد۔ جس میں کوئی زخمی نہیں ہوا ڈاکو ہانک گئے۔ اور ہمارے جوت لشکر سے، میل کے فاصلہ پر مل گئے اس سے ایک مہینہ بستر خود ہمارے قریب کے ڈاکوؤں کے یہاں ڈاکہ پڑچکا تھا۔ جس میں تین ہزار پانچ سو۔ بھٹیڑ بکری لوٹ کر لے گئے تھے اور یہ ڈاکہ کچھ ایسے انتظام کے ساتھ ڈالا تھا۔ اور اس طرح مال لے کر

صاف نکل گئے۔ کہ جسوقت ہمارا لشکر اس نواح میں پڑا ہوا تھا اسوقت تک اُن کا کچھ بتا نہ چلا تھا۔ ایسے ایسے بے شمار ظلم و جبرائیم قبیحہ کا حال ہم نے سنا تھا۔

منجملہ ان کے۔ یہ چند مثالیں ہیں۔ پھر جو حال عوام کا ہے۔ وہی تبت کے عہدہ داروں کا ہے۔ اس معاملہ میں کسی کی تخصیص نہیں ہے اس پر بھی ہر کار کی طرف سے اس ظلم و تعدی کے اسناد کا کوئی باقاعدہ انتظام نہیں کیا جاتا۔ اور اس کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ کہ تبت میں ہر شخص تلوار بندوق اپنے پاس رکھتا ہے۔ اور جس کو نہ تلوار میسر ہے۔ نہ بندوق وہ ایک لکڑی ہی بندوق کی شکل کی رکھتا ہے۔

ان جھیلون کے گرد۔ جہاں بہت سے جاتری۔ زیارت کرنے آتے ہیں اور بائیں طرف سے اُن کے آب مقدس کا طواف شروع کرتے ہیں۔ بہت سی خانقاہیں ہیں۔ اُن جاتیوں میں سے بہت سے بالکل برہمن بن ہوئے ہیں۔ اور اُن کے جسم پر سوائے ایک لنگوٹے کے کچھ نہیں ہوتا۔ تعجب یہ ہے۔ کہ یہ لوگ۔ سخت قلاح جھلے کھانے کا ٹھکانا نہیں۔ تنگ دھڑنگ۔ ایسی سردی میں زندہ کیونکر رہتے ہیں ہم نے بہت سے ایسے جاتری بھی دیکھے۔ جو خوب کپڑے پہنے ہوئے تھے جنکو آب و ہوا کی سختی بہت ستائے ہوئے تھی۔ جن کے پیر جاڑے سے سُن ہو گئے تھے۔ یا بر بن گل گئے تھے۔ جنکو ایک قدم چلنا مشکل تھا۔ جنکے چہرے بھوک کی تکلیف سے سُست گئے تھے۔ جنکے ہاتھوں کی انگلیاں سُکڑ گئی تھیں۔ اور جو

اُن سمیت ناک پہاڑوں میں۔ جہاں کوئی چیز بچا نئے میں نہیں آتی۔
 جہاں پتھروں کے فضول طرمار اور ہجوم میں راستہ یا پگ ڈنڈی کا
 نشان نہیں ملتا۔ بھولے بھٹکے پھرتے تھے۔ مگر ان سب کے پاس
 گرتے تھے۔ لیکن وہ برہنہ فقیر۔ جسم سے بھوت ملے۔ اور یہ سچے ہوئے
 کہ اگر کسی نے رحم کیا۔ اور کچھ کھانے کو دیدیا تو خیر ورنہ فاقہ ہے سخت
 جاڑے پالے میں یوں ہی۔ ننگ و ہڈیاں پھرتے رہتے ہیں۔ ان
 جھیلون کے گرد جو خانقاہیں ہیں وہ مختلف مہنتوں کے اختیار میں ہیں
 مثلاً گوزل کی خانقاہ۔ تھلا کوٹ کے شیولنگ کی ماتحتی میں ہے۔
 جے کپڑے کی خانقاہ۔ جس کا نام نقشون میں۔ جناب درج ہے۔
 بھوٹان کے حاکم کی ماتحتی میں ہے۔ اور جیو کی خانقاہ۔ جس کے لیے
 لامار اعظم لاہاسے آیا ہے۔ ڈوکپا کے گوہا کی ماتحتی میں ہے لفظ گوہا
 لغوی معنی۔ خلوت کی جگہ کے ہیں۔ اور اس سے خانقاہ مراد ہے۔
 ڈوکپا تبت کی قوموں میں۔ گندہ سے گندہ قوم ہے۔ اور جوہو
 مقام میں ان کا گوہا جیسے دیکھتے ہم گئے تھے۔ اور جوہاڑوں کو کاٹ کر
 بنایا گیا ہے اتنا گندہ تھا۔ کہ اُس سے زیادہ خیال میں نہیں آسکتا یہاں تک
 رہنے والوں کے جسم پر میل کی ایک کالی کالی تہ جمی ہوتی ہے۔ اور
 یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو تمام عمر صابن اور پانی کی شکل دیکھنی نصیب
 نہیں ہوتی۔

بہت سی خانقاہوں کے دروازہ پر ایک قسم کا صابن کا برادہ وہاں کے رہنے والوں کے استعمال کے لیے رکھا رہتا ہے۔ مگر لطف یہ کہ انتظام ظاہر ہی تو یہ ہے مگر علی کارروائی یہ ہے کہ نہانے سے نہ نہانے ہی کو ترجیح دی جاتی ہے اگرچہ یہ کل خانقاہیں تقریباً یکساں ہیں۔ اور سب کا ایک سا ہی ڈھنگ ہے مگر پھر بھی ان میں سے ہر ایک کا فرد افسردہ اور کھٹا لطف سے حسالی نہیں ہے۔ اس لیے کہ اکثر ان میں سے بہت قدیم ہیں اور ہر ایک میں۔ کوئی نہ کوئی بات دل پر اثر کرنے والی دیکھنے میں آتی ہے مثلاً ٹھکور کے 'Tha Kor' کی خانقاہ میں جس کا نام نقشون میں تھیو 'Thui' درج ہے دروازہ پر سلم کے ملک کا ایک نہایت خوبصورت بارہ سنگھا پڑا دھوپ کھا رہا تھا۔ اور ہم سے یہ بھی کہا گیا کہ کل وہاں پر۔ اس ملک کے ڈاکوؤں کا سردار۔ لیس ہمراہیوں کے ساتھ۔ اپنا معمول ناجائز وصول کرنے آ رہا ہے۔ بلکہ ہم سے خاص طور پر یہ درخواست کی گئی۔ کہ ہم اُس سے ملین۔ اور اُسے فہمائش کریں۔ کہ یہ کام اچھا نہیں ہے گوزل کے خانقاہ سے۔ جو کسی قدر بلند ہی پر واقع ہے۔ مان سرد و درجھیل کی سیر خوب نظر آتی ہے۔ جو میں نے مانا ہے۔ جو دونوں متبرک جھیلوں کو ملاتا ہے۔ اس امر کے متعلق

دو پکا قوم کا آدمی

خانقاہ تھو کپ کا دروازہ

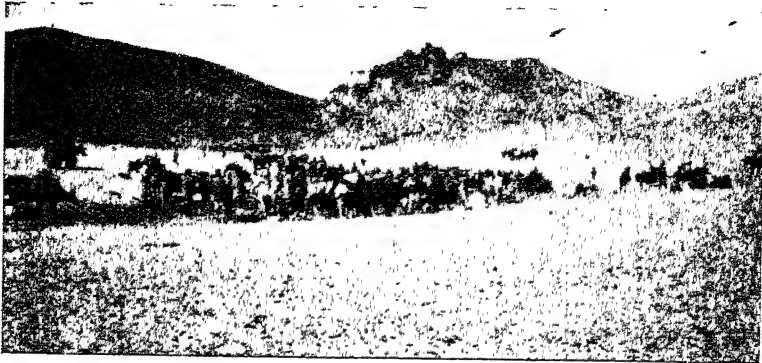
سوناگہ کے بھرے ہوئے تھیلے جو
بھیرن اور بکریوں پر لاد کے لیے تیار ہیں



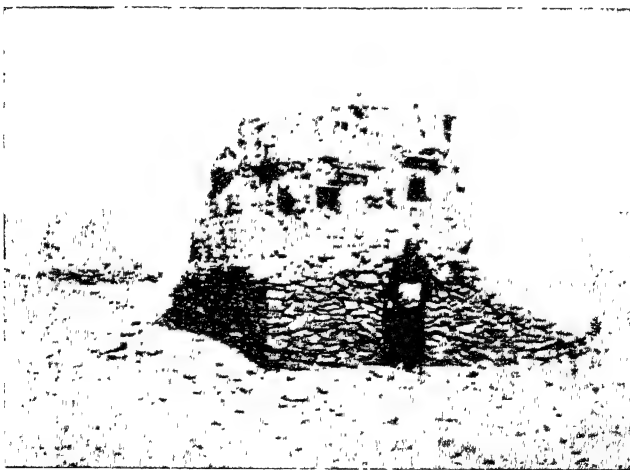
(دو پکا عورتیں سہاگہ بنتی ہوئی)۔ (راہب)۔ پھوڑتوں کے سر کے بال گندھکڑو ریاں سی بن گئی ہیں
اور جو کپڑے کے پٹنوں سے بندھے رہتے ہیں جہن آرائش کے لیے سفید دانے لگائے جاتے
ہیں اور جو زمین تک پہنچتے ہیں)

کہ آیا ان دونوں جھیلوں کے درمیان کوئی واسطہ ہے جو ان کو
ایک کرتا ہو بہت کچھ بحث رہی ہے۔ لیکن کپستان ایچ
اسٹریچی صاحب نے جنھوں نے ۱۹۶۴ء میں اس مقام کو
دیکھا تھا۔ (بنگال کے متعلق ہے۔ اے۔ ایس کی جلد ۱)

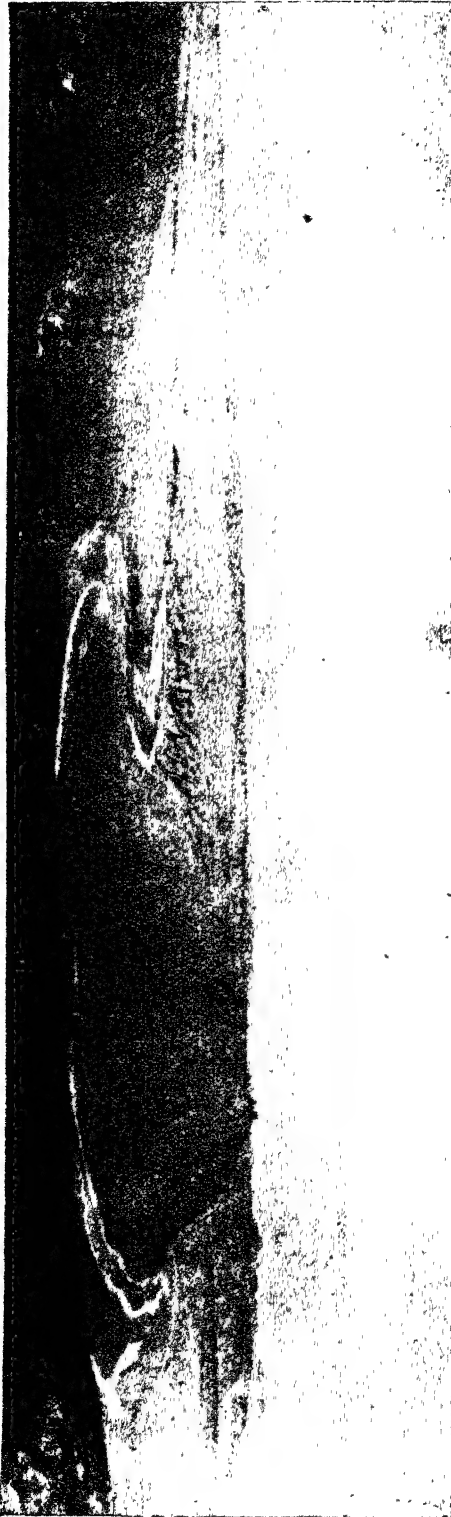
(مقام جیو کی خانقاہ - جہان پر ہمارا خیمہ مان سرور جھیل کے کنارے پرکھڑا کیا جا رہا ہے)



(ایک تباہ شدہ خانقاہ کے کھنڈر)



کا دوسرا باب - اور صفحہ ۷۵ ملاحظہ ہو) جو کچھ اس معاملہ میں لکھا ہے - اس سے یہ مسئلہ قطعی طور پر طے ہو گیا ہے - وہ یوں لکھتے ہیں کہ



دو ایک جوے
 آب ایک سو
 فٹ طول -
 اور تین فٹ
 عمق کی مشرق
 سے مغرب
 کی جانب -
 ایک خوبصورت
 ٹالے کی شکل میں
 بہتی ہوئی عبور
 کرنی پڑتی ہے -
 یہی مان سرود کا
 مخرج ہے -
 جو اسی نام کے
 مغربی سلسلہ
 کو بہستان کے
 شمالی حصہ سے
 نکلتا ہے - شاہچا میل
 بہنے کے بعد -

رکس تال میں شامل ہو جاتی ہے۔ چوپان یعنی مان سرود کی جھیل کے حدود یہ ہیں۔

پھاڑی زمین کا ایک قطعہ جو کچھ زیادہ بلند نہیں ہے۔ اور جسکی بلندی شاید بدرجہ اوسط دو سو فٹ ہو۔ مغرب کی جانب ہے تھان ہرود کو رکس تال سے جدا کرتا ہے۔“

اس بیان کے صحیح ہونے میں ذرا شک نہیں۔ اس لیے کہ ہم نے خود اسی شکل و شامل کا ایک نالہ دیکھا ہے۔ اگرچہ درحقیقت فی زمانہ دونوں جھیلوں کے درمیان کوئی نالہ نہیں بہتا مگر اسکا سبب یہ ہے کہ پورب کی طرف سے جو آندھیاں آتی ہیں۔ ان میں اتنا ریت اُڑ کر آتا ہے کہ چار چار فیٹ تک اس نالے کا منہ اٹ گیا ہے۔ لیکن وہاں کے رہنے والے۔ اس بات کو صحیح بتلاتے ہیں۔ کہ جس سال خوب بارش ہوتی ہے اُس سال نالے مذکور میں پانی بہنے لگتا ہے۔ چنانچہ گیارہ سال ہوئے۔ جب خوب بارش ہوئی۔ اور اس قدر طوفان آیا۔ کہ بہت سے مویشی ضائع ہوئے۔ اس سال اخیر مرتبہ اس نالے میں بھی پانی آ گیا تھا اس واقعہ کا ٹھیک سال یوں یاد ہے۔ کہ اس سال۔ کیلاش کے کبھک میل بھی تھا۔ لیکن فی الحال تو نالہ مذکور میں کہیں کہیں متعفن کھاری پانی بھرا ہوا ہے۔ اور گندھاک کے گرم پانی کے بہت سے چشمے ہیں جنکا پانی بعض مقامات میں اتنا گرم ہے۔ کہ ہاتھ لگانا مشکل ہے۔

ان سرور و جہل میں اگر کہیں کوئی کشتی بڑی ہے۔ تو صرف ستر ڈر منڈ کی کشتی جو ایک وقت میں بریلی کے کسٹنر تھے۔ اور اگرچہ یہ ۵۵ سال کا واقعہ ہے مگر آج تک لوگوں کو یاد ہے۔ اور جس طرف ہو کر وہ کشتی گئی تھی اُن مقامات کا ہم کو اس طرح نشان دیا گیا۔ جس طرح کوئی قدیم روایت یاد چلی آئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ تبت کی طرف سے جو اُس وقت میں اس حصہ ملک کا عہدہ دار تھا۔ اس کا لاہمساکے حاکم کے حکم سے اس مذہبی بے ادبی روار کھنے کی غلت میں سرکاٹ لیا گیا تھا۔ لیکن ہم کو تحقیقات کے وقت اس کی تصدیق نہیں ہوئی۔ ممکن ہے کہ یا تو درحقیقت ایسا ہوا ہی نہیں اور اگر ہوا بھی ہو تو لوگ اُسے بھول گئے۔

ان جھیلوں کا پانی اس درجہ متبرک خیال کیا جاتا ہے۔ کہ یہاں جھیلی مارنا منع ہے۔ اور اگر جھیلی تلاطم آب سے باہر آ پڑتی ہے تو وہ خلل آسیب کے دور کرنے اور موشیوں کے ہر طرح کے امراض کے علاج کے لیے خاص طور پر مفید سمجھی جاتی ہے۔ اس کو صاف کر کے بڑی احتیاط سے دھوپ میں سکھا لیتے ہیں۔ اور وقت علاج تک رکھی رہتی ہیں جب ضرورت پڑتی ہے تو ایک ٹکڑا اُس میں سے کاٹ کر جلتے کو لکون پر رکھتے ہیں۔ اور مریض کے قریب لے جا کر۔ اُس کے مضر دھوئیں اور بدبو کو مریض کی ناک میں پہنچاتے ہیں اس صورت میں وہ عجیب نتائج ظہور میں آتے ہیں۔ جن کا یقین آسانی سے

ہو سکتا ہے جس زمانہ میں۔ ہمارا اس جھیل پر قیام تھا۔ اُس وقت کچھ مچھلیاں باہر آ رہی تھیں۔ اور لوگ انہیں لے گئے تھے۔ مینے بہت کچھ تحقیقات کی کہ ہمارے ساتھ کے لوگوں میں کوئی شخص خلل آئیب میں مبتلا ہو۔ جس کے حق میں یہ علاج مفید ثابت ہو۔ مگر کسی نے ہان نہیں کی۔ پانی کے پرندوں کے انڈے نکالنا بھی منع ہے۔ اور یہ ایک بہت اچھا حکم ہے۔ اس لیے کہ کچھ عرصہ سے یہاں رائج فیش کے انڈوں کی باقاعدہ تجارت ہونے لگی تھی۔ لیکن اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والا خاص شخص خود برخا کے تارجم کی ذات مبارک ہے۔ جس کو اسکے انڈے بہت پسند ہیں۔ لیکن دوسروں کے لیے وہ اس معاملہ میں بہت سخت ہے تارجم کے دیگر فیش میں ایک بات یہ بھی شامل ہے۔ کہ ان جھیلوں میں جو مذاہن آکر گرتی ہیں اُن کے بند باندھیں تاکہ اُن میں سے بوجہ خرابی موسم مچھلیاں باہر نہ نکل جائیں۔ لیکن درحقیقت وہ کچھ نہیں کرتے اور جو روپیہ اس کام کے لیے بجٹ میں منظور ہوتا ہے۔ اُسے خود۔ خورد برد کر جاتے ہیں۔ ہم نے اپنے قیام کے زمانہ میں وہاں بہت سے بھورے رنگ کے قاز۔ اور ہرنی ٹوک۔ اور دوسری قسم کی مرغایوں کے بچے دیکھے ان جھیلوں میں گلش اور ٹرنس کے قسم کی مرغایاں بھی بکثرت ہیں۔

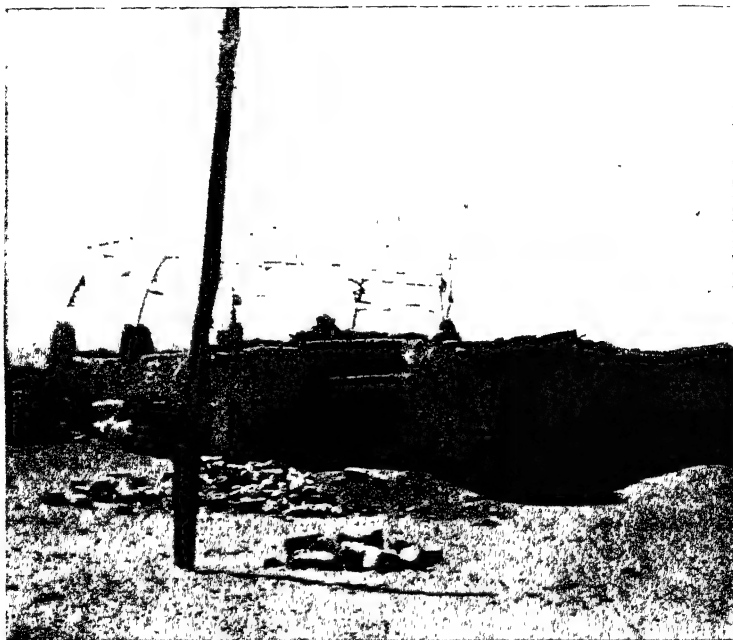
برخا کے تارجم کا صدر مقام۔ اسی نام کے ایک مقام پر ہے۔

اور چونکہ یہ ایک با اختیار عہدہ دار ہے۔ جسکی سپردگی میں۔ علاوہ اسکے معمولی کام کے جو گارٹنک اور لاہسا کے درمیان مشا ہی ٹراک ہو بنانے کا ہے اس حصہ ملک کا بھی انتظام ہے۔ جس میں دو دنون جھیلین واقع ہیں اور کرنالی ندی کے اوپر کے حصہ کے ایک زرخیز وادی کا۔ جسکا نام کاروم ہے اور نیز گنیا بنا کی منڈی کارا۔ اسلئے ہمیں قدرتی طور پر یہ امید تھی۔ کہ یہاں کچھ نہ کچھ وہ شان و تزک۔ خواہ وہ وحشتانہ ہی ہو دیکھنے میں آئیگی۔ جو دنیا کے بہت سے ملکوں میں۔ ایسے لوگوں کی لوازمات میں داخل ہے جنکے ہاتھ میں قانون اور نظم و نسق ہے۔ کرنالی دریا کے وادی سے دور چل کر بہت ہی کم مکانات دیکھنے میں آتے ہیں۔ اور خانقاہیں اور عہدہ داروں کے مکانات کو چھوڑ کر۔ ان مکانات کی تعداد۔ جو مان سرور جھیل کے مشرقی حد اور گارٹنک کے درمیان واقع ہیں۔ اس قدر کم ہے۔ کہ دو دنون ہاتھوں کی انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ اس لیے ہم کو دوسرے باشندوں کے مکانات کثرت سے دیکھنے میں آنے کی توقع نہ تھی۔ لیکن جو کچھ ہم نے دیکھا وہ بالکل ایک خاص بات تھی۔ یہاں کی سڑک جس کو شاہی سڑک کہنا چاہیے۔ برخامین ہو کر گذرتی ہے لیکن اُسے چاہے یہاں ٹھونڈیے۔ ممکن نہیں۔ کہ اُس کا پتالک جائے۔ اور اگر اس ملک کے نقشہ میں جو غلطیوں سے بھرا ہے اس کا صاف

طور پر نشان نہ بنا ہوتا۔ تو یہ خبر بھی نہ ہوتی۔ کہ یہاں سڑک بھی ہے
 برخا ایک عظیم الشان میدان پر یعنی۔ پندرہ ہزار فیٹ کے مربع
 میدان پر واقع ہے۔ جو میلون تک پھیلا ہوا ہے۔ اور جب تک
 اسپر ہی نہ پہنچ جائے۔ تب تک اس کا نظر آنا مشکل ہے۔ کیونکہ
 جانب مشرق وہ ایک پشتہ کی آڑ میں ہے۔ اور راستہ ریت کے
 ٹیلون اور جھاڑوں کی جھاڑیوں میں ہو کر جاتا ہے۔ جہاں تیز چلنا
 ناممکن ہے۔ جس مسافر کو اس کا ٹھیک نشان افقی نہ معلوم ہو اُسے
 زہرا اس کا پتہ نہیں لگ سکتا۔ یہی حال یہاں کے دیگر مقامات کے
 سفر کا ہے کہیں کسی راستہ کا نشان صاف نہیں معلوم ہوتا۔ یہاں
 صرف یہ ممکن ہے کہ جدھر جانا ہو۔ اُدھر آدمی آنکھ لگائے رکھے۔
 اور ندیاں اُترتا۔ اور دلدلوں سے بچتا ملک بھر میں اُس وقت تک
 پھرتا رہے جب تک کہ اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ جائے۔ اور
 اُس کم بخت مسافر کی تو سخت شامت ہے جو اس ملک سے ناواقف
 ہو۔ یا متعدد پہاڑیوں میں جو دیکھنے میں بالکل یکساں ہیں تیسرے
 نہ کر سکے۔ درماندگی اور مارا مارا پھرنا جیسا کہ اکثر جاہلین نے ہم سے
 بیان کیا۔ اُس بد بخت کا حصہ ہے۔

برخا میں دو مکان ہیں۔ ایک تارجم کے رہنے کا۔ جو ایک
 قسم کا شاندار جھوڑہ ہے۔ جس میں ہمارے عملداری کا ایک
 معمولی دہقان بھی رہنا پسند نہ کرے گا اور دوسرا وہ مکان ہے

(دعا کی چٹھر سامنے اور دعا کی چٹھرین جو دعا کے جھنڈ دن سے جو عمارت کی چوٹی پر مین ملی ہوئی ہیں۔ اور یہ عمارت خشت خام کی بنی ہوئی ہے اور کچھ خشت سامنے پڑی ہوئی ہیں چھت اسکی حسب معمول مٹی کی اور کچھ بھوس کی ہے)



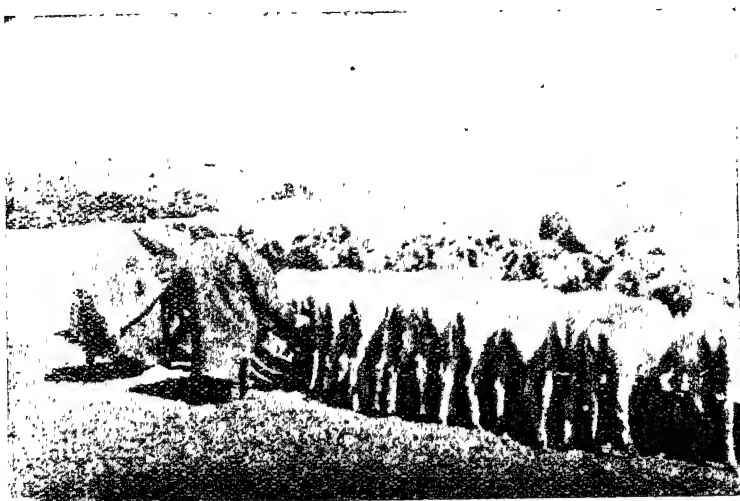
جہاں سرکاری عہدہ دار لب ٹرک دورہ مین آکر ٹھہرتے ہیں۔ اس مکان کے کمرے نہایت تیرک و تاریک تھے۔ اور بجائے کھڑکیوں کے چھوٹے چھوٹے ناہدان تھے جنمیں ہوا کی کوئی روک نہ تھی۔ (شیشہ یہاں ہوتا نہیں)۔ اور ہر طرح کی کثافت پڑتھے۔ اور اور مقامات پر اکثر مکانوں میں۔ شیشہ کے بجائے

باریک کپڑا لگا ہوتا ہے۔ تاکہ خاک نہ آئے اور روشنی آتی رہے۔
 مغربی تہمت میں شیشہ بالکل نہیں ہوتا۔ اور مکانون میں سالہا
 سال گائے بیلوں کے گوبر اور بھیر بکریوں کی میگنیاں جلنے سے
 اچھکی جھٹین کا جل سے رچ جاتی ہیں (آتش دان نہیں ہوتے) یہ نہایت
 پائدار ہوتا ہے۔ اور چھتوں کو خراب نہیں ہونے دیتا۔ دھوئیں کا
 یہ اثر ہارڈن کی کھودنیں بھی دیکھنے میں آیا۔ جہاں کل دیواروں
 اور چھتوں پر کا جل کی ایک موٹی تہ جمی ہوتی ہے۔ اور بجلا ہونیکے
 لحاظ سے آرائش مکان کا کام دیتی ہے۔ یہاں ڈو کپاؤن کے
 چند خیمے بھی تھے۔ جنہیں سے ایک کے قریب اس چاکا ڈھیر لگا تھا۔
 جو سرکاری سوداگر۔ ینگ چنگ۔ فردخت کے لیے چھوڑ گیا تھا۔
 اور جہاں عورتیں بھیر بکریوں کا دودھ دودھ رہیں تھیں۔ (ان بھیر
 بکریوں کی گردنیں ایسی ملا کر باندھ دیتی ہیں کہ ان کو جنبش کرنا
 مشکل ہوتا ہے۔ ایک کی گردن ایک طرف کو ہوتی ہے تو دوسری
 دوسری طرف اور عورتیں اس قطار میں جلدی جلدی دودھ نکالتی
 پھرتی ہیں۔ دودھ کا کھی نکالا جاتا ہے۔ اور اس سبب سے مجرد دودھ
 کا پینا مہنگا سمجھا جاتا ہے۔ کھی کو مشکیزوں میں جنکے اوپر بال
 بدستور لگے ہوتے ہیں بھر رکھتے ہیں۔ اس کھی کا ذائقہ اور بو باس
 نہایت کراہیت پیدا کرتی ہے۔ ہم کل سفر بھر وہ دودھ استعمال
 کرتے رہے جو دلایت سے ٹین کے ڈبوں میں بند ہو کر آتا ہے۔

کیونکہ اور کسی طرح کا دودھ دھیسرا نہ قطعاً ممکن نہ تھا۔ اور اس سبب سے اگر ہم لوگوں میں سے کوئی بیمار پڑ جاتا تھا۔ تو اسکی غذا کا انتظام کرنا سخت مشکل ہوتا تھا یہاں کا تاجم تو گارٹنگ گیا ہوا تھا۔ جہاں بھلا کوٹ کی شیولنگ کے ایک ملازم کے قتل کے مقدمہ میں اُس کی تحقیقات ہو رہی تھی۔ اور اُس کا بھائی۔ جو اُسکی غیر حاضری میں قائم مقام تھا۔ گیانیا کے میلے کے انتظام میں مصروف تھا جو اسوقت خوب زور پر تھا۔ پس سرکاری عہدہ داروں میں یہاں پر صرف گوباموجود تھا۔ یہ عہدہ دار ایک قسم کا دیہاتی مجسٹریٹ ہے۔ اور مغربی نبت میں ہر جگہ ہوتا ہے اسکے ماتحت چند گاؤں کے وہ مکھیا (Makpan) ہوتے ہیں جنکو چھوٹے چھوٹے جھاڑے طے کرنے اور کسی قدر سزا بے بید اور جرمانہ کا اختیار ہوتا ہے اور جو مقدمات بوجہ بیچیدگی وہ فیصلہ نہیں کر سکتے۔ انھیں یہ فیصلہ کرتا ہے اسکے حاکم کا اپیل۔ جنگ پن یا تاجم کے یہاں ہوتا ہے اور جہاں یہ عہدہ دار نہیں ہوتے وہاں چکیپ (Chikerp) یعنی ضلع کے مجسٹریٹ کے یہاں اپیل ہوتا ہے جس کا تقرر خاص لاہساسے ہوا کرتا ہے۔

گوبانے ہمارے لیے لکڑی بہم پہنچانے کا انتظام کیا۔ ہمارے باربردار می کے جانور بدل دیے۔ اور فی الحقیقت جس قدر اُس سے توقع ہو سکتی تھی۔ وہ کل کام اُس نے انجام دیے۔ اس

(برخامین بھڑون اور بکریوں کا دودھ نکالاجارہا ہے)



بات کے بار بار لکھنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ کہ ہمارے کل سفر بھر اہل تبت ہمارے ساتھ نہایت سلوک و مہربانی سے پیش آتے رہے۔ یہ ہمارے ساتھ۔ اپنے ڈیرون کے سامنے کھڑے ہو کر بات چیت کرنے سے خوش ہوتے تھے۔ اپنے چھلے وغیرہ ہم کو دکھلاتے تھے۔ اور جیزون کا سودا کرتے تھے۔ دوسری منزل دارچن کے مقام پر تھی جو ٹھیک کیلاش کے نیچے واقع ہے۔ جہاں کل جاتری۔ طواف (پر کرما) کرنے سے پہلے جمع ہوتے ہیں۔ اس راستہ میں جگہ جگہ دلدل اور ریت کے ٹیلے پڑتے ہیں۔ اور ندیاں تو ہر وقت ہی اُترتی پڑتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کل قطعہ زمین۔ کانگریسی یا کوہستان کیلاش کے

نیچے تک کسی وقت میں۔ جھیل تھی اور کس تالی میں شامل تھی۔
اس لیے کہ یہاں کی زمین تالی نہ کوری سطح سے۔ کچھ ہی اونچی ہے۔
اور اب بھی جس سال بارش زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں پانی بھر جاتا ہے
اور راستہ چلنا مشکل ہوتا ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سی علامتیں
ہیں جن سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔

یہاں عملداری ہی تربت کے عین وسط میں ایک علاقہ ہے۔ جو براہ
راست بھوٹان کے زیر حکومت ہے۔ جس کو گارٹنک کے واسطے
کچھ تعلق ہے۔ نہ خود لاہسا سے۔ ظاہر یہ علاقہ از قسم وقف مذہبی
ہے۔ جس میں اب بھوٹان کے عہدہ دار کسی قسم کی مداخلت
روا نہیں رکھتے۔ بلکہ دارجن کے ملازمین۔ اور گارٹنک کے نوکر و زمین
ایک وقت میں خوب مقابلہ اور ہشت مُشت کی نوبت تک پہنچ چکی
ہے۔ اور بند و قین تک چل چکی ہیں۔ تین برس سے یہاں کا
مقررہ افسر جس کا لقب ڈاشاک (Dashok) ہے دارجن سے
براہر غیر حاضر ہے۔ اور اب تک اُس کا ایک دفادار ملازم تربت کے
رواج کے بموجب جملہ کارروائی کرتا رہتا تھا۔ لیکن اب بالآخر
یہ معلوم ہوا کہ اُس کے آقائے قضا کی۔ اور چونکہ کوئی دوسرا شخص اُس کا
جانشین نہیں آیا۔ لہذا اب وہ نوکر ہی فی الواقع اس علاقہ کا
مالک ہے۔ جب ہم واپس پہنچے۔ تو یہاں کے گل جھوٹے بڑے ملازم
شراب کے نشہ میں مدہوش تھے۔ لیکن شام ہوتے ہوئے چند مخصوص

نقشہ کم ہو گیا اور وہ اس لائق ہو گئے کہ ہم اُن سے رسل رسائل کر سکتے تھے۔ دوسرے روز صبح کو تو ہم اور مالک خوب دوست ہو گئے۔ بلکہ اُس کو ہم سے شام کو نہ مل سکنے کا سخت افسوس تھا۔ جس کا سبب اُس نے علالت طبع بیان کیا۔ یہ بھی ایک بڑے عمدہ دارون میں ہے۔ اسلئے کہ داچن کے علاقہ کا۔ نندی فووزوٹل فو کے (جو نقشہ میں جمل فو کے نام سے درج ہے) دو خانقاہوں کا۔ جو کیلاش کے متبرک راستہ میں واقع ہیں مان سروور جھیل کے جیکپ (ختاب) نامے گو میا کا اور سب سے بڑھ کر کچھ ناتھ کا۔ رنگناگ اور ذوکا جو کرنالی دریا کے بالائی حصہ میں واقع ہیں۔ اور گارتاک کے قریب گیرن کا۔ اور ڈابائے جنگ پین کے علاقہ میں۔ اٹی۔ گان فو۔ حبسیر اور سامر کی برخاین بھرون اور کرونکا دودھ دوہا جا رہا ہے اس تصویر میں جو عورت ہوا سکے بال اتھوٹے ہیں کہ پیر تک اُنے ہیں



چار خالق ہوں کا وہ منتظم اعلیٰ ہے۔

کیلاش کے متبرک پہاڑ کا طواف جو شیواجی کا بھٹ ہے۔ اور
 مذہب ہنود کے نہایت متبرک مقامات میں سے ہے بدرجہ اوسط
 تین دن میں ختم ہوتا ہے اور کل فاصلہ قریب ۲۵ میل کے ہے۔
 راستہ اچھا نہیں ہے۔ پیدل چلنا لازمی ہے۔ اور ایک مقام پر۔
 یعنی گوری کُنڈ پر۔ جو ایک جھیل ہے جس کا پانی کل سال بھر۔ حتیٰ کہ گرم سے
 گرم موسم میں بھی جمار ہوتا ہے۔ راستہ بہت اُوچا چڑھ کر گیا ہے۔
 چونکہ بعض شخص اس راستہ کو۔ اپنے قد سے ناپتے۔ یعنی ڈنڈ دت
 کرتے چلتے ہیں۔ بعض ان میں ضعیف العمر ہوتے ہیں۔ بعض کے
 ساتھ عورتیں ہوتی ہیں۔ بعض راستہ میں۔ پوجا کرنے کے لیے
 اور بعض گوری کُنڈ میں نہانے کے لیے (حالانکہ معمولی جساتری
 برف ہٹا کر ذرا سا پانی صرف سر پر ڈال لیتے ہیں) ٹھہرنا چاہتے
 ہیں۔ اس لیے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ یہ سب
 جدا جدا وقت میں اس سفر کو طے کر پاتے ہیں۔ مگر جو شخص جلدی سے
 طواف ختم کر دے اسے سب کے سب فردا فردا بُرا لگتے ہیں۔ اور
 گوگڑ کے مذموم لقب سے جس کے معنی کتے کی طرح دوڑنے والے
 کے ہیں خطاب کرتے ہیں۔

بودھ اور ہندو۔ مقام مذکورہ بالا کی زیارت یعنی کیلاش کی
 زیارت کو مونٹ ایورسٹ اور آسام کے چر ہی پہاڑ کے متبرک پہاڑوں کی

زیارت کی مدین شامل کرتے ہیں۔ اور اُن کی رائے میں ان تینوں پہاڑوں کی زیارت سے جاتری کو وہ سعادت حاصل ہوتی ہے۔ جس سے بڑھ کر دوسری نہیں ہو سکتی۔ معمولی جاتری۔ جو صاحبِ مقدور ہیں وہ اپنے ساتھ ایک ڈیرہ لے جاتے ہیں۔ اور جہان جی چاہتا ہے۔ وہاں پھرتے ہوئے۔ بڑے آرام و اطمینان اور تلکنت کے ساتھ سفر طے کرتے ہیں۔ اور اُن کے کوچ و مقام سے۔ اس جگہ کی وقعت اُن کی نظر میں ہونا ظاہر ہوتی ہے لیکن جو ادنیٰ درجہ کے لوگ ہیں وہ گو مپاؤن یعنی خانقاہ بنوئین ٹھہرتے ہیں اور اُن لوگوں کو دعا و خیر سے یاد کرتے ہیں جنھوں نے اپنی فیاضی سے مسافروں کے ٹھہرنے کے لیے یہ مکانات بنوادیے ہیں۔ معمولی طور پر سب سے پہلے۔ نندی تو کی خانقاہ ملتی ہے۔ جہاں بہت سی گندہ دار بندوقین۔ ڈھال اور تلواروں میں۔ جو اگلے زمانہ کے راسخ الاعتقاد لوگوں کے ہدیہ میں ایک عجیب تحفہ ہاتھی کے دو دانت ہیں۔ یہ دانت اس ملک میں ایک عجیب شہین اس لیے کہ تبت میں ہاتھی بہت کمیاب ہے۔ لہذا میں ہاتھی دیکھنے میں آئے مگر عموماً تبت میں ہاتھی نہیں ہوتے۔ اس لیے کیلاش میں ان دانتوں کا ہونا ایک عجیب بات ہے۔ دوسری خانقاہ۔ ڈیڈی فو (De dPhu) کی ہے جہاں سے راستہ گوری کنڈ کی منجھڑ چھیل پر ہوتا ہوا۔ زوٹل فو۔ یا (جدل فو) کو جاتا ہے

اس آخر الذکر مقام کے متعلق ایک عجیب روایت یہ چلی آتی ہے۔
کہ زمانہ سلف میں۔ دولا ماؤن نے۔ کیلاش کا طواف کیا انہیں سے
(بھڑین چنبر بوجھ لدا ہوا ہے جارہی ہیں)



ایک دائین سے بائیں کو۔ اور دوسرا بائیں سے دائیں کو چلا۔ اور
دونوں کی یہاں پہونچ کر ٹٹ بھیر ہوئی۔ اُس وقت اُن میں
اس بات پر بحث ہوئی کہ طواف صحیح کس نے کیا۔ جب دیکھا۔
کہ دلائل و براہین سے کام نہیں چلتا تب ایک نے دوسرے پر ایک
بڑی بھاری پتھر کی سل دے ماری۔ یہ سل اُس نے اپنے ہاتھ میں

لے لی۔ اور (Aquarium) کے ہیلوان کی طرح اُسے لیے رہا۔
 بلکہ اُس سے یہ بات زیادہ کی۔ کہ بد اعتقادوں کے مشکوک
 دور کرنے کے لیے اُسپر اپنی انگلیوں کے نشان بنا دیے جو آجتاک
 موجود ہیں۔ اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ کہ
 بہت سے جا تری اب بھی ایسے ہیں جو دائین سے بائین کو طواف
 کرنا صحیح سمجھتے ہیں اور ایسا ہی کرتے بھی ہیں شاید وہ خانقاہ۔ جو آئندہ
 نہایت دلچسپ خانقاہوں میں شمار کی جائے گی۔ گنگتا (Gangta)
 کی خانقاہ ہے۔ جہاں پر مذہبی کتابوں کا ایک کتب خانہ ہے
 واپس وہ مقام ہے۔ کہ جہاں سے طواف شروع ہوتا ہے۔ اور ختم
 ہوتا ہے۔

تبت میں مادہ ظرافت کی بھی کچھ کمی نہیں ہے۔ یہ وہ ملک ہے
 جہاں دعائیں۔ جو جناب باری میں پیش کی جانے کے لیے ہوں۔
 ایک نئی یا ایک پٹی میں بند کر دی جاتی ہیں۔ اور اُسکے گھمانے سے
 وہی مطلب حاصل ہوتا ہے جو ازراہ ادب گھٹنے جھکا کر بار بار
 التجا کرنے سے ہوتا ہے۔ جہاں لوگ کچھ معاوضہ لے کر۔ ملزم کے
 عوض سزا بھگتنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ جہاں وایسے
 اور جنگ پن۔ اپنی عدم موجودگی میں۔ اپنے نوکروں یا عزیزو
 اقارب کو۔ اپنی خدمات کے انجام دینے کے لیے بھیج سکتے ہیں۔
 علی ہذا۔ ایسے لوگ بھی مل سکتے ہیں (اور درچن میں اس قسم کے

بہت ہیں۔ جو دوسروں کے عوض متبرک پہاڑوں کا طواف کرائیں
خواہ معمولی طور سے یا پیادہ چل کر۔ یا لیٹتے ہوئے اور ڈنڈوت کرتے
ہوئے جا کر۔ اور اس قابل تعریف کام کی اجرت صرف ایک روپیہ
اور پانچ روپیہ ہے۔ اور اگر ان میں کمین آپس کے ضد و مقابلہ کو
دخل ہو جائے تو پھر آٹھ آنہ اور تین روپیہ تک یہ اجرت گھٹ
سکتی ہے اور گویہ ایک عجیب بات معلوم ہو۔ مگر دین یا دھرم کے
کاموں میں دوکانداروں کو بھگ لانا مناسب نہیں سمجھا جاتا۔
اور جو اعلیٰ درجہ کے نیک مزاج شخص ہیں۔ وہ دامون کے چکانے
میں حجت نہیں کرتے۔ دارجن میں ایک ندی ہے۔ جو خاص متبرک
پہاڑ سے نکلی ہے۔ اور راسخ الاعتقاد لوگ اسکے ٹھنڈے پانی میں
نہایا کرتے ہیں۔ ہم نے عوضی سے کام کرائینے کی بحث کے متعلق
ختم حجت کے طور پر یہ پوچھا۔ کہ کیا نہانے کے لیے بھی عوضی مل سکتے
ہیں یہ سنکر لوگ واقعی حیرت میں آ گئے تبت میں کسی کا کسی کے عوض نہانا
ایک خط خیال ہے۔ یہاں حتی الوح کبھی کوئی نہیں نہاتا۔ اور اگر کبھی
کوئی کسی خاص قسم کی بڑائی یا عزت حاصل کرنے کے لیے ایسا یہودہ
اور خوفناک کام کر بھی گذرتا ہے۔ تو شاید ایسی بجات حاصل کرنے
کے لیے تمام عمر میں ایک مرتبہ نہانے لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنی تندرستی
کو دوسروں کے لیے جو کھون میں ڈالے۔
تبت کے جاتری بھی بڑی کثرت سے ہوتے ہیں۔ اور وسط ایشیا کے

بہت دور در مقامات سے آتے ہیں تقریباً ہر قوم اور ہر فرقہ کے لوگ اس مسلح
 ملک میں دیکھنے میں آتے ہیں اور ہر بار جو سن سال جب کبھی کامیلا یعنی دو دازدہ سالہ سیلا
 ہوتا ہے اس وقت انکی تعداد بشرط عمدہ موسم ہونیکے تقریباً دس گنی زیادہ ہو جاتی ہے۔
 آئندہ کبھی کامیلا سنہ ۱۹ء میں آدھی مئی سے لے کر اخیر ستمبر تک
 ہو گا۔ جاتری جب اپنے گھروں کو جاتے ہیں تب بہت سی سڑک گاہیں
 اور بھڑکریاں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں جن کا وہ دودھ پیتے ہیں
 اور گوشت کھاتے ہیں۔ اور تھوڑا سا سوداگری مال بغرض تبادلہ
 لے جانے کے لیے اُنیر لادتے ہیں۔ بعض خوش اعتقاد ایمانداریکے
 اس بے لطف سلسلہ پر کچھ اور بھی اضافہ کرتے ہیں یہ غیر کچھ ساتھ لیے
 خالی ہاتھ حل دیتے ہیں۔ اور کچھ اس طرح کے جوڑو توڑ لگاتے ہیں
 اور اس دانشمندانہ احتیاط سے کام کرتے ہیں کہ دوسروں کے
 گلوں کے مالک بن جاتے ہیں۔ اور وہ ان کو ڈکیت سمجھ کر انکا تعاقب
 کرتے ہیں۔ یہی وہ مال مردم خور ہیں۔ جنکو وبال ملک سمجھنا چاہیے
 اسلیے کہ یہ جگہ جگہ پھرتے رہتے ہیں۔ اور چونکہ بڑے سٹے کٹے اور
 مسلح ہوتے ہیں۔ پس ان کو کسی کامویشی جس کی کافی حفاظت
 نہ ہو چور ایجا نا ایک سہل بات ہے۔ اور چونکہ یہ بالکل خانہ بدوش
 ہیں اسلیے یہاں کے ویران جنگلوں میں یہ پتا لگنا۔ کہ چور کہہ گئے
 ایک اہم کام ہے یہاں وہ جاتری دیکھے۔ جو خام سے دلاہسا کے
 مشرق میں واقع ہے منگولیا سے خاص لاہسا سے لداخ سے

اور فی الواقع اور بھی دور دور مقامات سے آئے تھے۔ بہت سے انہن سے اپنی بھیڑون کو بدین خیال سرخ رنگ دیتے ہیں کہ اس سے وہ ہر طرح کی بیماری اور آفت سے محفوظ رہیں گی اور یہ رنگی ہوئی بھیڑین یہاں کے ویران میدان میں بہت خوش نما معلوم ہوتی ہیں۔ کل ملک متبرک مقامات سے بھرا پڑا ہے۔ جہاں جایے وہیں ایسے جاتری دیکھ لیجئے۔ جو ہم خرما و ہسم لٹا اب۔ مذہب کے ساتھ کچھ تجارت کا بھی ڈھنگ لگائے رکھتے ہیں۔ گیانیم اور تھلا کوٹ کی منڈیاں ان سے بھری رہتی ہیں اور ان کی -
 قلت و کثرت کا۔ تجارت پر بہت کچھ اثر پڑتا ہے۔
 (مقام تیرتھ پوری کا میدان دریائے ستلج)



جس ملک میں یہ جھیلیں اور کوہ کیلاش واقع ہے۔ اُس
 متبرک ملک کے مغربی کنارہ پر ایک مقام تیرتھ پوری ہے
 جو جاتریوں کا ایک بڑا مرکز ہے۔ یہ دارچن سے تین منزل ستلج کے
 کنارہ پر ہے ستلج کا اصلی سوت ڈال جو کی خانقاہ میں ہے۔ جہاں
 ایک بڑا بھاری چشمہ ہے۔ حالانکہ رکس تال تک ایک خشک نالا
 چلا گیا ہے جس میں کمین کمین پانی بھر نظر آتا ہے۔ لیکن یہاں کے
 کل لوگ اس بات پر متفق ہیں۔ کہ اس خشک نالے کے نیچے نیچے
 برابر پانی بہتا ہے۔ اور یہ وہی پانی ہے جو کبھی کبھی اوپر نظر آتا ہے
 اور پھر غائب ہو جاتا ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ جس سال
 خوب بارش ہوتی ہے اور پانی بڑھتا ہے اُس سال اس نالے میں
 بھی پانی بھر جاتا ہے۔ اور رکس تال اور ڈال جو کا چشمہ ایک
 ہو جاتا ہے۔ تیرتھ پوری کے مقام پر بھی بہت سا پانی دریا میں جاتا
 اور یہ مقام۔ گندھک کے گرم چشموں اور قدیم روایتوں کے سبب
 ہر جاتری اور مسافر کے لیے ایک عجیب دل چسپ مقام ہے۔
 چنانچہ ایک روایت ہے۔ کہ ابتدائے زمانہ میں جبکہ دنیا کو
 پیدا ہوا تھا توڑے دن ہوئے تھے۔ ایک راکشس پر اُسکی
 خدمت گزار ہی اور تپ کی وجہ سے۔ شیوجی کی نظر مہربانی
 ہو گئی۔ اور آپ نے خوش ہو کر فرمایا۔ کہ مجھے اس خدمت کے
 عوض میں۔ کیا بروان۔ (الغام) دیں۔ اُس نے عرض کیا کہ مہاراج

مجھے یہ طاقت بخشی کہ جس کے سر پر ہاتھ دھردن وہی معاً۔ ہشتم۔
 یعنی خاک سیاہ ہو جائے شیوجی نے اُسے اپنا ایک کڑا عطا فرمایا
 اور وہ طاقت بخشی۔ اس بردان کے پاتے ہی اُسکی نیت میں فرق آیا۔ اور
 وہ اس فکر میں ہوا کہ کوئی موقع ملے۔ تو اس کڑے کے ذریعہ سے
 خود شیوجی کو ہلاک کیجیے اور جو قدرت کا ملہ شیوجی مہاراج کو
 حاصل ہے۔ اُس کا مالک بن جائیے اور نیز پارتی جی سی خوبصورت
 وحسین دیوی کو۔ جو اس دیوتا عظیم کی زوج ہیں۔ اپنے قبض
 و تصرف میں لائیے یہ دیکھ کر شیوجی مہاراج بھاگے اور زمین کے اندر
 لکھس گئے۔ چنانچہ جہاں شیوجی مہاراج جلدی سے زمین کے اندر
 داخل ہو گئے تھے۔ وہاں ایک مندر اُس جگہ کا نشان دینے کیلئے
 بنا ہوا ہے۔ اب اس راکش نے۔ اُن کی حسین بی بی کی طرف
 توجہ کی۔ لیکن پارتی جی بھی کچھ نیٹ نادان نہ تھیں۔ اُنھوں نے
 اس راکش کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ پہلے وہ بڑا اور مشہور
 ناچ نامے جو شیوجی مہاراج ناچا کرتے تھے۔ یا پتار استہ لے اس
 ناچ میں دونوں ہاتھ باری باری سے سر پر لیجاتے ہوتے ہیں۔
 چنانچہ اس ناچ کے ناچنے میں۔ وہ غضب کا کڑا۔ اُسکے سر سے جاگتا
 اور وہ راکش دھین جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ اور یہ تو وہ خاک
 مثل ایک ایسی شوکے۔ جو مذہبی سرگرمی کے اظہار کا موجب ہو۔
 اب تک دریا کے کنارہ موجود ہے۔ اسی جگہ پر گندھاک کا ایک گم

چشمہ ہے۔ جسکا پانی اسقدر گرم ہے۔ کہ چھو ناشکل ہے اس صور تین
اگر کوئی یہ خیال کرے۔ کہ راشس کی دراصل خاک نین ہوئی۔ بلکہ وہ گھیل گیا۔
تو یہ خیال قابل معافی ہے یہاں کا گو مپا بلحاظ کثافت اور گسندگی۔
خانقاہ جو کار قیب ہے۔ لیکن اسکا ایسے خوش نما موقع پر واقع ہونا
جہاں تین وادیوں کا اتصال ہے جہاں دریا سبز مرغزاروں میں بل مارتا
چلا جاتا ہے۔ اس کثافت کا نعم البدل ہو جاتا ہے جو کسی طرح پر
قابل برداشت نہوتی۔ یہاں بھی طواف ہوتا ہے۔ چارٹینس اور
پتھرون کے ڈھیر اس کا نشان دیتے ہیں۔ اور ہندو و بودھ۔ دونوں
اس متبرک راستہ کو جو ملک تبت کے نہایت خوش نما مقامات میں
ہو کر گذرتا ہے۔ طے کرتے ہیں۔ گو مپا مذکور کا انتظام براہ راست
ٹولنگ کی خانقاہ کے سپرد ہے لیکن اسکے عام انتظام میں لدراخ
کو بھی کچھ کچھ حاصل ہے۔ حالانکہ بلحاظ بعد و مسافت اب وہ دخل
برائے نام ہے۔

وہ دادی جس میں ہو کر مسار کار راستہ ہے۔ جس کا فاصلہ تیرتھ پور
سے دل خوش کرنے کے لیے دو میل کا بتلایا جاتا ہے۔ اس
وادی میں مولیشیون کے چرنے کی بہت عمدہ گھا س ہے۔ یہ خود
مسار کے مقام پر ایک ایسے وسیع میدان میں جا کر ختم ہوتی ہے۔ جسکے
ہر جانب پہاڑ تند ہو اکی آٹھ کیے ہوئے ہیں۔ یہاں ایک تارجم کی ڈاک کی
چوکی ہے۔ اور چونکہ یہاں۔ لاہسا۔ ڈابا اور گیا نیما کی سڑکیں ملتی ہیں۔

اس سبب سے یہاں چہل پہل رہتی ہے۔ دراصل یہ ڈاما کے جنگل کے علاقہ میں ہے لیکن تبت کے دستور کے بموجب یہ علاقہ چپرائنگ کے جنگل میں ہے۔ ڈاما کے جنگل میں ہے۔ بطور مشاہیر ایک ہزار روپیہ سال پر لے لیا ہے۔ اور اس سبب سے اسی کا اس کل علاقہ میں عمل درآمد ہے شاہی ڈاک کاروانہ کرنا۔ اور مسافروں کے لیے بار برداری کا انتظام کرنا صرف یہ کام یہاں کے تاجروں کا ہے۔ وہ خود وہاں موجود نہ تھا۔ اور اس کا ایک معتد نوکر بجائے اس کے کل کام انجام دے رہا تھا۔ اور نہایت خوش اسلوبی سے۔ اُسے ہمارا کچھ دور سڑک پر آکر استقبال کیا۔ اور فرود گاہ تک ہمارے ساتھ گیا۔ اندھن اور دودھ بہم پہنچایا۔ اور دوسرے روز بار برداری جانور دن کا انتظام کیا۔ اس شخص نے جو التفات اور مروت ہمارے (چارٹینس (مٹھ) اور پیمرون کا ڈھیر)



ساتھ برقی۔ اس سے زیادہ ممکن نہ تھی۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا کے کل عمدہ دارون کے مثل تارجمون پر بھی ایک افسر نگران ہوتا ہے جسے سب چوکتے ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً دورہ کرتا ہے (بالعموم جبکہ کسی بیضا بٹگی کی شکایت ہو) اور شاہی ڈاک کی آمد و رفت کے اوقات کے متعلق اُن کے کھاتون کی غور سے جانچ کرتا ہے۔ بت میں ڈاک کی آمد و رفت کا حال بالکل اُس بیان کے مطابق ہے۔ جو اہل فرانس نے ریل پر مال کی آمد و رفت کی بابت بیان کیا ہے۔ یہاں اعلیٰ اور ادنیٰ قسم کی ڈاک ہے پہلی قسم کی ڈاک گارٹلک اور لاہسا کے درمیان بائیس دن میں مسافت طے کر پاتی ہے۔ اور دوسری قسم کی چار مہینہ بلکہ اُس سے بھی زیادہ دنوں میں پہنچتی ہے۔ پھر بھی چاہیے کہ کسی کا ایک چھ دھم بھر نقصان ہو سونہیں ہوتا اسکے سوا ایک تیسری قسم کی ڈاک خالص ضروری ہے یہ نہایت وقعت کے ساتھ دیکھی جاتی ہے کیونکہ سوار کو کاٹھی سے باندھ کر مہر لگا دیتے ہیں اور وہ رات دن چلا کرتا ہے۔ اسلئے یہ ڈاک گارٹلک اور لاہسا کی مسافت ۱۱۔ دن میں طے کرتی ہے۔ اور اگر اس میں کسی قسم کی بے عنوانی یا دیر ہو تو ہر شخص جس کو اس سے تعلق ہو متوجہ بن کر ہوتا ہے ڈاک کے لیے گھوڑے ہر وقت تیار رہتے ہیں یہ گھوڑے وہاں کے تارجم اور نیز باشندوں کے ہوتے ہیں جو مال گذاری کے کچھ حصہ کے عوض گھوڑے مہیا کرتے ہیں اور چونکہ کسی کو اس بات کی مطلق خبر نہیں ہوتی۔ کہ ڈاک کس وقت آئے گی یا جائے گی آج آئے گی یا کل یا ایک مہینہ بعد اسلئے ہر شخص ہر وقت چوکنا

رہتا ہے اور ڈاک خانہ میں اس کے متعلق ایک باضابطہ رجسٹر رکھا جاتا ہے۔ اگر معائنہ کے وقت سب چوہمدہ دارنگران کو اطمینان نہو۔ اور ان کا فائدہ ہمیشہ اطمینان ہونے ہی میں ہے تو جرمانہ وصول کیا جاتا ہے۔ اور ضرور ہے۔ کہ یہ جرمانہ افسر دورہ کنندہ کی جیب میں جگا۔ اس لیے کہ وہ اپنا عہدہ دام دے کر خریدتا ہے۔ اور اس صورت میں ضرور ہے کہ وہ جتنا ہو سکے اپنا فائدہ اٹھائے۔

جب ہم مسارین تھے۔ تو تبت کے سرکاری تاجرینگ چنگ کے نائب کا جو اپنے عہدہ سے سبکدوش ہونے والا تھا (اسکی مدت ملازمت صرف ایک سال کی ہوتی ہے) کارٹک سے آتے ہوئے وہاں پر گڈرہا اس کے آمد کی خبر جھنڈیان لیے ہوئے سواروں کے آگے آگے چلنے۔ اور گھوڑوں کی گردنوں میں بہت سے گھونگر و بندھے ہونے سے ہوئی۔ ہم سے اُس سے دیر تک ملاقات رہی۔ اور اس ملاقات میں اس سبب سے اور بھی زیادہ لطف رہا۔ کہ یہ شخص تبت کے ہر حصہ سے بخوبی واقف تھا۔ خود لاہسا کا باشندہ تھا۔ اور کلکتہ بھی ہوا کرتا تھا۔ یہ بڑا دانا اور ذکی شخص تھا۔ اسے ویڈل صاحب کی کتاب مونیو لہا سائیڈ اٹس مٹریز اور لینڈون صاحب کی کتاب لہا سہ نامے میں شہر لاہسا دیگر مقامات کی تصویریں دیکھ کر کمال حیرت ہوئی۔ اور اسے وہ تصویر بالخصوص پسند آئی۔ جس میں ایک چینی جزیل "ا" کو ہول ہیلو گراف کے آلہ کے سمجھائے گئے ہیں۔ یہ لمبی اور چھوٹی شعا غون کے

طرز عمل کو بھی۔ جس پر کل تار برقی کا دار مدار ہے فوراً سمجھ گیا۔ اور ولایت کے اخبار و نون میں شاہی جلموں کی تصویر۔ بائی اسکل اور موٹر کار کی تصویریں۔ غرض کہ اُن چیزوں کی تصویریں دیکھ کر بہت راضی ہوا۔ جو اُس کے ملک میں نہیں ہوتیں اور اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ یہ کلکتہ اور داجلینگ میں اہل یورپ کے طرز معاشرت کو دیکھ آیا تھا۔ اس کا ایک سرشتہ سے تعلق ہے۔ جس سے بدتر بلحاظ ناراضگی عام دوسرا نہیں ہو سکتا۔ اور خود اُسے وہ کام پسند ہو یا نہ ہو۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ظلم و تعدی کی عادت نے اُس کا دل کڑا کر دیا تھا۔ اور اُس کے چہرہ سے۔ جو اور ادرباؤن کے لحاظ پیارا تھا۔ اُس کے آثار نمایان تھے یہاں میں مانی قیمت پر جبراً تجارت کرنے کا طریقہ دیکھ کر۔ خیراتی بازار یاد آتے ہیں جہاں ہر شخص اس بات پر مجبور ہوتا ہے۔ کہ خواہ مخواہ بلا ضرورت بھی کچھ چیز خریدو۔ اور ننھ مانگے دام دو۔ لیکن اس حالت میں۔ یہ تسکین تو طبیعت کو رہتی ہے کہ ایک خیرات کام میں روپیہ صرف ہو اس پہلی صورت میں تو یہ خیال۔ کہ ہر عہدہ اپنے عہدہ اور اختیارات کو جہاں تک ممکن ہوتا ہے روپیہ کمانے ہی کے کام میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک ایسا خیال ہے۔ جو بوططنی کے کل خیالات پر جو لوگوں کے دل میں ہوں۔ اور جنگی وجہ سے وہ اس طریقہ کو سرکاری محاصل وصول کرنے کا ایک چاہر طریقہ سمجھیں۔ غالب آ جاتا ہے۔

ہمارے مقام مسار کے قیام کے زمانہ میں ہمارے ڈیرہ کے قریب ہی ایک
لداخ کے سوداگر پر چور آپڑے۔ اور اُس کا کل مال و متاع لوٹ کر
لے گئے۔ اُس نے اُن سے مال واپس لینے میں ہم سے مدد چاہی۔
لیکن یہ پتا ہی نہ لگا کہ چور کدھر کو گئے۔ ہم کو معتبر ذریعہ سے
یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ڈکیت دو سو بھڑ بکریاں اور پندرہ جوگیانہا کی
منڈھی سے لوٹ لے گئے۔ جب ان کا تعاقب کیا گیا تب خوب
لڑے۔ ایک آدمی اُن کا گولی سے مارا گیا۔ اور چار گرفتار ہوئے۔
تب کہیں اُن کے قبضہ سے وہ لوٹ کا مال نکال پایا۔ جو لوگ
گرفتار ہوئے تھے وہ جنگ بن کے حضو میں بھیجے گئے۔ مگر وہ اپنے دلیں یہی جانتے ہوئے کہ طرح
طرح کی تکلیف و اذیت اُٹھانے کے لیے پکڑے جانے سے
تو مرجانا ہی بہتر تھا۔ جن لوگوں کا مال گیا تھا۔ اُنھوں نے
جب دیکھا۔ کہ یہاں انتظام معقول کیے بغیر گزارہ نہیں ہے تب
اُنھوں نے تبت کے ایک پیشہ ور لڑاک کو جس کا پیشہ ہی یہ تھا۔
کہ لوگوں سے چاکری لے کر۔ ڈاکوؤں کو مارنا۔ ملازم رکھا۔
یہ شخص پہلے تین ڈاکوؤں کو مار چکا تھا۔ اور بہت مشہور تھا۔
یہ ایک تصویر ہے تبت کے حالات کی۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔
کہ یہاں کیسی کچھ بے امنی ہے۔ اور یہاں کے افسر بد معاشوں کے
دفع کرنے میں بالکل بے استطاعت ہیں۔ پس ہر شخص اپنی حفاظت
آپ کرتا ہے۔

تبت کے اور بھوٹ کے نچوئین ایک یہ بڑا فرق ہے کہ سولے سواری کے بچوں نے انکی ناک نہیں چھدی ہوتی اور انکی ناک نہیں پڑی ہوتی۔ اور اسکا نتیجہ یہ ہے کہ وہ مثل خشکی جانوروں کے ہیں۔ نہ کہ پالتو باربرواری جانوروں کے۔ مسارین ہمارے تقریباً کل باربرواری کے جانور اور جوہو۔ جو بھوٹ کے تھے۔ تبت کے بچوں نے بدلے گئے۔ اور اس چیز کو صبح کو بچوں کے لادے بنائے گا سان تو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن یہ سمجھ لیجیے کہ بعض خصوصیات جو اس کام میں مصروف تھے۔ اپنی گالیوں کا خزانہ خالی کر ڈالا۔ اور انھیں اپنے ٹھیک ٹھیک خیالات ظاہر کرنے کیلئے لفظ نہیں ملتے تھے۔ بچے ہمارے ساتھ کے آدمیوں کو سونگھتے تھے اور بھاگ جاتے تھے اور اُن کے بتی پاسان اول تو ہندوستانی نہیں جانتے تھے۔ دوسرے کچھ بے پروا بھی تھے۔ ان بچوں کو قابو میں رکھنے کی کوئی سبیل نہ تھی گردنیں رسی بندھی ہونے سے کچھ کام نہیں نکلتا تھا۔ آدھا اسباب لہ گیا ہے۔ کہ بچے کتے بچے بچے۔ بھاگ نکلا۔ اور دوڑ دوڑا اور اسباب گرتا پھرتا ہے اور بوئے لہے بچے جو ان کے پاس کھڑے ہوتے تھے۔ بھی اظہارِ ہمدردی کے طور پر انکی ریس کرتے تھے۔ اور بھاگ نکلتے تھے۔ لوگ جو جی میں آتا تھا کہتے تھے۔ مگر انکے بتی ہانکنے والے کچھ نہ سمجھتے تھے۔ صرف مسکراتے رہتے تھے۔ اور حالانکہ بہت کچھ قیمتی چیزیں ٹوٹ گئیں۔ مگر پھر بھی یہ کل واقعہ سولے ایک عجیب مذاق کے کچھ نہ تھا۔ آخر کار ہم خوب لطف و مذاق کیساتھ لوگوں کو ہنستا دیکھتے ہوئے مسار سے روانہ ہوئے اور بچے اُچھلتے کودتے۔ میدان میں خرمستیان کرتے روانہ ہوئے فقط

پندرھواں باب

گارٹمک اور وائسرایون کا بیان

وہ مرتفع میدان - پندرہ ہزار فیٹ بلند - جس میں متبرک جھیلین واقع ہیں - مسار کے قریب تک مسلسل چلا گیا ہے - جہاں اُنکی بلندی بتدریج کم ہوتے ہوئے چودہ ہزار تین سو فیٹ کی پہچاتی ہے اس لیے کہ مقام مذکور دریائے ستلج کی ایک شاخ معادن پر ایک جوف کے اندر واقع ہے - یہاں سے گارٹمک کی جانب وسیع مرغزاروں کے کنارے کنارے چلیے - تو وہ پندرہ ہزار فیٹ بلند مرتفع میدان پھر جلد مل جاتا ہے - اور تا بہ گارٹمک پھیلا نظر آتا ہے اس کے درمیان میں صرف چار کولا - سولہ ہزار دو سو فیٹ بلند ^{۱۶۲۰}حائل ہے یہ ایک درہ ہے جو اس قدر بتدریج بلند ہوا ہے - کہ اس کی بلندی محسوس نہیں ہوتی اس درہ سے گزرنے کے کچھ دیر ہی بعد - دریائے سندھ کا ایک سرچشمہ ملتا ہے - جس کا نام - لنگ بوچی - یا ہاتھی کی سونڈ ٹھہ ہے - اس کے کنارے کنارے سرتاسر بنجر چراگا ہیں ہیں اس کا نام آگے چل کر - گارتنگ - ہو جاتا ہے - جو وائسرائے کے - گرمیوں میں رہنے کا مقام گارتنگ اور جاڑوں کے قیام گاہ - گرگنسا سے - گزرتا ہوا دچک کے کسی قدر جنوب کی طرف جو لیہ اور لدانخ کی تجارت کا ایک زبردست مرکز ہے - سندھ نلے دریائے ذخار کی شمالی شاخ میں جا ملتا ہے -

تکلا کوٹ سے آگے۔ ہر جگہ بے دم کے چوہے۔ اور خرگوش بہ کثرت دیکھنے میں آئے۔ ان خرگوشوں کا گوشت کھانے میں ذائقہ دار نہیں ہوتا۔ ان کی جلد بھی بہت پتلی ہوتی ہے۔ اور سمور بھی جلد گر جاتا ہے ایسے ان سے تجارت کا بھی کوئی مطلب نہیں نکل سکتا۔ اور یہ ایک سخت افسوس کی بات ہے۔ کاش صورت حال اس کے برعکس ہوتی تو نرم سے نرم اور نازک سے نازک خاطر خواہ سمور کا بے پایاں ذخیرہ یہاں موجود تھا۔ کیا تنگ۔ گورخر۔ ہر جگہ دیکھنے میں آتے ہیں۔ اور اکثر اہل تبث بالخصوص۔ کام اور کچھو کے لوگ۔ جو لاہس سے قریب ہیں۔ اسے کھاتے ہیں۔ حالانکہ بعض طبقوں میں اسکے خلاف یہ خیال ہے۔ کہ اس کا کھانا نہ بھانا جائز ہے۔ لاہس کے باشندے۔ اور مغربی تبث کے ثقہ لوگ کھانے کے لیے اس کا مارنا روا نہیں رکھتے۔ اور ہماری عملداری کے بھوٹے اور ہندو۔ تو اسے گائے کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں۔ اور اس کو بجا ہاتھ لگانا پسند نہیں کرتے۔ مینا (mania) کی تبتی۔ جو بعض اوقات وحشی کے نام سے نامزد کیے جاتے ہیں۔ اس جانور کے شکار کے خاص طور پر عادی ہیں جسے اہل تبث صحرائی گھوڑا کیا تنگ کہتے ہیں یہ ان کی خاص غذا ہے۔ اور جب کبھی راستہ سے بچے ہوئے مقامات میں اس کا دھڑ وغیرہ پڑا ملتا ہے۔ تو وہاں اس کا شکار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایک خاص امر جس کی شہادت ہم کو عام طور سے ملی یہ ہے۔ کہ گورخر۔ فکار میں اکثر۔ آختے بھکتے ہیں۔ اس کی نسبت

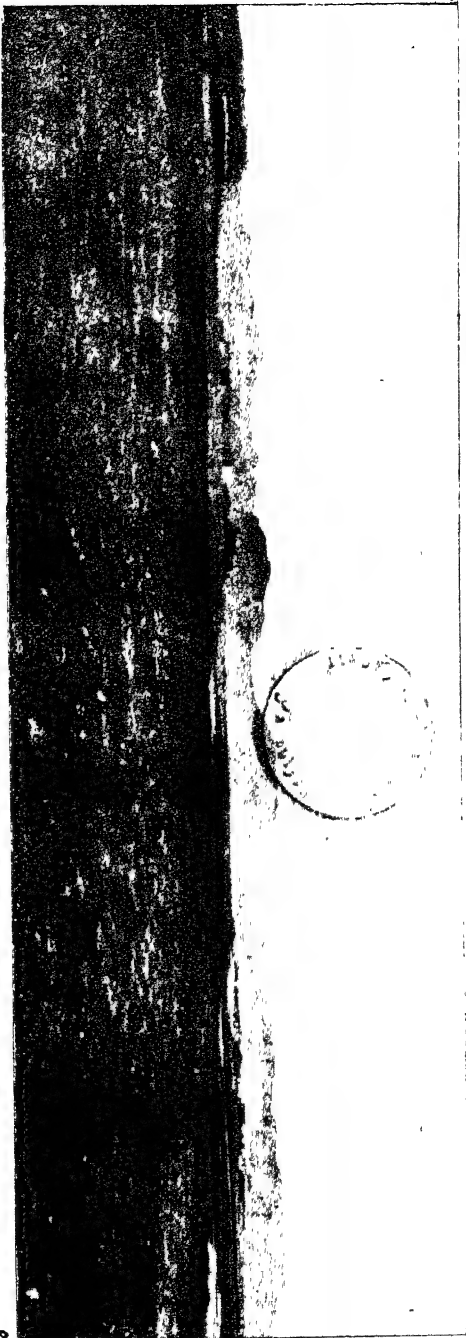
خیال یہ ہے کہ ماکیان بچپن ہی میں آختہ کرنے کے کام کو انجام دے دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ واقعہ بالعموم ان لوگوں کی سند پر بیان کیا جاتا ہے۔ جو گورخر کو بطور غذا استعمال کرتے ہیں۔ گورخر کا بچھڑا اگر پالو (ہلی) گھوڑے کے نیچے پرورش پائے۔ تو کام دینے کے لائق ہو سکتا ہے۔ خود پینڈت گبریا کے پاس۔ جو گریانگ کے ایک بھوٹے ہیں۔ ایک وقت میں تین بڑے بڑے گورخر تھے جو سب کام دیتے تھے۔ یہ محض ہلکی زین سواری کے کام کے ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ اگر ان سے سخت کام لیجیے۔ تو ان کے سم بہت ملائم ہیں۔ اور اگر ان سے باربرداری کام لیجیے تو ان کی جلد بہت تلی ہے۔

بعض اد نے درجہ کے بتی۔ اکثرارمٹ۔ گھونس بھی کھاتے ہیں۔ مگر اسی عادت کی بنا پر یہ لوگ حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ مگر سرگاے جسے ہندو۔ بجائے گائے کے سمجھتے ہیں۔ خواہ جنگلی ہو۔ یا پالو اس نواح کے بتی عام طور پر کھاتے ہیں۔ اور اس کے گوشت کو بہت پسند کرتے ہیں۔ بھوٹے کچھ اُدھر۔ کچھ اُدھر۔ ایک درمیانی حالت میں ہیں۔ چنانچہ جنھوں نے ہنوز ہندوؤں کے طریقے اختیار نہیں کیے انھیں اس کے کھانے میں ذرا تامل نہیں۔ لیکن جو ہندو ہونے کا فخر رکھتے ہیں وہ اسے متبرک اور واجب الاحرام سمجھتے ہیں۔ اور اس کے کھانے سے ہر نوع پرہیز کرتے ہیں۔

درہ ایٹا و مہرہ کی
سیر بھی ہو کر

تھا گاہ
نیا چنگ
خاٹا گاہ

شمال کی
ٹیمپل لیر
چھوٹے دیوار
کا مکان
سیر



→ مقہور جھیلون اور لالہ سہا کو جا چکا رہا ہے

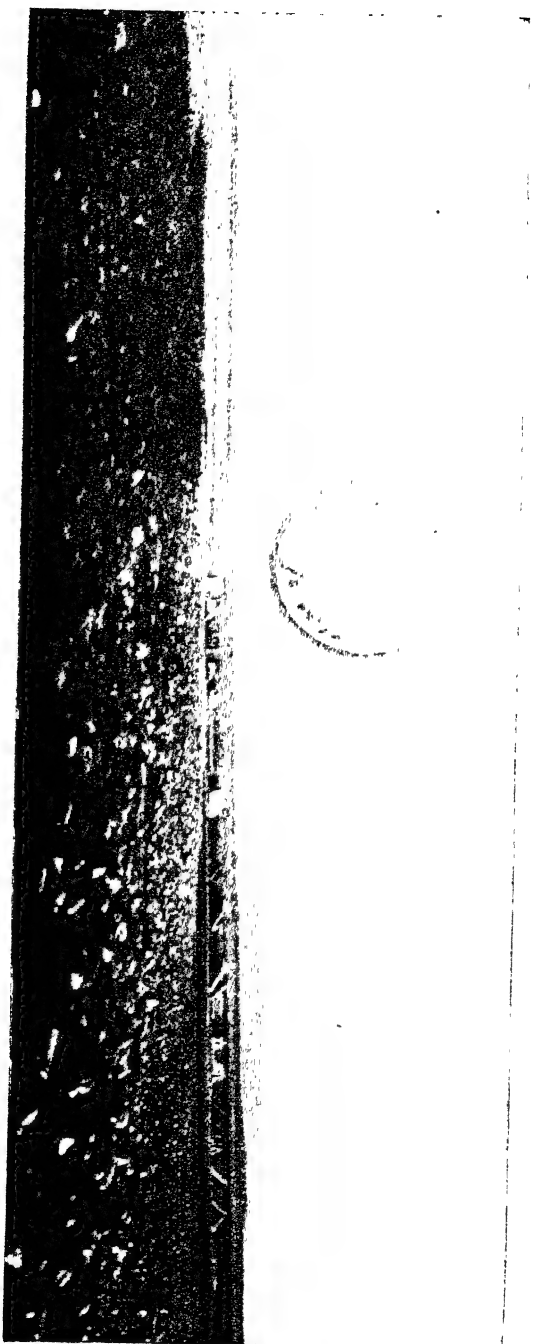
(دریائے سندھ کی شاخ پر کوئلہ جھیلون پر بھی گئے ہیں)
(دریائے ہما ٹرون اور کھنولون کے درمیان سے گزرتا ہے یہاں لہونین پور سفیدی نظر آتی ہے وہ پانی ہے برقی نہیں ہے)

→ گرگنسا اور لیجھ جانے کا کہہ سکتے

مرغیان یہاں کہیں دستیاب نہیں ہونیں۔ اس لیے ان کے اڑے
 بھی نہیں ملتے۔ نکلا کوٹ کے جنگ پن نے ایک مرغی خانہ قائم کیا تھا۔
 گرمی بھروہ خوب چلتا رہا۔ مگر جاڑے کے دنوں میں مرغیوں کے پیر
 برف سے جم گئے اور وہ سب لنگڑی ہو گئیں۔ ہر شخص یہ سنکر خواہ مخواہ یہ
 خیال کرے گا۔ کہ تھوڑی سی کوشش سے یہ وقتیں رفع ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ
 ملک کینیڈا سے جہاں مرغی خانے بخوبی قائم ہیں سردی یہاں زیادہ
 نہیں ہوتی۔ لیکن یہی تو ایک بات ہے۔ جس میں مغربی بت کے باشندے
 سٹپے ہیں۔ ان کا ملک بھر جہت اس لائق ہے۔ کہ وہاں سڑکیں خوب
 بن سکتی ہیں۔ ہوا ر میدان نشیب و فراز سے پاک۔ بارش بھی قلیل۔
 انھیں صرف اتنا ہی کرنا ہے۔ کہ پتھروں کو ایک طرف ہٹا دیں۔ اور عہدہ
 سڑک تیار ہے۔ لیکن اس ذرا سے کام کی بھی انھیں بحث نہیں۔ مغربی
 بت کا بہت کچھ حصہ پتھر یا ہے۔ خواہ وہ بڑے بڑے پتھر ہوں یا چھوٹی
 چھوٹی چٹانیں ہوں۔ یا اوسط درجہ کے گول پتھر۔ لیکن کل ملک میں دور
 دور تک پتھر ہی پتھر ہیں۔ اور اس سبب سے بار بار سی کے جانوروں
 کے پیروں کے پرچھے اڑ جاتے ہیں اچھے سے اچھے جانور بھی چاہیے
 کہ متواتر بہت دن تک ان راستوں پر چل سکیں۔ یہ ناممکن ہے۔
 اس لیے کہ پتھروں کی وجہ سے ان کے ٹمٹے ٹھس جاتے ہیں۔ کہ
 یہ لنگ کرنے لگتے ہیں۔ پس ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ پتھر ہٹا کر
 راستہ بنا دیا جائے۔ اور یہ کام وہ لوگ جو راستہ کے سرے کے پہنچنے والے

ہیں بہت آسانی سے اور بہت تھوڑے خرچ میں کر سکتے ہیں۔
 دریا کے بڑے بڑے پل۔ باندی نالون کے چھوٹے چھوٹے پلون کا تو ذکر
 ہی عبث ہے۔ اس لیے کہ نہ یہاں بڑے پلون کے لائق لکڑی ہے۔
 نہ چھوٹے پلون کی ڈاٹ بنانے کے اصول سے یہ واقف ہیں۔ تاہم
 دریاؤں کی حالت اتنی خطرناک بھی نہ رہنی چاہیے جتنی کہ اب بعض دریاؤں
 کی بے شک شبہ ہے۔ یہ پتھروں سے پڑتے ہیں۔ پتھر بھی بڑے نوکدار
 اور پھسلوان ہیں اور کچھ اس طرح پڑے ہوئے ہیں۔ کہ جانوروں کا ہیر
 شکنجہ کی طرح پھنس جاتا ہے۔ اور انکے پیر چھٹانے کے لیے آدمیوں کو
 پتھر ہٹانے پڑتے ہیں۔ اسکی ایک مثال نائیو (Nemo) کی ندی ہے۔
 جو گاٹک سے پانچ میل ہے اور جہاں ایک تارجم کا قیام ہے۔ اس
 ندی میں۔ نائیو کے آگے کم از کم چھ میل تک کوئی پایاب اُترنے کی ہمت
 نہیں کرتا۔ اس لیے کہ کوئی کیوں اپنے جانوروں کے لنگڑا ہو جانے کی
 جو کچھ اُٹھائے۔ زیادہ خاص موقع جہاں پایاب اُترتے ہیں۔ وہ
 تارجم کے مکان کے سامنے ہے۔ جہاں سے بڑے بڑے پتھر ہٹا دینے
 کی کوشش کی گئی تھی۔ مگر اس بُری طرح سے یہ کام انجام دیا گیا ہے
 کہ بیان ندی اُترنا بہت ہی خوفناک ہے۔ چنانچہ ایک بھوٹی نے جو بعد
 از شام یہاں پہونچا تھا۔ بجائے اس کے۔ کہ وہ دھندلی چاندنی میں ندی
 اُتر کر اپنے جانوروں کو خطرہ میں ڈالے۔ یہ گوارا کیا۔ کہ وہ اپنے ساتھ کے
 لوگوں سے۔ جن کے ڈیرے ندی کے اُس پار کوئی دوسو گز کے فاصلہ پر

(گر لانا دھاتا ر ۳۵۰ ۲۵ فیٹ) شکل تمام نظر آتا ہے جھیل ر کس)



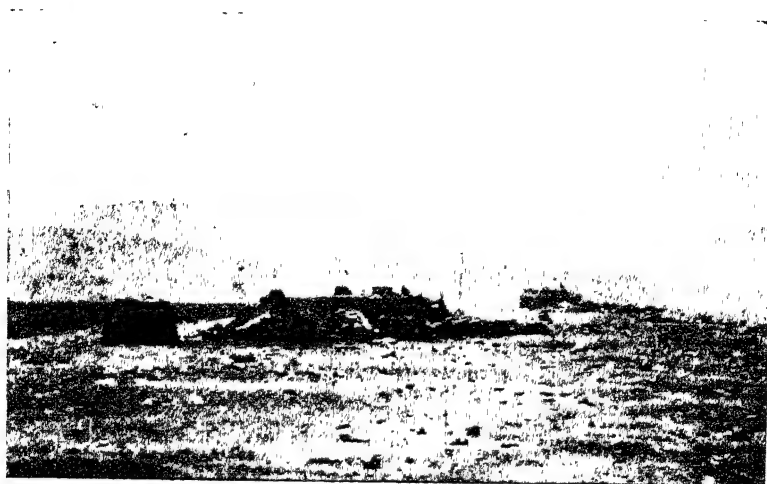
(غزنی جیت کا ایک اسٹیشن)

(اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کیا پتھر بلا مقام ہے اور تہذیب و تمدن کا گھر ہے)

پڑے تھے رات بھر الگ اسی طرف پڑا رہے۔ بہت تھوڑی سی محنت سے یہ نقص رفع ہو سکتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ دودن میں پتھر مٹا کر عمدہ سڑک تیار ہو سکتی ہے۔ مگر کوئی افسر اس کا دینار اور اسی طرح کے نالوں کا پُرسان حال نہیں۔ یہاں ہر عمدہ دار اپنا عمدہ معاد مقررہ کے لیے قتیماً خریدتا ہے۔ اس لیے اسے سب سے پہلے اپنی جیب بھرنے کی فکر ہوتی ہے۔ اس کے بعد پبلک کے لیے چوڑے کاموں کا نمبر ہے۔ نائیوین جو گارٹنک سے نکل کر ڈاک کی پہلی چوکی ہے۔ تا دم کے کام کی جواب دہی چہر انگ کے جنگ پن کے ذمہ ہے۔ اور اس حصہ ضلع کا کل انتظام اسی کے سپرد ہے۔ یہ اپنے کسی ملازم کو۔ بغیر اپنے اختیارات کم کیے بجائے تا بجم مقرر کر دیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ جو شخص مقرر کیا جاتا ہے۔ وہ ادنیٰ درجہ کا شخص جھوٹری میں رہنے والا ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں پہونچنے پر معلوم ہوا کہ وہ بھی مثل ثبت کے اکثر ملازمون کے کہیں کسی ضروری کام کو گیا ہوا ہے۔ اور اس کی بی بی۔ اس ملک کے سہل الاصول طریقوں کے بموجب۔ اس کی قائم مقام ہے یہ عورت حقیقت میں اپنے خاوند کے کام کے انجام دینے کی پوری قابلیت رکھتی تھی اور جس طریقہ سے وہ اپنے ماتحتوں کی۔ جو عورت نہیں مرد تھے نگرانی کرتی تھی۔ وہ قابل دید تھا۔ یہ اپنا پانچ برس کا بچہ اپنے ہمراہ لے فوراً ہمارے ڈیرہ پر حاضر ہوئی۔ اور ہم سے باضابطہ ہماری ضرورتوں کو دریافت کیا۔ میں نے اسے اپنے چھوٹے لڑکے کی عکسی تصویر دکھائی۔

یاک رہاڑی بکری کے
گور سے کندھوں کا ڈھیر

دعا خوانی
کا جھنڈا



مقدس جیلیون اور لاسکارات

→ گارڈن کی سڑک

(ناکیومین نارجم کی تیاگاہ)

اور بڑے لطف و مذاق کے ساتھ دونوں بچوں کی عمر مقابلہ کرتی رہی
اس کے بعد اُس نے اپنی چھاتی تو اپنے پنجالہ بچے کے منھ میں دیدی اور
خود۔ بار برداری کے جانوروں کے بدلے جانے ایندھن۔ اور ہمارے آرام
و آسائش کی اور چھوٹی چھوٹی چیزوں کی بابت گفتگو شروع کی ہم بھی دس
بارہ آدمیوں کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے اُسے تفصیل بتلاتے رہے۔
اس ڈاک کی چوکی میں عورت ذات صرف وہی ایک تھی۔ مگر اپنی فماریوں
کے انجام دینے میں اُسے ذرا چھپک نہ تھی۔ وہ اور اُس کی چھوٹی لڑکی بچوں
کو گھیر لاتی تھی مولیشیوں کو ادھر ادھر بھرتے دیکھتی تو ڈھیلے مار کر ہانک دیتی
تھی دو دھلے آتی تھی۔ باور چیخانہ کی چھو لاری کے بائیں ٹھیکر کھانے کی دیکھ بھال

کرتی تھی۔ ملازمن کو آدھ آدھ میل سے آواز دیکر بلا لیتی تھی۔ سچی کہ جب ہم نے وہاں سے کوچ کیا تو مان اور بیٹی نے ہمارے پیچ لہوائے۔ اور ایک ٹوپر۔ مردوں کی طرح سوار ہو کر بار برداری کے جانور بانگتی ہوئی تانبہ گارنگ آئی۔

ناکپو سے روانہ ہو کر ٹھوڑی ہی دیر بعد گارٹک کا مشہور گھڑ دوڑ کا میدان ملتا ہے۔ جہاں ہر سال بہت بڑی گھڑ دوڑ جس میں عمدہ دار۔ عمائد اور زمیندار ب شریک ہوتے ہیں۔ ہو ا کرتی ہے گھڑ دوڑ کا چکر ایک نہایت خوبصورت میدان کے کنارے کنارے قریب چار میل کی وسعت میں ہے۔ اور قاعدہ کلیہ کے مستثنیات عامہ کی طرح بالکل تھرون سے خالی ہے۔ اس راہ سے گھوڑے بت کو خوب بھاگتے چلے جاتے ہیں اسلئے کہ اٹنا راہ میں سواے ایک چھوٹی سی ندی کے کسی قسم کی قدرتی رکاوٹ نہیں ہے۔ لیکن لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ اب گھڑ دوڑ کی وہ پہلی سی قدر و منزلت عوام کی نگاہ میں باقی نہیں ہے اس لیے کہ سرکاری عمدہ دار دن کے روفیلانہ طمع و خود غرضی کے باعث وہ لطف مقابلہ اور سچی ہار جیت کا مزہ جاتا رہا۔ عمدہ دار جا بجا ذریعہ ن سے خود بازی جیتنا چاہتے ہیں۔ رڈک کے گھوڑے مشہور ہیں۔ اور وہاں کا گھوڑا ہمیشہ بازی جیتا کرتا ہے۔ چنانچہ کھیلے دنوں رڈک کے ایک زمیندار نے متواتر تین سال تک ایک ہی گھوڑے سے بازی جیتی۔ چونکہ اس قسم کی لگاتار جیت کا گارفس کو رشک ہوا

اس لیے اُس نے زمیندار کو گھوڑا بھیج دینے پر مجبور کیا۔ اور خود اُسی گھوڑے سے کئی سال تک بازی جیتا کیا۔ اب اس گھوڑوٹین یہاں تک دھاندلی ہونے لگی ہے۔ کہ جیتنے کے نشان کے پاس سوار تعینات ہو جاتے ہیں۔ کہ سوارے گا رفس کے کسی کے گھوڑے کو آگے نہ نکلنے دیں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ زمینداروں کو اب اس گھوڑوٹین میں دل چسپی باقی نہیں رہی۔ اور وہ محض فہرست پوری کرنے کی غرض سے گھوڑے بھیجتے ہیں۔ حتیٰ کہ جنگ میں لوگ مثلاً سکلا کوٹ کے جنگ میں۔ خود نہ آسکنے کا کوئی نہ کوئی بہانہ کر دیتے ہیں۔ اور اس سالانہ۔ ہار جیت میں شرکت کی غرض سے کرایہ کے گھوڑے بھیج دیتے ہیں۔ انعام حسب دستور سابق قیمتی دیے جاتے ہیں یعنی ایک اعلیٰ قسم کے گھوڑے کے لیے ایک عمدہ خج جانور دیا جاتا ہے اور اعلیٰ ہذا القیاس در انعام بھی اسی طرح دیے جاتے ہیں لیکن اُس گھوڑے کے لیے جو سب آخر میں آتا ہو چوبی چچہ کی روایت کے بموجب ایک گری لید انعام مقرر ہے۔ گھوڑوٹ کے سوار عموماً کوئی ۱۲ برس کی عمر کے لڑکے ہوتے ہیں۔ جو اکثر دُک کے رہنے والے ہوتے ہیں۔ جہاں انکو گھوڑوٹ کے معاملہ میں خوب تعلیم دی جاتی ہے۔ گھوڑوں کے زمین سبک سے سبک ہوتے ہیں و باعتبار ساز و سامان بعض گھوڑے خوب سچے ہوتے ہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ بیان کل چیم عمرہ و اعلیٰ ہوتی ہے بالاشتناء اس کے کہ ایک ایسا نداری ہی معروض ہے۔ اس عظیم الشان گھوڑوٹ کے ختم ہو جانے پر۔ گا رفس ایک اونچے چوترے پر بیٹھ کر جس پر شامیانہ لگا ہوتا ہے۔ ملیشیا کے سواروں کے

کرتب دیکھتے ہیں -
یہ کوئی دوسو تین سو سو
ہوتے ہیں - اور سب
سے بڑا کرتب یہ سمجھا
جاتا ہے - کہ بھاگتے
گھوڑے پر سے جبکہ
گھوڑا خوب دوڑا جاتا
ہو - سوار چھماتی
بندوق سے دو نشانہ
دو مختلف جگہوں پر
لگائے اس کے لیے
سوار کو دو بندوقین
کندھوں پر لگا کر



لے جانی ہوتے ہیں پہلے وہ ایک بندوق سے نشانہ لگاتا ہے اور پھر دوسری
سے اور گھوڑا اس عرصہ میں برابر سرپٹ دوڑا چلا جاتا ہے - دوسرا
کرتب اسی طرح تیر و کمان سے نشانہ لگانے کا ہے جو قدیم زمانہ میں
بت کے قومی اسلحہ تھے - اور تیر اندازوں کے جرنیل - اب تک -
ڈینگ Depung یا تیر اندازوں کے سردار کہلاتے ہیں - ان کے علاوہ - گھوڑے
کی پیٹھ پر نٹوں کے کرتب بھی دکھائے جاتے ہیں - مثلاً گھوڑا پاشہ کو ب

بھاگتا جاتا ہے۔ اور سوار اس کی نشت پر سر کے بل کھڑا ہے شہسوار کے بھی کرتب دکھائے جاتے ہیں۔ مثلاً۔ گھوڑا چرغ پا کھڑا ہے اور سوار اس پر آسن جائے بیٹھا ہے۔ کم ہمتی جوان کی ہر معاملہ میں ظاہر ہے وہ یہاں بھی اپنا جلوہ دکھا رہی ہے۔ سرکاری چوہترہ بہت کچھ قابل مرست ہے۔ جن مکانات میں رڈک کے جنگین گھوڑ دوڑ کے زمانہ میں آکر ٹھہرتے ہیں وہ گرگئے ہیں۔ تماشا یون کے لیے جو مکانات گائون میں بنے ہوئے ہیں وہ گرتے جاتے ہیں۔ گارٹک میں کل مکانات جن کی تعداد پندرہ یا بیس ہوگی۔ کچی اینٹوں کے بنے ہیں۔ بلکہ مکان نہیں ادنیٰ قسم کی۔ جھوٹے پیریاں ہیں۔ صرف دو مکان ایسے ہیں جنہیں کسی قدر آرام ہے۔ اور جن کو شاندار کہا جاسکتا ہے۔ یہ دونوں گارٹن کے رہنے کے مکان ہیں۔

ہماری آمد کے زمانہ میں۔ دونوں والیسرے اپنے جاڑے کے مقام سے گرمیوں کے مقام پر جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اور ہر روز گارٹک میں ان کی آمد کا انتظار تھا۔ اس انتظار میں سرکاری تاجرینگ جنگ نے جو عنقریب اس عہدہ سے سبک دوش ہونے والا تھا ہمارا استقبال کیا۔ اور مراسم عظیم بجالایا۔ یہ شخص جیتون کا لباس پہنے تھا۔ اور اسکی چھوٹی انگلی کا ناخن جیتون کے دستور کے موافق حد سے زیادہ بڑھا تھا۔ اس سے قطعی طور پر اس امر کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ کہ شخص مذکور جسمانی محنت کے لائق نہیں۔ یہ کہتا تھا

انڈونگوان

چھوٹے وائسٹرائے کا مکان

بڑے وائسٹرائے کا مکان



گارمک مین وائسٹرائے کے مکانات

کہ وہ اور اُس کے ہم عہدہ ایک دوسرے شخص۔ جسے سارپن کہتے ہیں۔ معمولی طور پر لاہسا سے۔ ایک ساتھ روانہ ہوئے ہیں۔ ایک جنوبی راہ سے جو متبرک جھیلون کی طرف سے آتی ہے۔ اور دوسرا شمالی راہ سے جو تھوک جھنگ سے گزری ہے۔ اور دونوں اپنا سالانہ دورہ ختم کر کے گارٹنک مین آتے ہیں۔ چنانچہ مین بھی لداخ سے واپس آیا ہوں۔ اور سارپن کے انتظار میں جو شمال کی طرف سے آیا ہوگا ٹھہرا ہوا ہوں۔ لفظ سلے کے معنی سونے کے ہیں۔ اور یہ نام عہدہ دار مذکور کا۔ اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ سرکاری تاجر کی حیثیت سے۔ سرکاری مال فروخت کرنے کے علاوہ سونا کھودنے والوں سے محصول وصول کرنا بھی اُس کا فرض ہے۔ یہ محصول فی کس۔ دنل سے بارہ روپیہ سالانہ تک ہوتا ہے۔ اور وہ کھودنے والے پر۔ پول ٹکس (POII Tax) کی طرح واجب ہے۔ سونے کی مقدار کے لحاظ سے۔ جو کھودنے والے کا لون سے نکالتے ہیں۔ یہ محصول محض برائے نام ہے۔ کچھ دنوں سے سونا نکالنے کا کام رو بالخطاط ہے۔ اور اس کا سبب خاص کر وہی تبت والوں کی کم ہمتی ہے جو ہر معاملہ میں اُن کا شعار ہو گئی ہے۔ چنانچہ۔ یہاں کے ملازمین سرکاری کی طبیعت پر ہر وقت یہ خوف چھایا رہتا ہے۔ کہ مبادا کسی جدید کام کرنے سے ہمتاؤں۔ یا زمین کی پاک رد خون کو نقصان پہنچے۔ اس لیے انھوں نے عموماً درگزر کی پولیسی اختیار کر رکھی ہے۔ اُن کے نزدیک پُرانی باتوں کا جاری رہنا ہی انساب ہے۔ اور نئی باتیں کل قلعی

طور پر حرام ہیں۔ بھٹیون نے گارٹک سے۔ کسی قدر فاصلہ پر شمال کی جانب سہاگہ کی ایک کان دریافت کی اور اُسے کھودنا شروع کیا مگر فوراً اُسکی ممانعت کا حکم آیا۔ اور نہ معلوم کیوں۔ ظاہر کوئی خاص سبب سمجھ میں نہیں آیا۔ چنانچہ اب سوداگر مذکور اس کان سے مستفید ہونے سے محروم ہے گارٹک کا ایک نام گاری ارسا ہے۔ جس کا لوگوں نے گریسا اختصار کر لیا ہے۔ یہ پندرہ ہزار فیٹ کی بلندی پر ایک وسیع میدان کے وسط میں واقع ہے۔ جسکی ہر جانب سے ہوا کا گزر ہے اور اُس کا (والیراے کا بیٹا)



ارگوگو ننگ یا پڑاویرے

اعلیٰ حکام ہائیکان میں ایک ٹی بالی بڑھکی ہوئی پینٹے ہیں پوشاک چینی ریشم کی اور جوئے لمارہ کہتے ہیں ہتھکڑیاں

سہر طرف سے کھلا ہوتا ہی۔ ایک ایسی بات ہے جس کی وجہ سے وہ گافنس کو اس قدر ناپسند ہے۔ کہ وہ اس سے چار منزل اور مشرق کی جانب آگے بڑھ کر گارگنس مین بہت سا حصہ سال کا گزارتے ہیں۔ لفظ ہرسا کے معنی موسم بہار یا گرمی کے مین۔ اور لفظ گنس سے موسم سرما۔ یا سردی۔ مراد ہے۔ گارگنس کے پانی مین۔ کچھ کچھ یہ نقص ہے۔ کہ خشکی کے ایام مین۔ یہاں کی زمین مین ایک سپید رنگ کی خاک پیدا ہو جاتی ہے جو جانوروں کے لیے اس درجہ مضر ہے۔ کہ اگر وہ گناس کے ساتھ یا کسی اور طرح سے جانور کے پیٹ مین پہنچ جائے تو فوراً اس کے بال گر جاتے ہیں اور وہ سردی برداشت کرنے کے قابل نہیں رہتا اور مر جاتا ہے۔ دریاے سندھ مین بڑی کثرت سے عمدہ (دائیسرے کا بیٹا)

قسم کی
مچھلیاں



ہین -
اور بھٹیٹے
آٹکو ہاتھ
سے
ٹٹول کر
پکڑتے
ہین -
دیکھو نہ

(بڑا دایسراے)

سہان جال یا نفسیان نہیں ہوتیں)۔ مگر اہل بت اس نعمت سے جو قدرت نے اُن کو اس بہتات کے ساتھ بخشی ہے محروم ہیں۔ کیونکہ کسی وجہ سے جنے وہ بیان نہیں کر سکتے مچھلی اور پرندوں کا گوشت کھانا۔ اُن کے خیال میں ناجائز ہے۔ اور وہ حرام سمجھ کر اس سے پرہیز کرتے ہیں۔ اس پرہیزگاری نے اُن کی وہ دقتیں اور بھی زائد کر دی ہیں۔ جو اس سخت ملک میں جہان ترکاریاں میں نہیں آتیں۔ مرغیان نہیں ہوتیں۔ اناج نہیں پیدا ہوتا (کھلا کوٹا اور دابا کے پست وادیوں کی یہ حالت نہیں ہے) کھن کی وجہ سے دودھ اس قدر گران ہے کہ مشکل ہی سے کسی کو پینا نصیب ہوتا ہے پہلے ہی سے موجود نہیں۔

گارفنون (درگاہ ہوگ یا چھوٹا دایرے بالی ماحظ ہو۔ دہنی جانب جو کپڑا نظر آتا ہے کھرکی کا پردہ ہے جو ہمے ملاقات کرتے وقت کوہن روشنی کرنے کے واسطے ہادیا گیا تھا)



میں زرجیت
کے تعلقات
کسی قدر
پیچیدہ
ہوتے
ہیں۔ بروک
والیرے
یعنی

یا گرگانگ کا۔ ایک بہت اچھا بیٹا۔ کوئی بیس برس سے زیادہ عمر کا ہے۔

جو اپنے باپ کے ساتھ رہتا ہے۔ اور جس کی حسب معمول شادی ہو گئی ہے۔ جب باپ کی بی بی کا انتقال ہوا۔ اُس وقت یہی مناسب سمجھا گیا۔ کہ وہ بھی بیٹے کی بی بی میں شرکت کر لیں۔ چنانچہ فی الحال یہی انتظام ہے۔ اور ایک ہی بی بی باپ اور بیٹے دونوں کی زوجیت میں ہے۔ بچہ پیدائش میں۔ کہ یہ بات ذرا بھی نازیبا۔ یا باعث رسوائی سمجھی جاتی ہو۔ اس لیے کہ باپ ایک اعلیٰ خاندان کا ذی عزت شخص ہے۔ اور وہ ضرور اس بات کو نظر حقارت سے دیکھتا جو اُس کے نام پر دھبا لگانے والی ہوتی۔ ظاہر اہمیت کا۔ یہ ایک لائق راسخ الاعتقاد ہے۔ کہ باپ اور بیٹے کی ایک ہی بی بی میں شرکت ہو۔ مان یہ ضرور ہے کہ وہ بی بی جو اس بیٹے کی مان نہ ہو۔ اور جیسا کہ تعدد شوہران کی رسم میں ہوتا ہے۔ بزرگ ترین خاوند اولاد کا باپ سمجھا جاتا ہے۔ اور باقی دیگر شوہر اولاد مذکور کے چھوٹے باپ۔ یہ رواج مثل اُس رواج کے ہے جس کے بموجب جب کوئی شخص کسی بیوہ سے شادی کرے تو اُسی وقت سے۔ اُسکی کل لڑکیاں بھی اُسکی زوجیت میں آ جاتی ہیں مثلاً ایک بیوہ جس کی تین لڑکیاں۔ بیٹیں۔ پندرہ۔ اور دس برس کی عمر کی ہیں۔ شادی ہونے کے ساتھ معاً اپنی دو بالغ لڑکیوں کے اُسی وقت سے اس شخص کی بی بی ہو جاتی ہے۔ اور سب سے چھوٹی لڑکی بالغ ہونے پر وہ بھی دوسروں کے ساتھ۔ اسی حلقہ زوجیت میں داخل ہو جائے گی۔

برخلاف اس کے۔ چھوٹے وائسراے کا طرز زندگی اس قسم کا ہے جس کو بالعموم سب بڑا کہتے ہیں اور قابل الزام سمجھتے ہیں۔ درحقیقت یہ

شخص چھوٹے والیراے کا لڑکا ہے۔ لیکن اسکے والد۔ بوجہ علالت چھٹے برس سے گارٹنک نہیں آئے ہیں۔ اور اُس وقت سے اب تک بیٹا ہی انکا کام انجام دے رہا ہے۔ خود اس لڑکے کی بھی۔ (جس کی عمر صرف ۲۴ سال کی ہے) تندرستی اچھی نہیں ہے۔ اور اب عنقریب تکا کوٹ کے جنگ بن کا لڑکا۔ اسی عہدہ مذکور کے فرایض منصبی سے۔ سبکدوشی کرینوالا ہے۔ لیکن سردست اسے پورے اختیارات حاصل ہیں۔ اور حامل رہے ہیں۔ اس لیے کہ دستور یہ ہے۔ کہ تنہا ایک والیراے اپنے اختیار سے کچھ نہیں کر سکتا۔ یہاں دو ہر انتظام ہے۔ اور بغیر دونوں والیراے کی اجازت کے کوئی کام درجہ و فوق کو نہیں پہنچتا۔ یہ بات یہاں تک بڑھی ہوئی ہے کہ جس صندوقچہ میں دونوں کی مشترکہ گھر ہے۔ وہ صندوقچہ ایک کے پاس رہتا ہے۔ اور اُس کی کنجی دوسرے کے پاس۔ چھوٹے والیراے کے پسر مذکور کا لڑکا کی اُسی کے ایک ملازم کی بی بی سے آشنائی ہے۔ اور وہ اس وجہ سے اس قدر اُسپر حاوی ہے۔ کہ جب دونوں گارٹنک اجلاس کرتے ہیں۔ اُس وقت شخص غلامیہ دخل در معقولات کرتا ہے۔ اور اس سے کوئی تعرض نہیں کیا جاتا۔ بڑے والیراے کو یہ امر سخت ناگوار گزرتا ہے۔ کہ انھیں باوجود اس بزرگی و عظمت کے۔ ایک ایسے طفل مکتب سے دہنا پڑتا ہے۔ جو خود والیراے نہیں۔ بلکہ والیراے کا لڑکا ہے اور اس پر ایک بے اصول شخص قابو یافتہ ہے۔ مگر یہ کشمکش اب جلد ختم ہونیوالی ہے۔ اس لیے کہ تکا کوٹ کے جنگ پُن کا بیٹا۔ (جس کی بی بی سے ہم تکا کوٹ میں ملے تھے)۔ یہاں کا والیراے

نامزد ہو چکا ہے۔ اور جلد اپنے کام پر آنے والا ہے۔ مگر (بت کے رواج کے بموجب) مغزول شدہ وایسراے ہی کاشت کاروں سے سرکاری محاصل وصول کرنے کی غرض سے ایک سال تک بالکل برطرف نہیں ہوتا۔ بڑے وایسراے۔ یا ارگو گانگ۔ ہر طبقہ کے لوگوں میں نہایت ہر دلعزیز ہیں۔ خوش نصیبی سے ان کا تقریبی۔ گرن چکتا جیسے جابر اور خود سراسر کی جگہ ہوا جس کے ظلم و تعدی کی بہا تک نوبت پہنچی تھی۔ کہ بالآخر لوگوں نے بغاوت کی۔ اور کل حالات کی اطلاع لاہسا کے حضور تک پہنچائی۔ اس شخص میں یہ بڑا عیب تھا۔ کہ ہر طرح جائز و ناجائز طور پر کاشتکاروں سے روپیہ کھینچتا تھا۔ سرکاری مالگزاری وصول کرنے میں۔ جو سال بہ سال وصول ہوتی ہے۔ اس قدر جبر و سختی سے کام لیتا تھا۔ کہ برداشت سے باہر تھی۔ اور سرکاری چیزیں مثل چار و قالین وغیرہ رعایا کے ہاتھ فروخت کرنے میں بھی اس قدر ہوس و سختی بڑھی ہوئی تھی کہ لوگ اُسڑے جاتے تھے۔ آخر کار لوگوں نے یہ ترکیب کی۔ کہ چیزیں تو لے لیں۔ مگر دام دینے سے صاف انکار کر دیا اور ان کل باتوں کی اطلاع لاہسا کے حضور میں پہنچانے کا انتظام کیا جب موجودہ ارگو گانگ۔ گرن چکتا کی جگہ مقرر ہوئے۔ تو انھوں نے کل سرکاری مالگزاری کچھ عرصہ کے لیے معاف کر دی۔ اور سرکاری چیزوں کے دامن میں بھی جو بہت بڑھا کر۔ لوگوں کے ذمہ قائم کیے گئے تھے بہت کچھ کمی کر دی۔ اب ان کو اپنے عہدہ کے خدمات انجام دیتے

چند سال ہوئے۔ اور لوگ ان سے اربس رضی ہیں۔ مگر ساتھ ہی اسکے سرکاری معاملات کے طے کرنے میں اس شخص کا طرز عمل نہایت زیر کا نہ۔ اور اعلیٰ درجہ کے مدبروں کا سا ہے۔ اور ہمارے ساتھ۔ تو اس میں ذرا شک نہیں۔ اپنے کل معاملات میں بہت ہی کچھ خوش اخلاقی برتی۔ اسے ہر معاملہ کے ادنیٰ ادنیٰ مراتب پر بھی اس قدر عبور تھا۔ کہ اس کے ساتھ معاملہ کرنے میں جی خوش ہوتا تھا۔

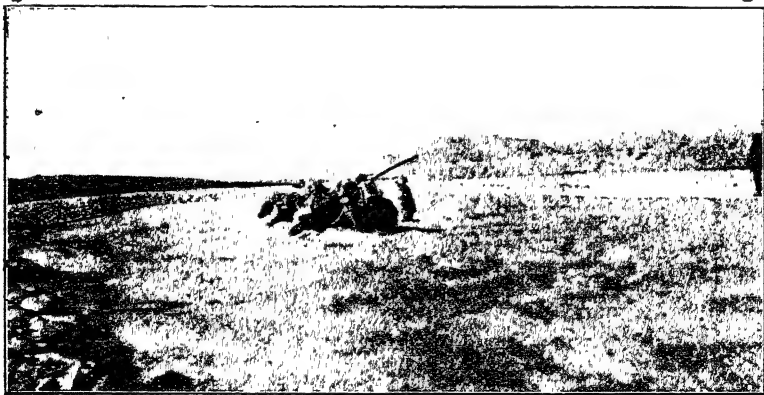
مغربی بخت کا جو ناری کے نام سے مشہور ہے۔ گارٹنک دار الخلافہ ہے۔ اور دونوں والیسلریوں کو اپنے علاقہ میں اختیارات ملی حاصل ہیں۔ ناری کا علاقہ۔ مریم لا۔ یا ماہیم لا (سولہ ہزار نو سو) فیٹ کی بلندی سے شروع ہوتا ہے۔ یہ ایک درہ متبرک جھیلوں کے مشرق کی جانب واقع ہے جس کی وسعت مغرب میں لداخ تک اور جنوب میں ہندوستان کی سرحد تک پہنچی ہے۔ ناری کا وہ حصہ جو کاکلگری۔ یا کوہستان کیبلش کے جنوب میں واقع ہے ناری فورسم یا ہسٹڈیز کہلاتا ہے۔ اور جو شمال کی جانب ہے۔ اُس کا نام ہمارے نقشوینن موئیل (monyul) لکھا ہے۔ مگر گارٹنک اسکو موئیل نہیں کہتے بلکہ وہ اُس حصہ کا نام موئیل بتلاتے ہیں جو مقام مذکورہ بالا سے دور آگے چل کر مشرق کی جانب ہے۔ ان لوگوں کا یہ بھی بیان ہے۔ کہ تھوک چنگ اور مغربی بخت کی دوسری کانیں شمالی ناری میں واقع ہیں ان کانوں کی آرضی تو رڈک کے جنگ پن کے تحت میں ہے لیکن تھائی

معلومات میں کل اختیارات سارے ہیں۔ یعنی افسر معادن طلا کو حاصل ہے۔ مگر یہ
 ہر حال گار فنون کا ماتحت ہے۔ تھوک چنگ سولہ ہزار ڈو سو۔ یا سولہ
 ہزار تین سو فیٹ بلند بالکل آبادی کے کنارہ پر ہے۔ اور کل دنیا میں
 وہ بلند ترین مقام ہے۔ جہاں سال بھر آبادی رہتی ہے۔ کیونکہ اس
 آگے جلکر چنگ ٹنگ کا مرتفع میدان ہے جس کی بلندی بدرجہ اوسط
 سترہ ہزار فیٹ ہے۔ اور جو جنگلی میخ۔ کیا ناگ۔ اور ہرنون کا سکھ ہے
 بیان سردی کی شدت اور پانی کی معدومیت کی وجہ سے محدود ہے چند
 آدمی رہ سکتے ہیں۔ گار فنون کو اپنے علاقہ نارمی کی شمالی حد کا علم
 نہ تھا۔ اور اس معاملہ میں اُن کا غدر یہ تھا۔ کہ اس کا جاننا کوئی ضروری
 بات نہیں۔ اس لیے کہ چنگ ٹنگ کے مرتفع میدان میں کوئی فرد بشر
 نہیں رہتا۔ ان لوگوں نے کوہستان کو کُن لن کا نام بھی نہیں سنا تھا
 جو ہمارے نقشوں میں بت کی شمالی حد قرار دی گئی ہے ان لوگوں نے
 یہ بھی بیان کیا۔ کہ جو علاقہ ان کی ماتحتی میں ہے۔ اُس میں اُنھوں نے
 کبھی دور نہیں کیا۔ بلکہ لاہسا کے خاص اور قطعی حکم کے بغیر کبھی گار گنسا
 یا گار ٹنگ سے باہر نہیں گئے۔ ہم نے وائسرایے اعظم سے جو ایک قیاسی الجہ
 اور اوسط عمر کے شخص تھے دریافت کیا۔ کہ آپ کبھی حفظ صحت کی غرض
 سے۔ یا پیادہ۔ یا گھوڑے پر سوار ہو کر ہوا خولی کے لیے باہر جاتے ہیں۔
 یہ سنتے ہی وہ ہٹا بٹھا سے رہ گئے۔ اور زور کے ساتھ جوا دیا دوتہ ہیں
 ان عمدہ داروں اور ان کے خاندان کے لوگوں کے پیلے پیلے۔ اور

گندھے آٹے کی رح کے بے لوق چہرے یہ کہے دیتے ہیں۔ کہ جو کچھ اُنھوں نے کہا سچ کہا۔ جتنے پرانے عہدہ داروں سے ہیں ملنے کا اتفاق ہوا۔ اُن سب کی جہانی حالت ہم نے زمانہ پن کی دیکھی ان کے جسم میں مضبوطی اور وہ تکلیف برداشت کرنے کی سکت ہی نہیں ہے۔ جو ہماری جنس کے لوگوں میں عام طور پر پائی جاتی ہے۔

والیسرے کا عہدہ برائے نام تین برس کے لیے ہوتا ہے۔ لیکن اسکی میعاد ہمیشہ تقریباً اسی قدر اور بڑھ جاتی ہے۔ اور اسطرح کل چھ برس کی میعاد ہو جاتی ہے۔۔ ان کا تقرر لاہر سے اس شرط پر ہوتا ہے۔ کہ وہ خزانہ عامرہ میں ایک مقررہ رقم داخل کرتے ہیں۔ گویا وہ اس شرط کی بدولت اپنے علاقہ کے مستاجر ہوتے ہیں۔ یعنی قدیم رومن پرو کنسل کی طرح وہ اپنے اس تقرر سے اس قدر فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جس قدر کہ اُن کے حد امکان میں ہوتا ہے۔

(ہمارے سچ چشمہ کو عبور کرتے ہوئے)



اور یہ تو اس ریاست کی ایک مقررہ بات ہے کہ کل جہانہ و دیگر محاصل
 انکا خاص حصہ ہے۔ یہ لوگ اپنے طور پر تجارت بھی کرتے ہیں اور اس
 بات کے بھی ذمہ دار ہیں۔ کہ وہ سال بہ سال کسی قدر سرکاری چیزیں
 چار و قالین وغیرہ بھی فروخت کر دیا کریں۔ اس معاملہ میں ابھی گارفون
 مین ڈابا کے چنگ پن کی سی خرابی نہیں سپرا ہوئی جسکا دستور تھا کہ
 ہندوستان کی سستی چار خرید کر۔ اور اسپر چین کی چار کا لیل لگا کر۔ اور
 سرکاری چرمی تھیلون میں بھر کر کاشتکاروں کے ہاتھ بت کے اعلیٰ
 درجہ کی شے قرار دے کر فروخت کر دیا کرتا تھا۔ مگر کسی مشہور مقدمہ میں
 با وقعت لوگوں کو ان کے اجلاس میں آنا پڑے تو انہار مسرت کرنے سے
 یہ بھی باز نہیں رہتے۔ برخاکے تاجم کے مقدمہ میں جس نے ٹکاکوٹ کے
 شیوننگ کے راہب کے ایک ملازم کو گولی مار دی تھی ان لوگوں نے خوب
 رقم پیدا کی۔ پہلے تو فریقین نے عدالت کو اس بات کی رشوت دی کہ مقدمہ
 مذکور میں رعایت مد نظر رکھی جائے۔ مگر بارخاکے تاجم نے شروع ہی
 سے یہ کہہ دیا تھا۔ کہ وہ ہی اس مقدمہ میں کامیاب ہوگا اور اس میں شک نہیں
 کہ اس نے روپیہ بھی خوب جی کھول کر خرچ کیا۔ مقدمہ مذکور کا آخری فیصلہ
 درحقیقت اس قابل ہے۔ کہ ایک روکھا پھیکا واقعہ قرار دیے جانے
 کے بجائے۔ اُسے کلبرٹ اور سیلیون کے مضحکہ آمیز ٹھیٹر کا تماشا بنایا جائے
 گارفس نے اس کا فیصلہ نہایت دوراندیشی سے یہ کیا۔ کہ فریقین کو جہانہ
 کی سزا دی اٹھارہ سو روپیہ لانا۔ اعظم پر جہانہ کیے۔ اور گیارہ سو روپیہ

تاجم پر اور کل رقم اپنی جیبوں میں رکھ لی۔

تجارتی حقوق کی حفاظت کے لیے اب گارٹک مین ایک بڑا بحیثیت^ط تعینات ہے اس کا تقرر عہد نامہ لاہسا کا خاص نتیجہ ہے۔ ٹھاکر جو چند ایک شخص معزز خاندان اور لاہل کے ٹھاکر کا بھتیجہ ہے۔ بہت کے لوگوں میں اسکی بہت کچھ عزت ہے۔ اور ملکی معاملات کے لحاظ سے بھی یہ نہایت کارآمد شخص ہے۔ لاہل پنجاب میں سرکاری ضلع کانگڑے کا ایک حصہ ہے یہاں کے تمام باشندے چونکہ تجارت پیشہ ہیں۔ اور مدتوں سے اُن کی رسم تجارت برنت کے ساتھ چلی آتی ہے اس لیے یہ لوگ بتی زبان سے بھی واقف ہیں۔ لاہل کا علاقہ ناری کی سرحد پر واقع نہیں ہے بلکہ درمیان میں ضلع کانگڑے کا ایک اور حصہ۔ (Spiti) حائل ہے۔ مگر یہ ایک عجیب بات ہے۔ کہ لاہل کے کل باشندے تو تجارت پیشہ ہیں۔ اور اسپٹی (Spiti) کے رہنے والے۔ جو ایک اُجاڑ ملک ہے۔ جہاں درخت تک نہیں ہوتے سب کے سب زراعت کرتے ہیں انھیں تجارت سے مطلق مس نہیں۔ لاہل کے لوگ رڈک اور مغربی ناری کے اکثر مقامات میں پائے جاتے ہیں دیہ وچک اور ہانلی کے درمیان کے راستے سے آمد و رفت رکھتے ہیں) اور ان کی خاص تجارت اون اور ریشم۔ یعنی بکری کے باریک بالوں کی ہے۔ اور یہ ہر سال پینتیس ہزار پونڈ یعنی قریب سو پانچ لاکھ روپیہ کا مال خرید کر لاتے ہیں مگر تعجب یہ ہے۔ کہ مال کے عوض میں مال دینے کے لیے اُن کے پاس کوئی

(ٹھاکر جے چند انگریزی تجارتی گماشتہ مقیم کارنگ)



چیز نہیں ہوتی۔ نقد قیمت دیتے ہیں۔ اور اس سے اس امر کی کہ وہاں پر ہندوستانی سکھ نہایت مقبول اور رائج ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے تصدیق مزید ہوتی ہے۔ فی الحال مغربی ناری کی تجارت لداخ اور لاہل کے لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ کیونکہ شملہ سے براہ راست تجارت بہت کم ہے۔ گو یہ امید ہے کہ راستہ کھل جانے پر یہاں کی تجارت کو بھی فروغ ہو جائے گا۔ اس کے سوا اگر اور کوئی مد مقابل ہو سکتا ہے۔ تو صرف بٹہر ہے۔ مگر ان کا ان دونوں سے بہت پیچھے نمبر ہے۔

ٹھاکر جے چند۔ اور گارنٹون مین کمال بے تکلفی ہے۔ اور

ٹھا کر بجے چند نے بت کی عدالت عالیہ کا انصاف کرنا کر
 دیکھا ہے۔ بیان قبل اس کے کہ کسی طرح کا حال دریافت کیا
 جائے۔ یا تحقیقات کی جائے ملزم کے عدالت میں پیش
 ہوتے ہی۔ اس کے کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ اور یہ تہدائی
 یا تمہیدی کوڑے لگائے جانا کہلاتا ہے۔ اس لیے کہ اس کی
 بدولت جملہ فریقین مقدمہ عدالتوں کے طرز انصاف سے آگاہ
 ہو جاتے ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ اس
 سزا رجمانی کے دیتے وقت ملزم کو پٹ۔ یعنی اونڈھا منڈھ
 کر کے زمین سے باندھ دیتے ہیں اور دو آدمی کوڑے لے کر۔ اس کے
 اوپر مچھٹہ جاتے ہیں۔ جب دونوں آدمی ایک ایک ضرب
 لگا چکے ہیں۔ تب تیسرا فسر اس کو ایک ضرب شمار کرتا ہے۔
 یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو۔ کہ اگر سو درون کی سزا کا حکم ہو
 تو وہ دراصل دو سو درون کی سزا ہے۔ بت کا یہ ایک عام رواج
 ہے۔ اور عجب با مذاق رواج ہے لیکن اس مذاق کا لطف
 کوئی اس کے دل سے پوچھے جس کے کوڑے لگائے جاتے ہیں
 تازیانہ کی ضرب گھٹنے کے اوپر والے پٹھے پر لگائی جاتی ہے۔
 تاکہ وہ مرد و مصیبت زدہ۔ کچھ عرصہ تک چلنے پھرنے کے
 لائق نہ رہے۔

اس کے بعد تحقیقات کی کارروائی ہے۔ جو کسی آئندہ

تاریخ مقبرہ پر کی جاتی ہے۔ اس کی شروعات بھی کوڑوں سے ہوتی ہے یہ کوڑے لگانے کا دوسرا نمبر ہوتا ہے۔ اور اس مرتبہ یہ عمل اس غرض سے کیا جاتا ہے۔ کہ ملزم کا دل اصلی حال بے تکلف کہہ دینے کے لیے ابھرے۔ شہادت کا رفس لکڑی کے تختوں پر لکھتے ہیں اور بعد کو مشل مرتب کرنے کے لیے کاغذ پر نقل کر لی جاتی ہے۔ ملزم سے بالاشتعال اقبال جرم اور کوئی سوال نہیں کیا جاتا۔ نہ اس کے گواہ صفائی لیے جاتے ہیں۔ عملی طور پر اس کی کوئی شتوانی نہیں ہوتی۔ اور وہ تقریباً ہمیشہ ملزم قرار دیدیا جاتا ہے اور کسی سزا دیے جانے سے پہلے شروعات کے طور اس کے پھر تیسری مرتبہ کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ یہ کوڑے لگانے کا آخری مرتبہ اور خاتمہ بالآخر سمجھا جاتا ہے۔ گو درحقیقت ایسا نہیں ہوتا حاکمون کی ایک مرغوب الطبع سزا ملزم کا۔ چاروں جنگ بنوں کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک اس کے پونچنے پر فوراً اس کی سزا کا انتظام کرتا ہے۔ اور کچھ دن اسے اپنے پاس رکھ کر اپنے پڑوسی جنگ بن کے پاس بھیجتا ہے۔ اس کے بی بی بچے۔ کسی گائون کے کھیا کے سپرد کر دیے جاتے ہیں۔ اور اس کی باقی عمر حالت غلامی میں اور اس بیکار کے انجام دینے میں بسر ہوتی ہے۔ جو حکام گائون واون سے لیا کرتے ہیں۔

گارفنس لوگ ہمیشہ ایک جگہ بیٹھ کر بالاتفاق کام کرتے ہیں اور گو
والیرے اعظم کا لحاظ اُن کی عمر کے پاس ادب زیادہ ہوتا ہے تاہم
کوئی کام - بغیر دونوں والیرے کی منظوری کے درجہ و ثوق کو نہیں
پونچتا - وسط بٹ مین - جہاں دو جنگ پن ساتھ مقرر ہوتے ہیں
اور دو ہر انتظام ہے - یہ طرز حکومت عام ہے - مگر مغربی بٹ مین
بالاستناے دو گارفنس ہونے کے اسے کوئی جانتا بھی نہیں یہ سچ ہے
(بٹ کی عورتیں)

(پشت پر ٹوکریان بندھی ہیں - اور کمر سے مالا اور بختی ہوئی گھنٹیاں
لٹک رہی ہیں جن کی آواز دور تک پہنچتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ
عورتیں آ رہی ہیں)



کہ نکلا کوٹ میں چنگ پن کے ساتھ راہب بھی اجلاس کرتا ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی آئین بھی ذرا شک نہیں۔ کہ سول کے کل انتظامی معاملات کے متعلق سول انیسر کی رائے راہب کی رائے سے زیادہ تر وقعت رکھتی ہے۔ جن مکانات میں وائس رائے سکونت رکھتے ہیں وہ نہایت کم حیثیت اور آرام کے لحاظ سے بھی بہت گئے گزرے ہیں۔ یہ تنگ و تاریک اور اکثیف ہیں۔ اور مینھ کا ان میں بالکل بچاؤ نہیں ہے۔ انہیں گزر ہونا بہت مشکل ہے۔ مگر ریاست کے کاروبار میں اس قدر سہل انکاری سے کام لیا جاتا ہے۔ کہ کبھی ان مکانون کی درستی کا قصد بھی نہیں کیا جاتا۔ بیان کے لوگوں کی یہ بات دیکھ کر تعجب نہ ہونا نامکن ہے۔ کہ گوانلی گردن وود داقاؤن۔ حکام اور پوجاریوں کی سخت حکومت کے نیچے دلی ہوئی ہے۔ مگر پھر بھی ان کے ہر کام سے ایک طرح کی خوشدلی و مسرت ظاہر ہوتی ہے۔ شروع طفولیت ہی سے اس قوم کے بچوں کی پرورش اس انداز سے کی جاتی ہے کہ انہیں سختی برداشت کرنے کی عادت ہو۔ باوجود وہاں کی آب و ہوا کے سخت آزار رسان ہونے کے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو دیکھا گیا ہے۔ کہ ننھے دوڑتے پھرتے ہیں۔ حالانکہ آئین شک نہیں۔ کہ آئین سے وہی زندہ رہتے ہیں۔ جو تناور اور توانا ہوتے ہیں۔ باقی بچپن ہی میں مر جاتے ہیں یہ شروع ہی سے موسمون کی گرمی سردی سے رہنے کا سبب ہے کہ آگے چل کر مرد اور عورتوں کو کپڑے پہننے کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ موسم بہار کے ایام میں جس روز

غوب سردی ہوتی ہے اور ہم سب نہایت گرم کپڑے پہنے خوش ہوتے ہیں۔ اُس روز یہاں کے مردوں کو دیکھا ہے کہ کمر تک ننگے ہیں۔ اور کام کر رہے ہیں۔ دایکین طرف کا آدھا جسم کھلا رکھنا۔ تو یہاں کے مرد و عورتوں کا عام دستور ہے۔ باقی جسم ایک پوسٹین سے ڈھنکا رہتا ہے۔ اور گردن اور سینہ کا کچھ حصہ دونوں مرد اور عورتوں کا تو تقریباً ہمیشہ کھلا ہی رہتا ہے۔ یہ لوگ سردی میں رہنے کے سہرہ عادی ہیں۔ کہ جاڑے کے موسم میں بھی ہمارے علاقہ کی پہاڑیوں کی مری ان کے لیے گرمی ہے۔ جسے وہ برداشت نہیں کر سکتے۔ اور جب یہاں آتے ہیں۔ تب تبدیل آب و ہوا کے سبب سے پھوڑے ٹھنسی نکلنے کی شکایت کیا کرتے ہیں۔ اس کی وہی مثال ہے جس سے سب واقف ہیں۔ یعنی تبت کے بچے۔ اٹھ ہزار فیٹ سے نیچے نہیں آتے ہیں۔ اور آتے ہیں تو تبدیل آب و ہوا کے سبب سے مرجاتے ہیں۔ اور ڈوکیا لوگ اپنی بھڑکڑیوں اور دیگر جانوروں کو دس ہزار فیٹ سے نیچے نہیں لاتے۔ عوام الناس زیادہ تر سخت جاہل۔ اور توہمات باطلہ کے قبضہ ضلالت میں گرفتار رہیں۔ جسکا اثر ان کے ہر کام میں داخل ہے یہ ایک عام بات ہے۔ کہ جس کو دیکھیے وہ بہت سے تعویذ پہنے ہوئے ہے انہیں سے کوئی چھپک کا تعویذ ہے۔ کوئی حادثات سے بچنے کا۔ اور کوئی کاروبار میں کامیابی کا و علیٰ ہذا تمام قوم کا نون میں بالے۔ ہاتھوں میں پھلے۔ بازو بند وغیرہ اور نیلم پہننے کے عادی ہیں۔ جو نگاہ بد سے بچنے کا

خاص علاج ہے۔ (مگر وہ نیکم جس کا رنگ پھیکا نہ پڑ گیا ہو) بھوٹے اس کی بڑی تجارت کرتے ہیں۔ مگر تعویذوں کے اثر کی ایک بڑے غضب کی تشریح یہ ہے۔ کہ خود ولائی لاما کے چچک نکلی۔ جہاں جاسیئے وہاں بودھ مذہب کی کتابوں کے فقرے بتی اور سنسکرت کی زبان میں کھدے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور اوم مانے پدم ہنگ کا منتر۔ لب سرک خانقاہوں کے گرد پتھروں پر اور درون کی چوٹیوں پر کھدا ہوا نظر آتا ہے۔ اور یہ ب (تبت کا ایک لقرئی تعویذ اور دیپتھر جنہیں ذیل کے الفاظ گذرہ ہیں اوم نی پر ہنگ)



خوش اعتقاد لوگوں کے ہدیہ ہیں۔ اس متبرک منتر کے الفاظ بھی ان لوگوں کا وظیفہ ہے جو تسبیح خوانی۔ اور چرخ دعا گردانی کے عادی ہیں۔ بائیمہ لوگوں کو یہ خبر نہیں کہ اس کے معنی کیا ہیں۔ اوم مانے پدم ہنگ۔ جے ہو کنول کے پھولوں کے سرتاج کی جے ہو۔ (جس سے مراد ولائی لاما ہے۔ جسے درجہ الوہیت حاصل ہے) ہر طرح کی قباحت اور صعوبت سے جو نہاں

کے حصہ میں ہے پناہ میں رکھنے کی ہر ایک قوی التاثریت سمجھی جاتی ہے۔ اور اس کے الفاظ لوگوں کی نگاہ میں ایک طلسم قابل العمل کا اثر رکھتے ہیں۔

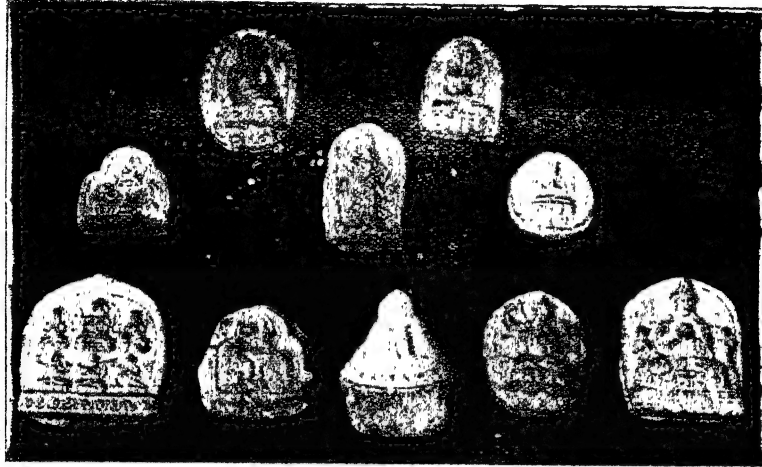
لیکن لوگ تعلیم کے فوائد سے بخوبی واقف ہیں کیونکہ اگرچہ وہ ان سرکاری مدارس یا نجی کے مکتب کسی قسم کے نہیں ہیں۔ تاہم لوگ خانگی طور پر خواہ خالقانہوں میں خواہ جنگ بن کے قلعہ میں۔ یا گاؤں میں کسی کٹھن ملاہی سے تعلیم حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس بات کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہاں کیسے کچھ لوگ لکھے پڑھے ہیں مغربی تربت میں تعلیم نسوان کی طرف مطلق توجہ نہیں ہے۔ اس حساب سے یہاں کی اور لاہسا کی حالت میں۔ جہاں تجار اور عمائد کی عورتوں کا پڑھا لکھا ہونا۔ جیسا کہ ہے بیان کیا گیا۔ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے بہت کچھ فرق ہے۔

سرکاری عہدہ داروں کے ناجائز مطالبات یا ڈاکوؤں کی غارتگری کے خلاف گروہ بندی کر لینے سے بھی لوگ ناواقف نہیں ہیں۔ مثلاً وہ روک ہی کے لوگ تھے۔ جنھوں نے گرن چکنا کے سخت ناجائز مطالبات کے خلاف جو ایک بے اصول شخص تھا بغاوت کی تھی اور متبرک جھیلوں کے مشرق میں جو ہو ریا (مصرعہ نمبر) لوگ رہتے ہیں۔ وہ بھی ینگ جنگ۔ یعنی سرکاری تاجر سے۔ مال خریدنے کے معاملہ میں بہت کڑے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ بے انتہا مال دار ہیں۔ اور لاہسا کے حضور تاک اپنے حقوق کے اظہار کا (بذریعہ رشوت) مفقود رکھتے ہیں

ہیان کے مردوں میں ہمیشہ ایک طرح کی زندہ دلی پائی جاتی ہے جسکی وجہ سے وہ اس لائق ہیں۔ کہ سفر میں اور مصیبت کے وقت ساتھ رہیں۔ لہذا یہ دیکھ کر ضرور ہر شخص کو افسوس ہوگا۔ کہ یہ ایک ایسی گورنمنٹ کے ماتحت ہیں جو ان کے حقوق کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتی۔ اور ایسے راہیوں کے بچہ اختیار میں گرفتار ہیں۔ جو ہر موقع پر ان کا خون چوسا کرتے ہیں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی جہانی حالت اچھی نہیں ہے ان کے بدن میں نہ وہ سکت پائی جاتی ہے۔ نہ ان کے چہروں پر وہ تازگی ہے جو بھوٹانی عورتوں کی ایک خاص صفت ہے اس کا سبب بے شک شہتہ تعدد شوہران کا رواج ہے اہل یورپ کے شیک ہیڈز ہاتھ ملانے کا طریقہ ہیان پر عام طور سے رائج ہے۔ اور یہ ایک معمولی بات ہے۔ کہ جب دوست احباب کچھ عرصہ کی مفارقت کے بعد ملتے ہیں۔ تو یہ اس طرح صاحب سلامت کرتے ہیں جس طرح کہ ہم لوگ کرتے ہیں۔ تمام حکام نے ہم سے ملاقات کے وقت ونیز رخصت ہونے کے وقت ہاتھ ملائے۔ اور ہنسنے بھوٹیوں اور تبتوں میں بھی یہی طرز سلام علیک دیکھا۔ جنگ پن کے روپرو یا اس کے ملاقات کے وقت ہاتھ سے سر کی ٹوپی اتار لینا بھی ہیان کے تجارا اور عوام کا عام دستور ہے۔ لیکن نیچے درجہ کے لوگ ایسے موقع پر زبان باہر نکال دیتے ہیں۔ اور وہ بھی کچھ تھوڑی سی نہیں۔ بلکہ جہاں تک نکالنے کی سکتی ہے۔ سوداگروں کی دوکان پر خرید و فروخت کے لیے یا محض ملاقات کیلئے

(کینٹیا یا مردون کی یادگار میں)

امت کے دیوتاؤں کی مٹی کی صورتیں جو سانچوں سے بنائی جاتی ہیں ایسی سیکڑوں صورتیں غاروں اور متبرک مقامات میں پائی جاتی ہیں اور ہر ایک میں چند تاراج کے دانے ہوتے ہیں جو بعض دفعہ بھوٹ آتے ہیں۔ یہ موت کے بعد جاودانی (مسیح کی نشانی ہے)



جائیے تو چارہ کی تواضع ایک معمولی لوازم ہے۔ اور حکاموں کے ساتھ ہماری ملاقات کے وقت ان کے ملازم دو دو تین تین مرتبہ چارہ کی پیالیاں لے کر آتے تھے۔ اور وہ آہستہ آہستہ چارہ پی کر پیالیاں اُس کر دیتے تھے۔ یہ پیالیاں سنگ سلیمانی اور شیش کی ہوتی ہیں اور بعضی نہایت بیش بہا ہوتی ہیں۔ ینگ چنگ نے ہم کو ایک پیالی دکھائی۔ جو چھ عدد گنی۔ یا قسراً ۱۹۶۷ روپیہ قیمت کی تھی اور حسیا بل القدر مہمان ہوتا ہے۔ اتنی ہی قیمتی پیالی میں میزبان کی طرف سے چارہ پیش کی جاتی ہے۔ ینگ چنگ نے ہم کو مختلف درجوں کے مختلف قیمتی کے مہانوں کے سامنے رکھنے کے لائق پیالیاں دکھائیں یہاں عام

طور سے وہ چار استعمال کی جاتی ہے۔ جو برکٹ ٹی (قرص والی چار) کے نام سے مشہور ہے۔ جس کی پیون کو دبا کر سخت ٹکلیا سی بنا لیتے ہیں اس چار میں۔ یہ بات نا در کہنے کے لائق ہے کہ کسی ایسی چیز کی آمیزش کرتے ہیں جس کی وجہ سے تیار ہونے پر اس کا رنگ سُرخ اور خون میں گرمی پیدا کرنے کا اثر تیز ہو جاتا ہے۔ وہ کیا چیز ہے۔ جس کی آمیزش کی جاتی ہے۔ یہ ایک مار ہے جس کے پوشیدہ رکھنے میں چین کے کارخانہ دار بہت کچھ احتیاط رکھتے تھے۔ لیکن کماؤن کے ایک کارخانہ والے کو۔ جس کا نام (Berenag Tea Coy) - اتفاقاً اُس کا پتہ لگ گیا۔ اور اس کی صورت یہ ہوئی۔ کہ انھوں نے جو ایک ٹکلیا چار مذکور کی توڑی تو اس میں ایک پتہ اُس گھاس کا نکلا جو آمیزش کے کام میں لائی جاتی ہے۔ اور جو غلطی سے رہ گیا تھا۔ اس پتے کو خوب دیکھا بھالا گیا۔ اور پتہ لگاتے لگاتے یہ پتہ لگا۔ کہ وہ ایک ایسی جنگلی گھاس کا پتا ہے۔ جو چارے علاقہ کی پہاڑیوں میں بہ کثرت پیدا ہوتی ہے۔ اور تجربہ کرنے پر چار کا رنگ سُرخ اور اس کے اثر میں تیزی کا پیدا ہو جانا تھا۔ کہ کل افشار راز کا لیتین ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اب اس کمپنی کی چار بت میں عام طور سے پسند کی جاتی ہے اور ڈابا کے چنگ پن کا تو معمول تھا۔ کہ اسے چین کی چار پلایا کرتا تھا۔ اور آئندہ تجارت کے طور پر بھی اس شے کی فروخت ہونے

مین اس بات کا زیادہ تر اثر پڑے گا۔ کہ آیا اسین گھاس مذکور کی آمیزش ہے یا نہیں۔
 گارٹنک کے سفر سے اور زیادہ تر کامیاب سفر کیا ہو سکتا ہے۔
 اور گارٹنک کے ساتھ۔ ہمارے تعلقات بھی وہ تعلقات تھے جنہیں
 خاطر خواہ کہنا چاہیے۔ ان کی پوشاک بھی مثل دیگر عمدہ دارون کی
 پوشاک کے چینیوں کی سی تھی۔ مگر درباری ٹوپی زرد رنگت کی تھی۔
 جس میں ایک ٹبن کے ذریعہ سے ایک پھندنا اور ایک دستہ لگا تھا
 ٹبن صاف شفاف نیلے رنگ کا تھا جو دایسرے کے عمدے کی
 جو سلطنت میں تیسرے درجہ کا رکن ہے۔ نشانی ہے۔ یہ وضع ایک ٹی
 بھاری سی۔ عینک لگانے پر۔ جو دماغی قابلیت کی علامت ہے۔ درجہ
 تکمیل کو پہنچ جاتی ہے۔ ہمارے ملاقات کے وقت یہ لوگ عینک تار
 دیا کرتے تھے۔ اس لیے کہ اس سے اُن طرح طرح کی دل چسپی
 چیزوں کی دیکھ بھال میں۔ جو ہم ان کو دکھاتے تھے ایک طرح کا برج
 ہوتا تھا۔ ہندوستان کے امرا و شرفاء میں۔ پان الاچھی و عطر
 کی تواضع کا ایک عام رواج ہے۔ میں نے یہ سوچ کر۔ کہ ممکن ہے
 کہ تبت کے دایسرے۔ ہندوستان کے آداب سے واقف ہوں۔
 اور اس ملک کے عام دستور کے بموجب ہم سے اس کی پابندی
 کی توقع رکھتے ہوں حکم دیا۔ کہ پیرس کی ساخت کے اعلیٰ درجہ کی
 عطر کی شیشی کھولی جائے۔ لیکن اُس کا کچھ عجب بیہودہ اثر ہوا۔ اور
 معاً۔ چھوٹے دایسرے نے۔ شیشی کھلتے ہی بڑے زور سے اپنی

(سرکاری چار فروخت کے لیے چڑے مین بندش کیجاتی ہے)



ناک بند کر لی۔ اور کہا مجھے اس سے معاف رکھیے۔ اہل تبیت ہر قسم کی خوشبو سے اجتناب کرتے ہیں۔ سلسلہ کلام کے لیے۔ بندوق ریفیل و تصویریت سے بہت کچھ مصالح ہاتھ آتا تھا۔ بندوقین تو اہل یورپ کی قدرت و طاقت کا نشان دیتی تھیں اور تصویرون سے بالکل ایک نئی دنیا ان کے پیش نظر ہو جاتی تھی۔ ہمارے وہاں سے رخصت ہونے کے وقت تک۔ ہمارے اور وائسرایون کے درمیان ایک سچا رابطہ قائم ہو چکا تھا۔ اور انھوں نے اس بات کے انتظام مین۔ کہ واپسی کے وقت ہم کیسفر مین ہر طرح کی آسائش حاصل ہو کوئی وقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ بلکہ یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمارے ساتھ وائسرایلے کا پروانہ اس مضمون کا تھا۔ کہ جس شے کی ہم کو ضرورت ہو۔ اُس کا فوراً اور سب سے پہلے انتظام

کیا جائے۔ حقیقت حال یہ ہے۔ کہ بہت کے راستہ میں مختلف چوکیاں اور پڑاؤ ہیں۔ اور ہر پڑاؤ و چوکی کے بیچ جدا جدا جگہوں کو جاتے ہیں سالہا سال سے یہی دستور چلا آتا ہے۔ اور ہر شخص اس کو جان گیا ہے مثلاً سار کے بیچ۔ ناکبو۔ برخا۔ اور گارٹک کو جاتے ہیں۔ اور برخا کی چوکی کے بیچ سارٹکلا کوٹ اور تھوک چن کو جاتے ہیں۔ وعلیٰ ہذا۔ ناکبو کے بیچ۔ صرف گارٹک و سار کو جاتے ہیں۔ اگر کوئی مسافر کسی پڑاؤ یا چوکی پر کسی ایسے وقت پہنچے۔ کہ وہاں کے بیچ کسی دوسرے مسافر کے ساتھ۔ اگلے پڑاؤ کو چلے گئے ہوں۔ تو اُن کے واپس آنے تک مسافر مذکور روانہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس میں ایک ہفتہ کی دیر لگ جاتی ہے۔ مگر واپس اے کے حکم کے سامنے کل ضرورتیں بالکل طاق ہو جاتی ہیں۔ یہ سب پر غالب تھا۔ اور ہم کو ہر پڑاؤ پر بار بار کے جانور تیار ملتے تھے۔ گارٹس اس سے زیادہ کیا اظہار دوستی کر سکتے تھے اور ہماری طرف سے بھی۔ اس امر کی کوشش میں کہ ہماری ملاقات دل چسپ اور استحکام دوستی کا موجب ہو کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا گیا۔

سرشام ڈیرون کے نصب کرنے کے متعلق بہت سی یادگاریاں ہیں جو سفر بہت کے اس روزانہ زندگی کی یاد دلاتی رہتی ہیں جس کا ہمیشہ یکساں اور بجائے خود بے لطف سمجھے جانے کے باعث بھول جانا ممکن تھا۔ حالانکہ درحقیقت آدمی اس لطف صحبت کو جلد بھول جاتا تھا۔

(سفری نجمہ - ایک ایک قضا میں رہی سے بندھے ہوئے ہیں)



جہاں عمدہ موقع ہو اور ہم مذاق لوگ جمع ہوں۔ ہماری تحویل حافظہ
 میں۔ یہ یادگار بیان تین قسموں پر منقسم ہیں۔ ایک ناقابل برداشت
 ناقابل برداشت۔ اور ۳۔ دل خوش کن۔ پہلے میں نہایت
 روکھی بھکی باتیں شامل ہیں۔ مثلاً منزل دور اور تیز ہوا کے رخ چلنا
 تبتی بچوں کا بالخصوص شوق و شریر ہونا۔ اور بعض اوقات لدے
 ہوئے بوجھ کو گرا دینا۔ غروب آفتاب کے بعد۔ کسی کھلے میدان
 پر پہنچنا۔ جہاں ہوا کی کسی طرف سے روک نہ ہو۔ اور ایندھن کے
 لیے پرش و دوکا نام نہ ہو۔ بخون کا سنگ پکڑ کر لادنا جانا۔ ان کا دنگا کرنا
 اور چھٹا کر اندھا دھند بھاگنا۔ اور بھاگنے میں ڈیرے کی چوہوں
 اور صند وقوں کا جہاں تہاں گرا دینا۔ ہانکنے والوں کا۔ ان کے
 گوبچن میں پتھر رکھ کر مارنا پتھروں کا سناٹے کے ساتھ جانا۔ اور
 دھاکے سے بخون کے لگنا۔ کبھی میخ گاڑنے کی (مونگر سی) کا کھو جانا۔
 اور کبھی آدھی چوب کا ہلنا۔ میخ برستے میں ڈیروں کا نصب کرنا۔
 ہوا میں نہ اڑنے دینے کے لیے اُن کی پالوں پر بڑے بڑے پتھروں
 کا رکھنا۔ ہمارا۔ بچا بچایا۔ سرد کھانا کھانا۔ اور باقی سب لوگوں
 کا۔ جواتے خوش قسمت نہ تھے ہوا میں ایندھن نہ جلنے کے باعث کھانا
 نہ پکانا۔ صرف شکر۔ اور شکر ملا ہوا آٹا۔ (یعنی کسار) پچانک کر
 رہنا۔ پھر وہ سناٹے کا عالم اور سب کا خواب غفلت میں سونا۔
 پہرہ والیا گشت کرنا۔ اور دل ہی دل میں۔ یہ دیکھ کر۔ کہ سب گرم تر

میں پائون پھیل گئے سوتے ہیں۔ رشک کرنا۔ غرضکہ یہ وہ متعدد یادگار یان ہیں۔ جو منازل ناقابل برداشت کے نام سے موسوم کی گئی ہیں دوسری جانب اس کے خلاف۔ ذرا دھیان کرو۔ کہ ایک مرغزار ہے۔ جس میں آہستہ آہستہ دریا روان ہے۔ لوگ مچھلیاں پکڑ رہے ہیں۔ (ہاتھ سے خال یہاں نہیں ہوتے) ہوئے محفوظ مقام ہے۔ اینڈر سن کی بہتات ہے۔ عالم تصویر ہے۔ اور اس میں ہمارے ڈیرے لگنے کی طرح جڑے معلوم ہوتے ہیں۔ رات کو جی خوش کرنے والی آگ کا جا بجا جلنا اور یہ گواہی دینا کہ آج شام کا کھانا لوگوں کو اطمینان کے ساتھ ملا ہے۔ اور ان کے دیر تک بھٹتے بولتے رہنے سے یہ معلوم ہونا۔ کہ سب باطمینان ہیں اس پر چاند کی وہ نور افشانی جس کی نظیر اس خوبصورت دنیا میں اور کہیں نہیں پائی جاتی۔ ایسے موقع اور ایسی باتیں آدمی سہل بھولنے والا نہیں۔ ان کے ساتھ وہ باتیں اور شامل کیجیے۔ جو دونوں کیفیتوں کے درمیان میں ہیں۔ تو یہ تبت کی وہ یادگار یان ہیں۔ جو ہمیشہ دل پر نقش رہیں گی۔ اور صرف اس لیے کہ وہ ہمارے روزمرہ کے تجربے ہیں۔ فقط۔

سوطھوان باب

بازار گیانیا۔ وادی ستلج اور امیزن۔ عورتوں کی
سلطنت کا بیان

تیرتھ پوری سے گیانیا کی راہ میں۔ مسافر کو دومرتبہ ۵۰ فٹ بلند
ہونا پڑتا ہے۔ اول درہ چیتتب پر۔ اور دوسرے چھو جا تھول کے
ایک آگے کو بڑھے ہوئے سلسلہ کو ہی پر۔ پانی میسر نہ آنے کے
لحاظ سے اثناء راہ میں صرف دو مقام ایسے ہیں۔ جہاں پر فروکش
ہو سکتے ہیں۔ ایک تو ایک چھوٹے سے چشمہ کے کنارہ پر اور دوسرے
ایک ڈبرے کے کنارہ پر۔ ان دو مقاموں کے علاوہ اور کسی جگہ
پانی کا نشان تک نہیں۔ باہینہ ایک خاص نقشہ میں حبکا میں نام
نہ لونگا۔ یہ اظہار کیا گیا ہے۔ کہ یہ ملک دریاؤں سے مالا مال ہے۔
خوبی قسمت سے ہمارا اسی ڈبرے پر قیام ہوا۔ اور آہن شک نہیں۔
کہ اگر ایک سپاہی پانی کی آمد۔ بھرے جانے اور جانوروں کو پلانی کی
ہر وقت نگرانی اور انتظام نہ کرتا رہتا۔ تو ہم سب یقیناً بیمار پڑ جاتے۔ گیانیا کا
باقی راستہ ایک مسطح میدان سے گذرتا ہے۔ اور وہاں کا قلعہ جو گیانیا
ہی کے نام سے مشہور ہے ویر سے نظر آتا ہے۔ اس لیے کہ یہ ایک
بہت بلند مقام پر بنا ہوا ہے۔ اس قلعہ میں اب کل عاتین کھنڈ پڑی ہیں

گمران کی رہی سہی شان سے یہ امر بخوبی ظاہر ہے۔ کہ کسی وقت
میں وہ ایک نہایت مستحکم مقام ہوگا۔ یہ میدان ایک مرتفع میدان ہے
جسکی بلندی تقریباً اُس مقام کی بلندی کے برابر ہے جو آگے
بڑھ کر شمال کی جانب واقع ہے۔ حسین متبرک جھیلین واقع ہیں۔
اور جوگا ٹمک اور مغرب کی جانب پھیلا ہوا ہے۔ گیارہ کاح مرتفع میدان
شب چلام کی منڈی۔ اور وادی ستلج کے کنارہ کنارہ پنڈرہ ہزار
فیٹ کی بلندی سے شروع ہو کر نشیب کی جانب بتدریج چودہ ہزار
فیٹ تک ڈھلوان ہوتا چلا گیا ہے۔ ستلج کے کنارہ کنارہ مفضلہ
ذیل گائون آباد ہیں۔

خینگ لنگ ۱۷۰۰ فیٹ۔

ڈونگ پو ۱۷۲۰۰ فیٹ۔

ڈابا (دارالخلافہ جنگ پن) ۱۳۹۰۰ فیٹ۔

اور اس مرتفع میدان کے تحت میں دریائے ٹوٹ لنگ یا ٹونگ

کے وادی میں ۱۷۲۰۰ فیٹ کی بلندی پر مغربی تبت کے کالہون کے

سردار کی خانقاہ ہے۔ اور ۱۷۴۰۰ فیٹ کی بلندی پر ایک مقام

چیرانگ نامے ہے جو ایک دوسرے جنگ پن کے ایام گیا کی قیامگاہ ہے

Daba ۵۳ Dongpu ۵۲ Khyunglung ۱

Chaprang ۵۵ Totling or Toling ۵۴

(گینا نیا کا بازار)



یہ عجیب بات ہے کہ گلیانیا کا میدان پتھروں سے بالکل خالی ہے۔ جنگلے باعث اُس مرتفع میدان میں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ جو زیادہ تر شمال کی سمت میں ہے پس بہن اپنے دل میں اس بات کی بڑی خوشی تھی کہ اب سفر آسانی سے طر ہوگا۔ اور بیچارے بار برداری کے جانور دن کے پیر زخمی ہونے سے بچینگے۔ اس مقام کی ایک اور خاص بات یہ ہے۔ کہ رات کے وقت یہاں کی زمین نہایت ٹھنڈی ہوتی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہاں کی برفستانی پہاڑوں کا سلسلہ یہاں سے قریب ہے۔ یہاں پر سال میں بہت عرصہ تک زمین پر تقریباً تین فیٹ تک برف جمی رہتی ہے۔ ہم کو اس بات سے پہلے ہی سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ لہذا شاگرد پیشہ کے لوگ جو ہمیشہ زمین پر سونے کے عادی تھے۔ خوب بچھوٹے بچھا بچھا کر سوتے اور اس طرح وہ اُن امرٹھن سے بچے رہے جو سردی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس مرتفع میدان میں دو منڈیاں ہیں جہاں سال بھر میں صرف دو مہینے سوداگر جاتے ہیں۔ یہ دونوں منڈیاں ایک دوسرے سے چار میل کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ انہیں سے ایک کو ہم گلیانیا کہتے ہیں اور دوسری کو چھکارا۔ مگر تبت کے لوگ پہلی کو کھر کو اور دوسری کو گلیانیا کہتے ہیں۔ ناموں کا یہ اختلاف ایک ایسے شخص کے لیے جو سرحد کے حالات سے بخوبی واقف نہ ہو۔ بڑے مغالطہ میں ڈالنے والا ہے۔

یہ دونوں مقام بر خا کے تاجم کے علاقہ میں ہیں۔ اور تاجم مذکور کو جیسا کہ ہم شروع کے صفحوں میں بیان کر آئے ہیں۔ ایک تکل کوٹ کے جنگ میں کے علاوہ۔ تبت کے کل عمدہ داروں کے مقابلہ میں ہمارے قلمرو کے باشندوں سے زیادہ سابقہ پڑتا ہے۔ جو تاجر گینا کو آتے ہیں۔ وہ صرف ان دو ہی مہینوں میں جبکہ منڈیاں کھلی ہوتی ہیں۔ ۵۰۰ ۶۰ پونڈ سالانہ کی خرید و فروخت کرتے ہیں۔ باوجود اس قدر تجارت کے اور اس امر کے۔ کہ نقشوں میں گینا ایک بہت بڑا شہر دکھلایا گیا ہے۔ وہاں کسی قسم کی کوئی عمارت نہیں ہے۔ اس لیے کہ تاجم اس خوف سے۔ کہ مبادا روح زمین کو صدمہ پہنچے وہاں مکان بنانے کی اجازت نہیں دیتے۔ اور کل میدان مختلف رنگ قد و قامت (بر خا تاجم اپنے خیمہ کے سامنے کان میں بلی ملاحظہ ہو۔ کپڑوں میں گرمی زیادہ رکھنے کے لیے گدی لگائی ہے)



اور طرز و وضع کے ڈیرون سے بھر نظر آتا ہے۔ لاہسا کے سوداگروں کے سفید اور خوش وضع ڈیرون کے پہلو بہ پہلو۔ ٹوکپا قوم کے خانہ بدوشوں کے سیاہ ڈیرے کھڑے نظر آتے ہیں۔ پھر جھوٹیوں کے ڈیرے ہیں۔ جو مثل نیلی جوہر و دریا اور بیانون وغیرہ ملک بھوٹ کے مختلف درون اور حصوں سے آتے ہیں۔ یہ اگرچہ دیکھنے میں سادہ ہوتے ہیں۔ مگر بڑے آرام دہ ہوتے ہیں۔ اور اہل تبت کے ڈیرون سے شکل و صورت اور رنگ میں بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ تجارت ہر خیر دل سے اس امر کے خواہاں ہیں۔ کہ وہاں مال کا ذخیرہ جمع رکھنے کے لیے کسی قسم کے مکان بنالین لیکن تبتی حکام کے یہودہ اور طفلانہ خیالات ابھی تک اُن کے اس ارادے کو پورا نہیں ہونے دیتے۔ علیٰ ہذا کلا کوٹ میں بھی جہاں انھوں نے جنگ پن کی اجازت سے مکانون کی بنیادیں اور چار دیواریاں قائم کر لی ہیں یہ اجازت نہیں ہے۔ کہ وہ اپنے گھروں کو سلیٹ کے پتھر سے جو یہاں بالخصوص عمدہ ہوتا ہے پاٹ لیں۔ اور خیال صرف یہ ہے۔ کہ روح زمین کو صدمہ پہنچے گا۔ پس بجائے چھتوں کے وہ کپڑے کی چادر سے جو شامیانہ کی طرح خوب تنی کسی ہوتی ہیں کام لیتے ہیں۔ اور گوانسے گرد و غبار کی روک ہو جاتی ہے۔ مگر بارش کی حالت میں یہ کچھ کام نہیں دیتیں۔

جس سال ہمارا سفر واقع ہوا تھا۔ یعنی ۱۹۵۹ء میں اُس سال

مغربی تبت میں چند سال گذشتہ کی بہ نسبت بارش کم ہوئی تھی اور اس سبب سے تمام ملک خشک پڑا تھا۔ اور عام طور پر یہ خوف تھا۔ کہ مبادا جنگلوں میں گھاس کم ہو۔ اور گھاس کم ہونے کے یہ معنی ہیں۔ کہ گویا وہ ہزاروں مالکان مولشی کے نقصان اور بربادی کا موجب ہے۔ چارے کا کم پیدا ہونا اس گلہ بانوں کے ملک میں سخت مصیبت کا رویکا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ان دونوں منڈیوں کے حال پر ہی نگاہ کیجیے۔ جو ایک ایسے قطع زمین کے قریب واقع ہیں۔ جسے معمولی طور پر۔ دلدلی زمین کہتے ہیں۔ جو بے شمار ایکڑوں تک پھیلی ہوئی ہے۔ جہاں ہزار ہا بھیڑوں اور جمبوں کے چرنے کے لائق گھاس پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اس سال زمین میں تری کا نام نہ تھا۔ اور آخر ماہ اگست تک جو عموماً بارش کا مہینہ ہے۔ تجارتوں کو قلت چارے کی شکایت تھی۔ اور تبت کے لوگوں کے دلوں میں آئندہ کی بابت طرح طرح کے بُرے خیالات پیدا ہوتے تھے اور انھیں آثارِ خراب نظر آتے تھے۔ ہمارے سفر کے حق میں تو خشک موسم فی الحقیقت نہایت ہی غنیمت تھا۔ اس لیے کہ موسم کی گرمی کے باعث ہم کو ایک طرح کا حظ حاصل ہوا جو اور کسی صورت میں نہوتا۔ چنانچہ ہم کو اس امر کی بہت کچھ مبارکبادیاں دی گئیں۔ اور کیوں نہ دی جائیں۔ اس لیے کہ ہم نہایت خوش قسمت سمجھے جاتے تھے۔ مگر یہ ممکن نہ تھا۔ کہ ہمارے دل کو وہ اُدا سی اور پُر مِردگی دیکھ کر جو ہر طرف چھائی ہوئی تھی۔ اور

اُن جفاکش چر دا ہون کی شکایتیں سن سن کر جوہم سے اپنا کل دُکڑا صاف
صاف کہہ ڈالتے تھے سچ نہو۔

مغربی تبت کی آب و ہوا ہر موسم میں تکلیف دہ ہے۔ دھوپ ایسی
تیز ہوتی ہے کہ اگر ہوا سے پناہ ہو۔ تو وہ ٹوپی اپنا اچھا معلوم ہوتا ہے جو ہندوستان
میں دھوپ کی تیزی کے وقت پہنی جاتی ہے۔ اور بھوٹے سوداگروں کا
(ایک بتی لا ماسوت بٹ رہا ہے۔ اہل تبت اور بھوٹے مرد و عورت تمام
دن چلتے وقت یا بیٹھے ہوئے یا بوجھ لٹھاتے ہوئے برابر یہ کام کرتے رہتے ہیں)



بیان ہے۔ کہ مصری کے کوزے۔ جو ہندوستان میں۔ اور ہندوستان ہ
تبت کے اثنارہ کے وادیوں میں جاڑے کے موسم میں نہیں کھلتے۔
وہ یہاں سخت دھوپ میں کھل جاتے ہیں۔ ہوا چلنے کی حالت میں بھی
جو بہت دیر تک زور سے چلتی رہتی ہے۔ انسان تابش آفتاب کو نہیں
بھولنے پاتا لیکن اگر ابر ہو جائے۔ اور مینھ کا ایک چھینٹا پڑ جائے۔
تو فوراً سردی چپک آتی ہے۔ اور دھوپ کے وقت کی ٹوپی کے بجائے۔
بال کلاوا کی ٹوپی پہننے کو جی جاتا ہے۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کے
باعث یہاں پر مسئلہ لباس ایک مشکل مسئلہ نظر آتا ہے۔ کیونکہ ایک شخص
ہے۔ کہ ابھی سردی سے ٹھٹھا جاتا تھا۔ یا ذرا سی دیر بعد تمازت آفتاب
سے بھنا جاتا ہے۔ ڈیرے بھی یہاں ایسے ہونے چاہئیں جو ہوا میں
گرنہ پڑیں۔ اور انکے پردوں پر خوب پتھر چنے جا سکیں۔ تاکہ ہوا کا دخل
نہونے پائے۔ جن ڈیروں میں کسل کا استر لگا ہو۔ راتیں ہوا اور رات کی
سردی بہت کم اثر کر سکتی ہے۔ اگر یہ کہیے کہ وہ بھاری ہونگے۔ تو تھوڑے
سے وزن بڑھ جائیے عوض میں آرام بھی بے حد ملے گا۔ ہوا کچھ ایسی انداز
ہے۔ کہ لوگوں کے لیے وہ ایک بلا بد ہے۔ کسی سمت کو ڈیرہ کا دروازہ
رکھیے یہ کچھ ایسا پلٹا کھاتی ہے۔ کہ ڈیرہ میں داخل ہو ہی جاتی ہے۔
اکثر ایسا ہوتا تھا۔ کہ ہمارے سپاہی اور شاگرد پیشہ کے لوگ ڈیرے بند
کیے اندھیرے میں بیٹھے ہیں اور باہر خوب دھوپ کھلی ہوئی ہے۔ میں
خود اکثر اس طرح بیٹھا رہا ہوں۔ کہ چار دن طرف ڈیرے کے پردے

پڑے ہیں۔ اور صرف ایک سوراخ جو اصل میں دھوان لٹکنے کا سوراخ تھا کھلا ہوا ہے۔ یہاں آتش دان بھی کچھ بہت کام نہیں دیتے۔ اس لیے کہ ایندھن اچھا نہیں ملتا۔ سرد کوہی کی لکڑیوں سے تو سخت بڑا آتی ہے اور ایلوں کو جلانا پسند نہیں۔ ایک اور دوسری تکلیف یہاں پر یہ ہے کہ شام کو روشنی کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ تیل تو یہاں میسر نہیں آتا اور موم بھی جو ہم جلاتے تھے۔ وہ شاگرد پیشہ کے لوگ قیمتی ہونے کے باعث جلا نہیں سکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ وہ عموماً اندھیرے میں بیٹھے رہتے تھے۔ دن کے وقت سورج کی چمک آنکھوں کو چوندھیائے دیتی تھی اور یہ امر لازمی تھا۔ کہ سہاگہ کا بہت سا سفوف اپنے ساتھ رکھا جائے ہمنے دیکھا کہ شاگرد پیشہ کے لوگ بھی اس علاج کی سیادگی۔ اور اس سے ہمیشہ آنکھوں کو دھونے کے فائدہ ون کی قدر کرنے لگے۔ یہاں پر قہص اور نیم سخت کھانے کے سبب سے پیش ہو جانے کی بھی بہت کچھ حتماً کرنی پڑتی ہے۔ بھوٹے۔ چار مٹھا چون (کسار) اور گوشت کھا کر رہتے ہیں۔ اور مفتون تک اُنکو اور کسی چیز کی پروا نہیں ہوتی لیکن عام پہاڑی لوگ اس قسم کی غذا کے عادی نہیں ہیں۔ وہ صرف یہ ہی چیزیں کھا کر نہیں رہ سکتے۔ اُنکے لیے چانول چپانی اور ترکاریاں اعلیٰ درجہ کی ضرورت سے ہیں۔ لیکن یہ آخر الذکر شے تو یہاں کبھی میسر نہیں آتی۔ اور چانول۔ اس قدر بلند مقام پر۔ جب تک خوب جوش نہ دیا جائے۔ کھانے کے لائق نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ کل شکر کے لوگوں نے چانول کا استعمال

بطور غذا چھوڑ دیا۔ اسلئے کہ اسلئے کھانے سے ہمیشہ بیماری پیدا ہوتی تھی۔ چپاتی پکانے کے لیے ایندھن کی ضرورت ہے اور آٹا گوندھنے اور پکانے میں دیر بھی لگتی ہے جس منزل میں ہوا زور کی ہوتی تھی اور ایندھن کمیاب وہاں روٹی پکانا مشکل ہو جاتا تھا۔ اور لوگ اکثر فاسہ سے رجاتے تھے۔ کیونکہ کسا رکھانے کے تو وہ عادی نہیں جو بٹیون اور بھوٹیون کی دوامی غذا ہے۔ نہ وہ اُن کی چار پی سکتے تھے جو آٹے مکھن اور نمک کا آب جوش ہوتی ہے۔ اسی چار کی پتی کے ساتھ اولاً ایک گھنٹہ تک بلکہ اس سے بھی زیادہ دیر تک خوب جوش دیتے ہیں اور پھر ایک چوٹے میں نکال کر تھتے ہیں۔ یہ نہایت محرک خون اور مقوی ہوتی ہے۔ بلکہ تقریباً ایک قسم کی غذا ہے۔ لیکن ہمارے آدمیوں کو اس سے نفرت تھی۔ اور سبکو بھی۔ وہ سادہ چار کو ترجیح دیتے تھے چنانچہ وہ انکو بکثرت دمی جاتی تھی۔ اور وہ اسکی قدر کرتے تھے۔ اپنے سفر کے حالات پر مکرر نظر کرنے۔ دینر لوگوں کی باتوں سے یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ سردی کی کل تکلیفات۔ پہاڑی بیماریاں۔ گرمی سردی میں کھلے رہنے کے مصائب سب آسانی سے سہے جا سکتے ہیں۔ مگر غداء مناسب کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو ناگزیر ہے۔ اور جس سے کبھی چھٹکارا نہیں۔

گیا نیما کے مقام پر رخا کے تارجم سے ہماری ملاقات ہوئی یہ وہی شخص تھا جو کچھ روز پہلے اس قتل کے مقدمہ میں جو گارڈنس کے اجلاس

مین پیش تھا۔ اور حسین یہ نکلا کوٹ کے پادری کے ایک نوکر کو قتل کرنے کے جرم میں ماخوذ تھا۔ کمینہ حرکات سے کام لے رہا تھا اسپر گارفس کے جرم مانہ کرنے کا مطلق اثر نہ تھا۔ بلکہ عام لوگوں کا تو یہ قول تھا۔ کہ وہ یہ کہتا ہے۔ کہ اسے کلیسا کے لوگوں پر ایک بڑی بھاری فتح حاصل ہوئی۔ اس کے فراج میں ایک گونہ تپاک و شائستگی اور ملائت تھی۔ اس سبب سے اسکے مٹنے میں ہمارا وقت بہت خوشی کے ساتھ گزرتا تھا۔ یہ بہت سال تک لاہر میں رہا تھا اور وہاں کے گوشہ گوشہ سے واقف تھا۔ پس یہ اُن تصویر دن کو جو ویڈیل صاحب اور لینڈن صاحب کی کتابوں میں ہین بہت شوق سے دیکھا کرتا تھا اور اسپر سخت نکتہ چینی بھی کیا کرتا تھا۔ ملک یورپ کی ہر چیز مثل تیچہ۔ بندوق۔ تصویر کھینچنے کے آلات۔ سیرین وغیرہ کے اور ملک یورپ کے تمدنی معاملات اور خیالات روس و جاپان کی تصویروں کو بھی بہت غور سے دیکھتا تھا۔ مجھے یہ تصویرات اپنے ملازمان تبت کو دکھانی پڑی تھیں۔ کہ وہ مجھے تقریباً کل ازبر یاد ہو گئی تھیں۔ علیٰ ہذا بندوق۔ تیچہ۔ وکیمر وغیرہ دکھانے کی بھی اتنی مرتبہ نوبت آئی تھی۔ کہ اُنکا دکھانا ترجمان کے لیے وبال جان ہو جاتا۔ مگر یہ لوگ اپنے کام کے برے پکے اور وفادار تھے اور ہر تبتی افسر کو یہ چیزیں دکھا کر اسکے بچہ شوق پڑھانے کی کوشش کرتے تھے۔ بلکہ یہ اُن لایق اشخاص کی بے تکن محنت ہی کا سبب تھا جس سے میں اُس کا میا بی کو نسیو کرتا ہوں۔ جو ہر جگہ پر حاصل ہوئی۔ اس معاملہ میں تاجم اور اس

نئے نیک چنگ یعنی سرکاری افسرین جو پہلے نیک چنگ کی جگہ مقرر ہوا تھا جو ہکو پہلی مرتبہ گارٹھاک میں ملا تھا۔ اور اب گیارہ ماہ میں موجود تھا بہت فرق تھا۔ یہ مابعد الذکر افسر اگرچہ ہر بات کو غور سے سنتا تھا اور ہر چیز کے دیکھنے میں بہت کچھ اشتیاق ظاہر کرتا تھا۔ مگر اسکے انداز سے یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ ہر وقت یہ سوچتا رہتا ہے۔ کہ ہندوستان کی حیا، بلا محصول فروخت کے لیے آنے لگے گی تو مجھے کس قدر نقصان ہوگا۔ اس نے ہم سے یہ بھی کہا۔ کہ میرے پاس تبت کی بہت سی چاؤ ہے جو میں لوگوں کے ہاتھ بچنے کے لیے لاہما سے لایا تھا۔ اور یہ ظاہر اس خیال سے بہت کچھ پریشان تھا۔ کہ اب یہاں کے بازار ہندوستان کی چاؤ سے پٹا چاہتے ہیں تبت کی سرکاری چاؤ۔ سرکاری آمدنی بڑھانے کی غرض سے بہت ہنسکی کہتی ہے۔ اور اس سبب سے ہندوستان کی چاؤ کا آئندہ رواج پھیل جانے کا یہاں بہت کچھ موقع ہے اور چونکہ یہ سستی ہے۔ اور لوگوں کو پسند ہے اس لیے ضرور ہے۔ کہ انکی بکری بہ کثرت ہو۔

جس گر مچوشی اور تپاک کے ساتھ ان دونوں افسروں سے ہماری ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ اس سے بڑھکر اور دوسری چیز کیا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ہم سے جدا ہونے سے قبل انھوں نے ہم سے فرمائش کی کہ ہمارے فوٹو کھینچ دیجیے اور ہم نے وعدہ کر لیا۔ اہل تبت خوب سمجھتے ہیں کہ فوٹو گرفت کیا چیز ہیں اور انکی فرمائش کرنے میں انھیں ذرا دریغ و مضائقہ نہیں ہوتا

(برخاکا تارجم اور اُس کی لڑکی)



اور ہمیشہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ تصویریں انھیں دین چھاپ چھوپ اور تیار کر کے دیدی جائیں۔ چنانچہ جس نیگ چنگ سے ہم سے گارٹنک میں ملاقات ہوئی تھی اسکا بھی یہی خیال تھا۔ بلکہ جب میں نے کچھ تامل کیا۔ تو وہ کہنے لگا۔ کہ واہ صاحب مرد دیا کے پادری صاحب نے تو ہمیں لداخ میں فوراً تصویریں دیدی تھیں اور اپنی بات کو حد تک پہنچانے کے لیے ہمیں چند خوبصورت تصویریں بھی دکھائیں۔ یہاں ہم نے تارجم کی لڑکی کی بھی فوٹو لی۔ وہ پہلے تو بہت جھجکی۔ مگر اُس کے باپ نے اسے ذرا کڑی آواز سے اس کے دیرہ سے بلایا۔ جب اسپر بھی اسے آنے میں توقف ہوا

تو ایک معتد علیہ ملازم۔ جسکے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ خوب سمجھتا ہے کہ ایک ایسے بڑے آدمی کا حکم مالا نہیں جاتا۔ اسے اپنے ساتھ لوالایا۔ اور اسکو نرم زدہ سامنے لاکھڑا کیا۔ وہ وحقیقت اس بات سے بہت خوش تھی کہ اسکی تصویر کھینچی جائیگی۔ مگر اسکے خیال میں تھوڑا سا حجاب بھی اس موقع کے لئے مناسب تھا۔

ہمارا تاجم اور اسکے کل خاندان کے ساتھ اسقدر ارتباط برپا ہوا تھا کہ اسکی بی بی نے میرے لیے ایک سرچیج جیسا کہ نبت کی عورتیں بہنتی ہیں تیار کیا جسے میں بطور سوغات اپنے ساتھ لایا ہوں۔ کیا نیما سے ہمنے نبت کے تندخو سرگاؤن کو الوداع کیا۔ اور چوہاری بھوٹیوں کے جبوؤن پر جو گائے و سرگاؤں کے میل سے پیدا ہوتا ہے۔ سفر اختیار کیا۔ یہ سوداگر سرگاؤن کے مقابلہ میں جبوؤن سے کام لینا پسند کرتے ہیں کیونکہ وہ ان کی بہ نسبت بہت سیدھے اور تربیت پذیر ہوتے ہیں اور اس سبب سے اس خراب راستہ میں بھی کام دیتے ہیں جو درہ اندھارا سے میلام کو جاتا ہے یہ اسقدر سیدھے اور تربیت پذیر ہوتے ہیں کہ کیل ہپنانے کے لیے انکی ناک بھی نہیں چھیدی جاتی۔ اور یہ حالانکہ بوجھ کم لجا سکتے ہیں۔ اور سرگاؤن کے مقابلہ میں سست رو بھی ہوتے ہیں۔ تاہم ان سرگاؤن سے جھون نے ہمارے اسباب کا بہت کچھ نقصان کیا تھا۔ اور ہر روز جھون نے اپنی دلی شہرت سے ہمارے لشکر کے کل لوگوں کو مارا ہن کر رکھا تھا

یہ بہت غنیمت تھی۔

گیا نیا کے مغرب کی طرف کا جگل ڈاکوؤں سے پُر ہے۔ یہ پہاڑیوں میں چھپے رہتے ہیں اور کسی موقع کی جگہ سے سودا گروں کے چھوٹے چھوٹے قافلوں کو تکتے رہتے ہیں۔ جہاں کسی کے ساتھ حفاظت کم دیکھتے ہیں وہیں ان پر سخت بیرحمی سے حملہ کرتے ہیں۔ گیا نیا سے چند میل کے فاصلہ پر مغرب کی جانب ایک پختہ چار دیواری ہے۔ یہ بھڑیوں نے ایک ایسی جگہ تیار کی ہے کہ اگر ان پر کوئی اس طرح حملہ کرے جیسا کہ بیان ہوا۔ تو یہ اس میں پناہ گزین ہو سکیں۔ یہ بد معاش لٹیرے۔ اپنی گولی بارود آپ ہی تیار کر لیتے ہیں۔ شورہ تو وہ رڈک کے مقام سے لے آتے ہیں۔ یا کسی ترکیب سے بھڑیکہ یون کی مینگینوں کو جلا کر نکال لیتے ہیں۔ اور کوئلہ۔ بڑی بڑی سرو کوہی کی موٹی موٹی شاخوں کو جلا کر۔ جو یہاں ہر جگہ بکثرت ہوتا ہے ہم پہنچا لیتے ہیں۔ گندھاک بٹا ہرہ اور لداخ کے سودا گروں سے تبادلہ اشیاء میں لے لیتے ہیں۔ رہیں گولیان وہ سرگامے کے سینگوں کو کاٹ کاٹ کر بنا لیتے ہیں۔ کیونکہ سیسہ اس ملک بھر میں کم پایاب ہے۔ مگر ان گولیوں کو سیسہ بھر کر دینی کر لیتے ہیں ورنہ وہ دور تک کام نہ دین۔ لاہسا کی مہم کے وقت غنیم نے۔ اکثر سرخ سنہری تانبے اور پتھر کی گولیان جس پر سیسہ چڑھا ہوا تھا استعمال کی تھیں۔ ان انسان صورت بہائم سیرت درندوں کے علاوہ۔ بھڑیکے بھی یہاں کثرت سے ہوتے ہیں۔ اور بھڑیکہ یون کے گلوں کو سخت نقصان پہنچاتے ہیں۔ معمولی بھورے رنگ کا بھڑیکہ مین گھس جاتا ہے۔ تو محض خونی زری کی غرض سے۔ ۲۵ و ۳۰ بھڑیکہ یون

کو مار کر چھوڑ دیتا ہے اور کھانا ایک کو بھی نہیں۔ شب چلام کے مغرب کی طرف
سیاہ رنگ کا بھیڑیا کثرت سے ہوتا ہے۔ یہ بہت ہی خونخوار ہے۔
(اہل تبت جنگی صورتیں کی قدر و حشیا نہ ہیں)



اور زبردست اس قدر ہے کہ سودا گردن کی سر اگاؤن پر بھی تنہا حملہ کرتا ہے۔ اور
ایک کی گردن پکڑ کر اس طرح اس سے چیٹا رہتا ہے۔ کہ جب تک وہ
سیدم ہو کر گرنے پڑے اور مرجائے۔ تب تک گت نہیں چھوڑتا۔ کہا جاتا ہے۔
کہ بھورے رنگ کے بھیڑیے اکثر بل جاتے ہیں۔ اور تبت کے لوگ
و سوداگر۔ اسے کتے کی طرح پالتے ہیں تاکہ وہ گھر میں اور سفر میں بطور ہمراہی
ان کے ساتھ رہے۔ ایک اس طرح کا پالتو بھیڑیا ہمارے دکھانے کو بھی لائے

تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ وہ اپنے رکھوالے کا بہت حکم مانتا ہے۔ بلکہ ہم سے یہ بھی اصرار کیا گیا۔ کہ ہم اُسے رکھ لیں۔ لیکن جبکہ ہم نے دیکھا۔ کہ اُس نے ایک ہی جھپٹ میں اپنے اُس رکھوالے کی انگلیاں اُڑا لی ہوتی ہیں۔ تو ہم نے سوچا کہ ہم میں اس قدر قدرت نہیں ہے۔ کہ ہم ایک ایسے کھلاڑی جانور کو پالیں جسکے رکھنے میں اپنے ہاتھ پیروں کی بھی خیر نہو۔

داوی تیلج کے کنارے کنارے بہت جگہ کاشت دیکھنے میں آتی ہے۔ لیکن ظاہر جو فصل بیان پیدا ہوتی ہے۔ وہ صرف جو کی فصل ہے دیگر نواج مثل مٹر و سرسوں کے۔ جنگی کاشت نکلا کوٹ کے گرد نواح میں دیکھی جاتی ہے۔ بیان نہیں ہوئے جاتے بہرہون یا نالیون کے ذریعہ سے جو پہاڑی چشموں سے کاٹ لیتے ہیں آب پاشی کا طریقہ بیان عام ہے۔ اور اگر کھیتوں کو متواتر پانی نہ دیا جائے تو فصل نہو۔ زراعت کے لیے وہ میچ کا آسرا بھی نہیں رکھتے۔ بلکہ حقیقت انھیں یہ خوف ہوتا ہے۔ کہ میچ کے ساتھ اولے برسینگے۔ لہذا اس سے بچنا چاہیے حتیٰ کہ حکم ہے کہ کوئی شکار یا اور کوئی شخص کمین بندوق بھی نہ چھوڑے۔ مبادا۔ دیو آسمانی خفا ہو اور گرج کی شکل میں غصہ ظاہر کرے۔ اور اولے برساکر کھڑی فصل کو جو بہت ہفتوں کی صابرانہ محنت کا نتیجہ ہے برباد کر دے۔ خینگ لنگ۔ (یہ مقام بھی بلور کی ایک بڑی چٹان کے لیے مشہور ہے) ڈنگو۔ ڈنگیو اور ڈوبا کے میدانوں اور دیگر مقامات میں کھیت ہیں لیکن شب چلام میں نہیں ہیں۔ باشندے گچھاؤں میں رہنے کے بہت شایق ہیں اور حالانکہ

انکے مکانات بھی ہیں۔ پھر کبھی گچھا کون میں رہنا عام پسند ہے۔ انہیں بعض گچھائیں۔ نہایت بچ در بچ۔ اور ایک گچھا دوسری سے اس طرح ملی ہوئی ہے کہ انہیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ ان عجیب مقاموں میں سے ایک وہ کانوں ہے جو ڈام کے نام سے مشہور ہے۔ برخلاف اسکے بہت کچھ زراعت چھوڑ دی جاتی ہے یا زمین افتادہ پڑی رہ جاتی ہے۔ بہت سے دیہات ایسے ہیں کہ جنہیں مکانات بہ کثرت ہیں۔ مگر غیر آباد۔ خالی مکانوں کے باعث یہاں ایک عجیب وحشت اور اُداسی برستی ہے۔ اسکی ایک (دریائے گوری کا برفستانی چشمہ اسکو بہنے درو انتادھار کے)

قریب عبور کیا: ۱۷۵۹ فیٹ)

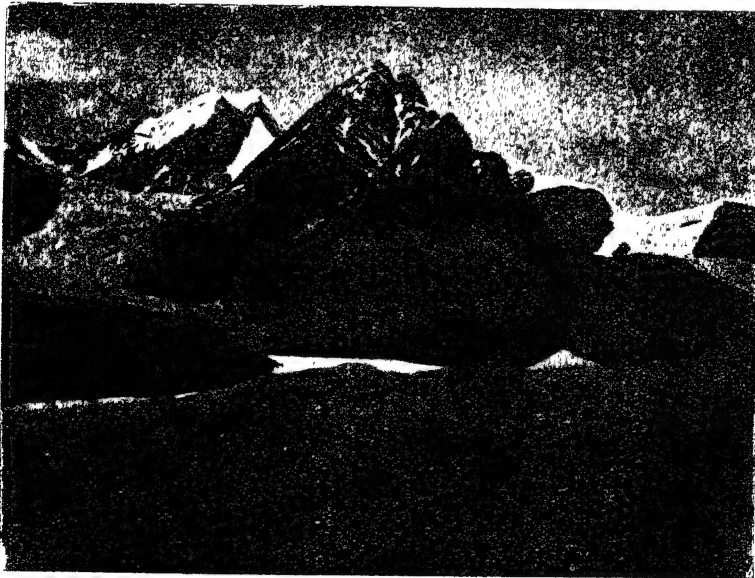


مثال مقام ہالا ہے۔ جہاں ایک زمانہ میں بہت کچھ آبادی کا ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن کسی سبب سے وہاں کے کل خاندان غارت ہو گئے اور اب اس گائوں میں بستی کا کسی کو خیال بھی نہیں ہوتا۔ بات یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں اکثر توہمات پیدا ہو جاتے ہیں اور اُن پر غالب آنا مشکل ہوتا ہے۔ وادی ہذا میں ایک گچھا ہے جس میں ایک پتھر ہے لاموں کا اس پتھر کی نسبت یہ قول ہے۔ کہ جو کوئی اسے سر پر رکھے وہ اگر گنہگار ہے تو پتھر مذکور اُسے بھاری معلوم ہوگا۔ اور جس قدر گناہ سخت ہوں گے اُس قدر وہ بھاری معلوم ہوگا۔ اور اگر وہ شخص نیک و صالح ہے تو وہ پتھر بھی اسے دزنی معلوم ہوگا جس بھوٹے نے مجھ سے یہ قصہ بیان کیا۔ اور جو لاموں کے قول کو بالکل سچ سمجھتا تھا۔ اُس سے میں نے پوچھا کہ تم کو وہ پتھر کیسا معلوم ہوا۔ یہ اس فکر میں ہوا کہ کیا جواب دے۔ مگر یہ کہا۔ کہ کچھ بہت ہلکا تو نہ تھا۔ ریاست ہاے بٹاہرہ۔ ٹیڑھی گڑھوال۔ اور سرکاری علاقہ بھوٹ کے اس حصہ کے سوداگر جو مانا کہلاتا ہے چھپرائنگ کو جایا کرتے ہیں جو موسم گرما میں ایک جنگ پن کا جاے قیام ہے۔ لیکن سرکاری علاقہ بھوٹ کے (جو نیتی کہلاتا ہے) سوداگر ڈابا کو جایا کرتے ہیں اور یہ ایک دوسری جنگ پن کی قیام گاہ ہے۔ نیز یہ جو باری بھوٹوں کے ہمراہ شنب چلام اور گینا کی منڈیوں کو بھی جایا کرتے ہیں۔ ڈابا کا اصلی جنگ پن عرصہ تین سال سے ڈابا نہیں آیا۔ اور اسکا ایک مقدمہ علمبردار ملازم بجائے اسکے کل خدمات انجام دیتا رہتا ہے۔

اس امر کا یاد رکھنا خالی از لطف نہوگا۔ کہ وادی ستلج میں جو ہالیہ کے اُس پار واقع ہے عورتوں کی ایک سلطنت تھی۔ جسے ملک چین کے مشہور سیاح ہیون تھسنگ نے دیکھا تھا۔ اور جسکے بیان کی صداقت ملک چین کی تاریخ سے ثابت ہوتی ہے۔ ٹیکنسن صاحب اپنی کتاب اضلاع ہالیہ میں یون تحریر فرماتے ہیں۔ چین کی تاریخ میں ایک مذکور ہے جس سے ہیون تھسنگ کے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ عورتوں کی سلطنت کا ہونا ایک امر واقعی ہے۔ یہ تبنت میں تھی۔ تاریخ مذکور سے یہ پتا لگتا ہے۔ کہ مشرقی تبنت میں ایک قوم نوونگ نامے آباد تھی۔ اسکا یہ نام اس سبب سے تھا کہ وہاں ایک عورت حکمران تھی۔ سوئی کی تاریخ میں اس سفارت کا بھی تذکرہ ہے جو ۵۸۷ء عیسوی میں نو کی طن سبج بھی گئی تھی۔ اُسی تاریخ میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ وہاں کے لوگ ایک بادشاہ کے بعد دوسرا بادشاہ ایک عورت کو بناتے تھے۔ ان لوگوں کے مکانات پہاڑوں میں کئی کئی منزل اونچے ہوتے تھے۔ اور اُن کی ملکہ کا مکان و منزل بلند ہوتا تھا۔ حسین صد ہا عورتیں ملازم و خدمت گزار ہوتی تھیں۔ اور ہر پانچویں دن دربار ہوتا تھا۔ مردوں کو امور سلطنت سے کچھ واسطہ نہ تھا۔ لڑائی پر جانا۔ اور زرعیت کرنا۔ صرف یہ انکا کام تھا۔ مرد و عورتیں دونوں اپنے اپنے چہرہ کو طرح طرح کے رنگوں سے رنگتی تھیں۔ اور صرف شکار پر اُن کی گذر اوقات تھی۔

ملک ہندوستان سے انکی اکثر لڑائیاں ہوتی تھیں۔ ملکہ کے انتقال پر وہ بہت سی اشرافیان جمع کرتے تھے اور خاندان متوفی سے دو عورتیں منتخب کرتے تھے انہیں سے ایک کو ملکہ اور دوسری کو ایک کم درجہ کی شہزادی بناتے تھے۔ ملکہ کا لقب بیچ یو تھا۔ اسکی تجہیز و تکفین کے وقت بیسیوں منصب دار اور رشتہ دار بھی اُسی وقت دفن کر دیے جاتے تھے۔ ۱۲۰۰ ع سے انہوں نے ایک مرد کو حکمران منتخب کیا مگر اسکے چند سال بعد ہی یہ سلطنت لاہسا کی سلطنت میں شامل ہو گئی۔

(درہ اُنتادھارا کے قریب ایک برفستانی چشمہ (۵۹۰ء فیٹ)



اس سلطنت میں ملکہ چپیو کی زیر حکومت (جو ایک باغی زنا نہ نام ہے) جہان مردوں کا صرف یہ کام ہوتا تھا۔ کہ عورتوں کی لڑائیوں میں جب نوچ کھسوٹ سے کام نہ لگے حصہ لین۔ جہاں ہر پانچویں دن حکماً دربار ہوتا ہو۔ جس میں مردوں کی حاضری محض تکمیل تماشہ کی غرض سے لازمی ہو۔ جہاں مردوں کو چہرے رنگنے میں کمال بہر مندی صرف کرنی پڑتی ہو۔ تاکہ وہ ملکہ بچ یو کے عتاب سے محفوظ رہیں۔ جس طور سے زندگانی گذرتی ہوگی۔ اُسے اصحاب خوض و غور ہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔

Pinch yau

نوٹ۔ متعلق تصویر صفحہ ۳۱۴ تفصیل اشیاء جو تصویر میں ہیں۔ بائیں جانب سے = پیالہ جس میں چاء پیتے ہیں۔ حقہ جس میں ادنیٰ درجہ کی مٹال لگی ہوئی ہوتی ہے اور جس میں تباکو پیایا جاتا ہے۔ تبت کا تباکو بالکل کٹے ہوئے بھوسے کے مانند ہوتا ہے۔ بٹوہ — پانی پینے کا پیالہ۔ اس میں تبت کے سبکے ہوتے ہیں۔ مینر جو خانہ داری کے کام میں آتی ہے دوسری قسم کا بٹوہ۔ تھیلا۔ حقہ جس میں سنگ سیٹانی کی مٹال ہوتی ہے۔ بٹوہ جس کے بیچ میں سویوں کا پلیتہ لٹکا ہوا ہے۔ بٹوہ مع چقماق۔ فولاد اور آتشگیر شے دیا سلائی وہاں پر عموماً نہیں ملتی ہیں اگرچہ اُسکو جانتے ہیں اور بہت پسند کرتے ہیں (تھیلا۔ برتن جس میں چاء بنتی ہے اور ڈوئی جس سے مکھن۔ نمک اور آٹا۔ چاء میں ملایا جاتا ہے۔

نوٹ۔ متعلق تصویر صفحہ ۳۲۰۔ تفصیل اشیاء جو تصویر میں ہیں۔ درجہ اولاً مندروں سے دیو دن کے نکالنے میں کام میں لاتے ہیں۔ اس درجہ کو انگلی اور انگوٹھے کے بیچ میں پکڑتے ہیں اور آگے اور پیچھے گھماتے ہیں اور دوسرے

ہاتھ سے ساتھ ہی گھٹنا بجاتے رہتے ہیں۔ پتھر جس پر ستر در اوم مانی پدم ہنگ،
 کے الفاظ کندہ ہیں۔ چھپے اور ڈوٹیاں جو خانہ داری کے کام میں آتی ہیں۔
 داہنی جانب جو ہے وہ پیتل کی ہے اور بائیں جانب چاندی کی اور اُنکے بیچ میں
 فیروزہ لگا ہوا ہے۔ جو نیچے معلوم ہوتی ہیں وہ پیتل اور تانبے کی ہیں۔

نوٹ۔ متعلق تصویر صفحہ ۳۲۲۔ اشیاء جو تصویر میں ہیں۔ تھلی بوٹ جوتے جو
 خاندانی عورتیں پہنتی ہیں اور جو لباس میں بنتے ہیں۔ معمولی قسم کی میز جو گھر میں کام
 آتی ہے۔ راج ہنس کے انڈے جو مائسردور کی جھیل سے لائے گئے ہیں۔
 یہ متبرک سمجھے جاتے ہیں اور متبرک جھیلوں سے اُنکے لائیکی مانعت ہے۔
 لکڑی کا پیالہ جو راجی یعنی اسکوٹ (کماؤن) کے وحشی آدمی بناتے ہیں۔

نوٹ۔ متعلق تصویر صفحہ ۳۲۵۔ اشیاء جو تصویر میں ہیں۔ پتھر جس پر کلمات
 ”اوم مانی پدم ہنگ“، کندہ ہیں۔ اس قسم کے پتھر ہزاروں ڈھیر کے ڈھیر
 پڑے رہتے ہیں۔ دعا کے جگر معہ زنجیر و گول دستہ جسے اسکو گردش
 دیتے ہیں۔ دیوون کے دفع کرنیکے لیے دُر ج مٹی کی لنگ کی شکل کی مورت
 معہ شیوجی کے ترسول وغیرہ کے خانہ داری کے کام کی میز۔ پیالے جو آویونا
 کی کھوپڑیوں کے بننے میں جنہیں پانی یا خون چڑھایا جاتا ہے اور بعض اوقات
 پیا جاتا ہے۔

سترھواں باب

مغربی تبت کے درون اور مغربی بھوٹو کے حالات
مختلف درے جن میں ہو کر ہندوستان سے مغربی تبت کو راستہ
جاتا ہے۔ حسب ذیل ہیں۔

(۱) سری نگر سے جو کاشمیر میں ہے۔ لیا اور دریا سندھ کے
واوی میں ہو کر گارنگ کو راستہ جاتا ہے۔ اور اس راستہ سے کاشمیر
اور ترکستان چینی کے سودا گروں کی آمد و رفت ہے۔

(۲) لہال سے جو پنجاب کے ضلع کانگڑا میں ہے۔ اگر لوگ اس
درہ کی راہ سے روٹک کو جاتے ہیں۔ جو ہٹلے اور ڈمکاک کے درمیان
میں ہے۔

(۳) ضلع کانگڑا کے کولو (Kulu) سودا گر اسپشی

(Spiti) ہوتے ہیں درہ شکرانگ میں ایک خراب پگ ٹنڈی
کی راہ سے جاتے ہیں جو قلیوں کے آنے جانے کا راستہ ہے۔

(۴) شملہ سے دریا رستلیج کے کنارہ کنارہ شپکی (Shipki)

اور سرانگ (Sirang) کے درون سے گذرتا ہوا راستہ جاتا ہے۔
ریاست بٹہر کے سودا گر بالخصوص اسی راستہ سے جاتے ہیں اور امید کی جاتی

Hanle ۛ Rudok ۛ Lahaul ۛ Gartok ۛ

Shangrang ۛ

Demchok ۛ

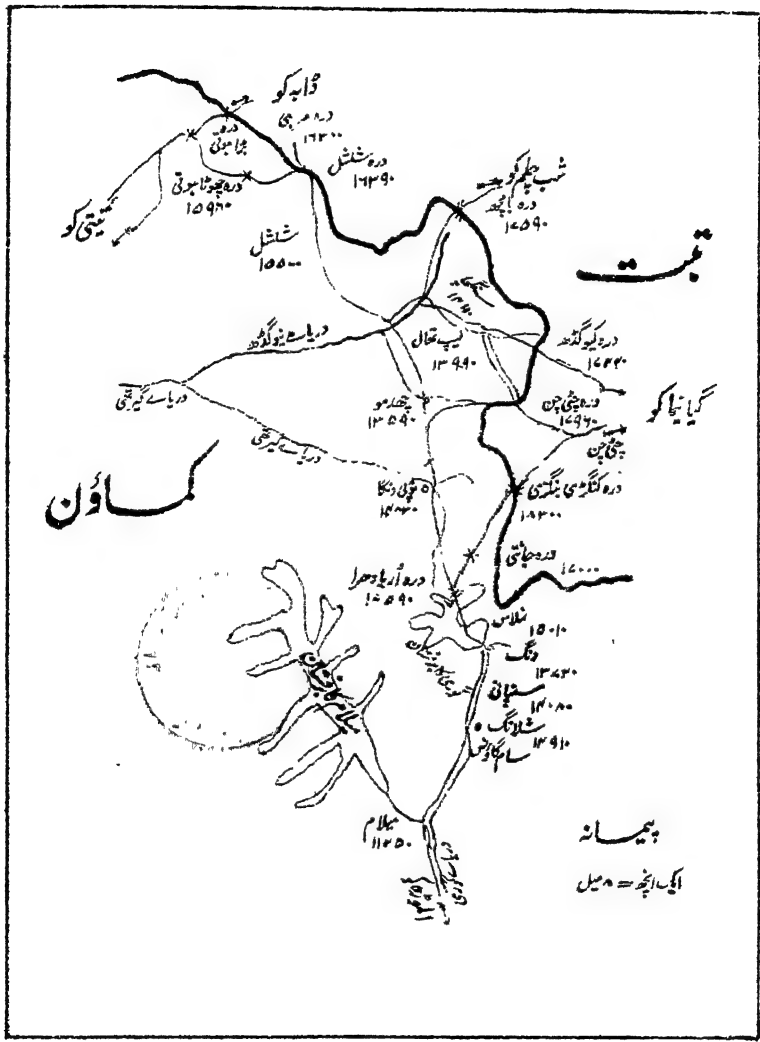
کہ ہندوستان کی تجارت آئندہ اسی راستہ سے زیادہ ہوا کرے گی۔
(۵) ریاست ٹیٹھی گڑھوال کے۔ لوگون کے لیے۔ درہ لیلا ننگ
ہو کر راستہ ہے۔ یہ راستہ بت مین چیرانگ کو اور سرکاری عملداری
مین منصوری کو ایک دوسرے سے ملاتا ہے۔

(۶) سرکاری گڑھوال مین۔ دودرے ہیں۔ درہ مانا Mana
۸۹۰ فیٹ بلند۔ اور درہ نیتی Niti جس کی بلندی ۶۵۰ فیٹ ہے
ان دونوں درون کے درمیان کاٹت کی عظیم الشان چوٹی۔ جو
۲۵۴۴۵ فیٹ بلند ہے۔ حائل ہے۔ درہ اول الذکر کو اہل بت
ٹینٹا Tun yila کہتے ہیں۔ یہ چیرانگ کو جاتا ہے۔ اور اس
ملک کے قریب ہے۔ جہاں کدرا ناٹھ کا مندر واقع ہے۔ دوسرا درہ
بدری ناٹھ کے مندر کے قریب سے ڈوبا کو جاتا ہے۔ اور ہر دو۔
گڑھوال کو ملاتے۔ اور اس سے گذرتے ہوئے۔ کوٹ دوا مین جا کھلے
ہیں۔ جہاں پر ریلوے ہے۔

(۷) جوہاری بھوٹے درہ آنتدھارا سے آمدورفت رکھتے ہیں
جو ۵۹۰ فیٹ بلند ہے۔ مگر یہ درہ۔ دوا اور درون کی ابتدا ہے۔
یعنی اس کے بعد دوا اور درے ملتے ہیں۔ اور جوہار سے چل کر
ان تینوں درون کو ملے کیے بغیر۔ بہت مین داخل ہونا ناممکن ہے
یہ ملک ایک کھلے ہونے بادکش کی شکل ہے۔ جس کا دستہ درہ آنتدھارا،

رلب محال کی جانب جذب ایک بلند مقام سے جنت کی طرف کا نظارہ خود کا منظر ڈھال بہت کم ہے)





درہ انتدھار کو طے کرنے پر۔ دو اور درے مسافر کو سامنے نظر آتے ہیں
 انہیں سے مشرق کی جانب کے درہ کا Janti جیتی نام ہے۔ یہ سترہ ہزار
 فیٹ بلند ہے۔ اور اس درہ سے کنگری بنگری کو Kungri Bingri
 جو اٹھارہ ہزار تین سو فیٹ بلند ہے۔ راستہ جاتا ہے۔ سفر بت میں اگر
 سوداگر اس راستہ کو اختیار کرتے ہیں۔ جیسا کہ عموماً معمول ہے۔ تو ان کو
 تینوں درے جن کی مسافت۔ بھیر بکری بھی ایک دن اور ایک رات
 میں طے کر پاتے ہیں۔ اتنا راہ میں بغیر کسی جگہ قیام کیے طے کرنے ہوتے
 ہیں۔ اور سب یہ ہے کہ راستہ میں کمین ایندھن میسر نہیں آتا۔ اور
 سردی اس قدر زیادہ ہے۔ کہ بار برداری کے جانور۔ بھیر بکری
 وغیرہ۔ بیمار ہو جاتے ہیں۔ مغربی درہ کا نام گنگر ہے۔ یہ سترہ ہزار
 فیٹ بلند ہے۔ اور اسکے اور درہ انتدھار کے درمیان۔ کوئی ڈنگا۔
 نامے پڑاؤ ہے۔ اس درہ سے گذر کر بت جانے کے بہت سے راستے
 ہیں۔ مسافر کو اختیار ہے۔ چاہے جس راستہ سے جائے۔ مثلاً درہ
 شل شل سے جائے جو مغرب کی جانب ۱۳۵۰ فیٹ بلند ہے اور جس
 ڈابا کو راستہ جاتا ہے۔ اور ڈابا وہ مقام ہے جس کی راہ سے سوداگر
 گاڑھک سے واپس ہوتے ہیں۔ ونیریتی و شب چلام کے جانے والے
 سوداگر بھی اسی راہ سے جاتے ہیں۔ پھر دور بتون میں سے۔ خواہ بڑی ہوتی
 ہو کربا تے ہیں یا چھوٹی ہوتی ہو کہ درہ شل شل کے مشرق کی جانب

بلک Balchh ۵۹۰ فٹ بلند ہے۔ اور اس سے اور بھی

آگے مشرق میں درہ کیو۔ ۴۴۰ فٹ بلند ہے۔ ان دروں سے ڈابا۔
شب جلام۔ کارٹک خینگ لنگ۔ سار۔ گیانما۔ کیلاش اور متبرک
جیلون کو راستہ جاتا ہے۔ بت والے درہ اتھارا کو۔ کیونام لا۔

(Kyunam La) کہتے ہیں۔

(۸) درہ کے بھوٹے۔ درہ درما یا نیو دھرو۔ سے جس کو بت

والے Nooi La نوئی لایا شیخولا۔ Shekhula کہتے ہیں۔

آتے جاتے ہیں یہ ۱۵۱۰ فٹ بلند ہے۔ اور اس درہ سے گیانما
کو راستہ جاتا ہے۔

(۹) بیان کے بھوٹے۔ لنگ پیا لیکھ کے درہ سے جو ۱۸۵۰ فٹ

بلند ہے۔ اور کبھی کبھی منگشان (Mangshan) کے درہ سے

جاتے ہیں۔ اگرچہ یہ ایک دشوار گزار درہ ہے منجملہ ان کے پہلے درہ سے
گیانما کو راستہ جاتا ہے۔ اور دوسرے سے نکلا کوٹ کو۔

(۱۰) بیان اور چودان کے بھوٹے۔ درہ لیپو لیکھ سے

Lipu Lekh جاتے ہیں۔ یہ ۱۶۸۰ فٹ بلند ہے۔ اور اس سے

بت کے لوگ جنگ لہا لا Jang Lhuala کہتے ہیں۔ اور وہ ٹنکر سے

بھی جایا کرتے ہیں۔ جو نیپال میں واقع ہے اور جو اسی قدر بلند ہے

اور ان دروں سے نکلا کوٹ کو راستہ جاتا ہے۔

Neo Dhura ے Lankpya Lekh Pass ے Tinkar ے

(۱۱) پہلی کے بھوٹے جب کھلا کوٹ کو جاتے ہیں۔ تو اُس دورہ سے گذرتے ہیں۔ جو نیپال کے بالکل گوشہ شمال و مغرب میں واقع ہے۔ ہم اُتنا راہ میں۔ سنگ چا Sangcha چھدا مو Chhidamoo اور ٹوپی ڈنگا Topidunga میں قیام کرتے ہوئے۔ ملک Salch اور گنگر Kungur کے درون سے گذرے اور اس تمام ملک میں ایک خاص بات دیکھنے میں آئی جو ذکر کرنے کے لائق ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جن پہاڑوں کا رخ بت کی سمت میں شمال کی جانب ہے۔ اُکا ڈھال بالعموم کم۔ اور اُتا را آسان ہے۔ برخلاف اس کے جن پہاڑوں کا رخ ہندوستان کی سمت میں۔ جنوب کی جانب ہے۔ وہ نہایت سیدھے کھڑے ہیں۔ چنانچہ وہ ہائے بلک۔ کنگر۔ اور آندھارا کی چڑھائی شمال کی طرف سے بتدریج اونچی ہوتی چلی گئی ہے۔ اور راستہ میں جانور اور آدمیوں کو بہت کم تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن ان ہی درون کی چڑھائی جنوب کی جانب بالکل سکے خلاف ہے۔ بلکہ بعض بعض مقامات میں تو نہایت سیدھی اور پھسلوان ہے۔ اور وہ کجخت پگڈنڈی تو ایسی خوفناک جگہوں پر ہو کر گذری ہے۔ کہ آدمی اور جانور دونوں کی جانوں پر نجاتی ہے۔ اور بہت کچھ تکلیف اٹھاتے ہیں۔ خراب موسم میں تو صد ہا بھیڑ بکریوں کی جانیں جاتی ہیں اور جتو اور مو بھی بکشت ضائع ہوتے ہیں۔ مقام ملام سے اکثر مسافر گڑھوال کو قریب کے رہتہ سے پہنچنا چاہتے ہیں

اور ٹوپی ڈنگا ہو کر دریاے گرگختی - Girthi کے کنارہ کنارہ مقام
Niti کو جو گرگھوال میں ہے - ایک یگ ٹنڈی بھی ہے - اور
یہ بہت قریب کا راستہ ہے - مگر صرف قلی اور وہ جانور جن پر بوجھ نہ لگتا
اُس پر آسانی سے جا سکتے ہیں - بوجھ لگے ہوئے بار برداری کے
جانور اس راستے سے نہیں جا سکتے - اس لیے کہ وہ نہایت دشوار گزار
ہے حاصل کلام یہ ہے - کہ یہ راستہ کسی کے بھی کام کا نہیں -
ان پہاڑوں پر یعنی - لپتھل - چھدا مو - ٹوپی ڈنگا پر - اور ایسی
ایسی بلندیوں پر جیسے کہ درہ کلگر شرہ ہزار فیٹ بلند ہے - دور دور
تک بحری جانوروں کی ہڈیاں متفرق مقامات پر پڑی ملتی ہیں -
اور اکثر دیکھنے میں بہت خوبصورت ہوتی ہیں - یہ بیان کے قدرتی
عجائبات کے لطیف دو کچھ میں ایک اور اضافہ کرتی ہیں - -

شوگانوں یا شوکپانوں کے اول ہی اول - جو مارین دارو ہونے
کے متعلق - جہاں وہ ایک ایسی قوم کے بعد آئے - جن کے تمام جسم پر
حتیٰ کہ زبان تک پر بال تھے - ایک عجیب روایت بیان کی جاتی ہے
اور وہ یہ ہے - کہ اگلے زمانہ میں گوری نامے گلیسیر پر ایک شکاری پرند
رہتا تھا - جو ان بال والے آدمیوں میں سے ایک آدمی کا روز شکار کیا
کرتا تھا - اور اس دست برد کے باعث اُن کی تعداد کم ہوتے ہوئے

Shokas or Sokpas

Chhidamoo

Cori glacier

درہ کوہ دوسری
جانب ہے
نظر سے غائب

دوسری جانب
گلب کا درہ
۱۷۵۹۰

لتھیل
پتھیل
۱۳۹۹۰

چوٹی
پتھیل
۱۶۳۹۰

درہ
شیشل
۱۶۳۹۰

چھوٹی موٹی



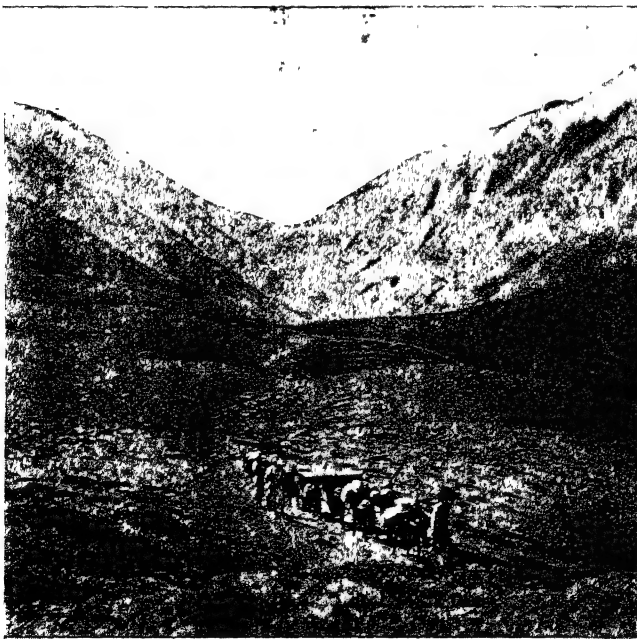
(درہ گلگت سے ۱۷۵۹۰ فٹ) پتھیل سرحد کا نقطہ (۵)

صرف معدودے چند باقی رہ گئے تھے۔ ان کو اس آفت سے نجات دینے کے لیے ایک متبرک لاما نے۔ جسے جادو کے زور سے اڑنے کی قوت حاصل تھی۔ اور جو لپتھال وغیرہ مقامات کو اڑ کر جایا کرتا تھا۔ اپنے ایک ملازم کو تیرو کمان لے کر بھیجا۔ کہ اس پرند کو جا کر مار ڈالے۔ اور اس کی منہائی کے لیے ایک ایسا آدمی ہمراہ کیا جو ہر وقت اپنی شکل تبدیل کرتا رہتا تھا اس نے پہلے کتے کی شکل اختیار کی۔ اس سبب سے اس جگہ کا درہ ننگری ننگری نام پڑا۔ ان میں سے پہلے لفظ ننگری کے معنی کتے کے ہیں۔ پھر وہ ایک ہرن بن گیا۔ اسوجہ سے دول ڈونگا نام ہوا۔ پھر ریچھ بنا۔ اس سبب ٹوپی ڈونگا نام ہوا۔ پھر اونٹ بنا۔ اس لیے وہاں کا اندھا رانا نام ہوا۔ پھر اونٹ سے وہ شیر بنا۔ تو ڈونگ یڈیا ر نام پڑا۔ آخر کار۔ وہ مقام سام گاؤن پر خرگوش بن گیا۔ اور یوں ہندوستان سے تبت کو پہلے ہی ہل راستہ کا پتا لگا۔ اس وقت تک ان ملکین کا نہ کوئی راستہ معلوم تھا۔ نہ دونوں ملکوں کے باشندوں کی باہم کسی قسم کی مراسلت تھی۔ اس ملازم نے اس پرند کو تو مار ڈالا۔ مگر اسکے ہلاک ہونے تک وہ بال بال آدمی کل ختم ہو چکے تھے۔ اس ملازم نے اس مقام کو از سر نو آباد کرنا چاہا۔ لیکن وہاں تک نہونے کی وجہ سے اسے تامل ہوا۔ یہ دیکھ کر وہ متبرک لاما کچھ نمک لے کر پہونچا۔ اور اس نے وہ نمک مین مین اناج کی طرح بودیا۔ اور یہ اس قدر کافی مقدار میں ہوا۔ کہ ککج تک وہاں ایسی نمکین گھاس پیدا ہوتی ہے۔ کہ بھوٹیوں کو اپنے

بھیڑ بکریوں کے گلوں کو کبھی نمک دینے کی ضرورت نہیں پڑتی لاما اسکے بعد پرواز کر گیا۔ اور نظر سے غائب ہو گیا۔ لیکن جب کبھی مذہب بودھ کے پوجاری فرقہ کے لوگ اس وادی میں آتے ہیں تو وہ اسی لاما کے نام پر خیرات چاہتے ہیں جس نے وہاں کے باشندوں کو نمک دیا تھا۔

درحقیقت اب بھوٹیے اپنے گلوں کو وہ نمکین گھاس نہیں چرتے اس لیے کہ وہ ہقدرتمول ہو گئے ہیں۔ کہ تجارتی نمک استعمال کرنے لگے ہیں۔ لیکن بت کے لوگوں میں ابھی تک یہ رواج پایا جاتا ہے کہ وہ بڑے بڑے گلے سرف اس غرض سے سرحد پار لے جاتے ہیں۔ کہ سرکار انگلشیہ کی عملداری

(درہ)



میں نہیں

انگلیں گھاس

چراوین

بت

سے

واپس کے

وقت ہم

درہ اترہارا

سے

گذر کر۔

جو اہل کے (شمال کی جانب سے درہ نگار کی چڑھائی (۱۰۰۰ فٹ) جو زیادہ ڈھالو نہیں ہے

علامہ میں داخل ہوئے۔ جہان مغربی بھوٹیون کے بعض فرقے آباد ہیں۔ یہ لوگ ظاہر خالص منگول نہیں ہیں۔ اور درہ ہاے مانا۔ نیتی اور ہندھارا کے دہانوں پر آباد ہیں۔ ان کے طور و طریقے۔ بمقابلہ عام بھوٹیون کے بہت کچھ ہندوانہ ہیں۔ وادی نیتی میں۔ مارچا وٹو بچا فرقوں کے بھوٹیے آباد ہیں۔ اور وادی مانا میں صرف مارچا فرقہ کے لوگ آباد ہیں اور اس وادی مانا کے مارچا بھوٹیے پانچ فرقوں میں منقسم ہیں۔ لیکن یہ آپس میں شادی بیاہ کرتے ہیں۔ ان کا بدری ناتھ کے مشہور مندر سے تعلق ہے۔ اور درہ کی جانب جنوب چڑھائی نہایت دشوار گزار ہے۔ درہ لنگر کا ایک نظارہ حسین چونکہ یہ

راستہ تک نظر نہیں آتا ہے

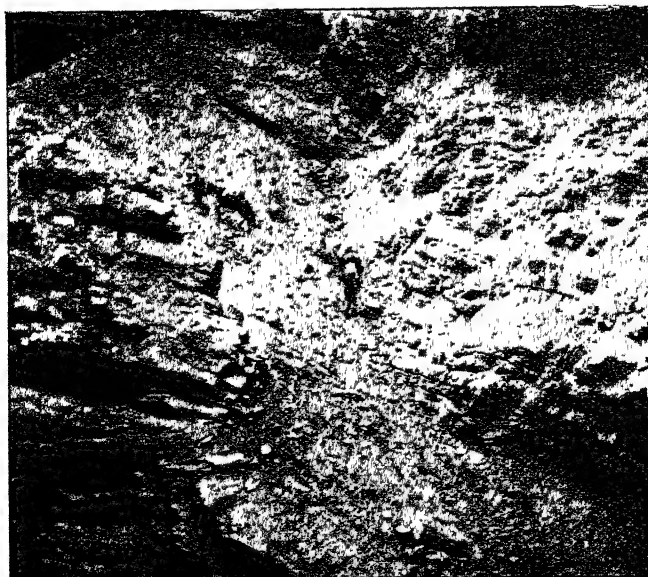


مند
بھوٹیون
کی زمینداری
میں ہے
اس
سبب
مانا کے
مارچا

بھوٹیون کو منجانب مندر ہر سال پچاس روپیہ نقد میں سیرانج اور ایک پگڑی دی جاتی ہے۔ یہ مقررہ رقم ہے مگر اس کے ساتھ ایک شرط

یہ ہے۔ کہ جنم اسٹی کے دن جب بھگوان کی مورتی کو آبشار پر پرستان کرانے - اور ماتامورتی کے مقام پر بھوگ لگانے کے لیے مانا کے راستہ سے لیجائیں - تو وادی مانا کی عورتیں اچھے اچھے کپڑے پہن کر - مایا کی عورتوں کے چھپے چھپے دیوتا کے بھجن گاتی چلیں -

جو بھوٹے وادی طام ہیں - درہ انتہا مارا کے دہانہ پر آباد ہیں وہ رات کہلاتے ہیں - اور شوکا و شوکیاؤن کے نام سے بھی مشہور ہیں اس نام سے مشہور ہونے کا یہ سبب نہیں ہے - کہ وہ ملک شوک یا سنگولیا سے اپنا کسی قسم کا تعلق ہونا بتلاتے ہوں - مگر وہ اس کی کوئی اور وجہ تسمیہ بھی (ڈپنی دھاکے تریب دریائے گرتھی کے کنارہ پر ایک نہایت دشوار گزار راستہ درہ کنگر کی شمالی اور جنوبی اطراف کا زبردست فسق اس سے ظاہر ہوتا ہے



نہیں
بتا سکتے

فرقہ
میلیم
وال
کی
مورث
راوت
نے

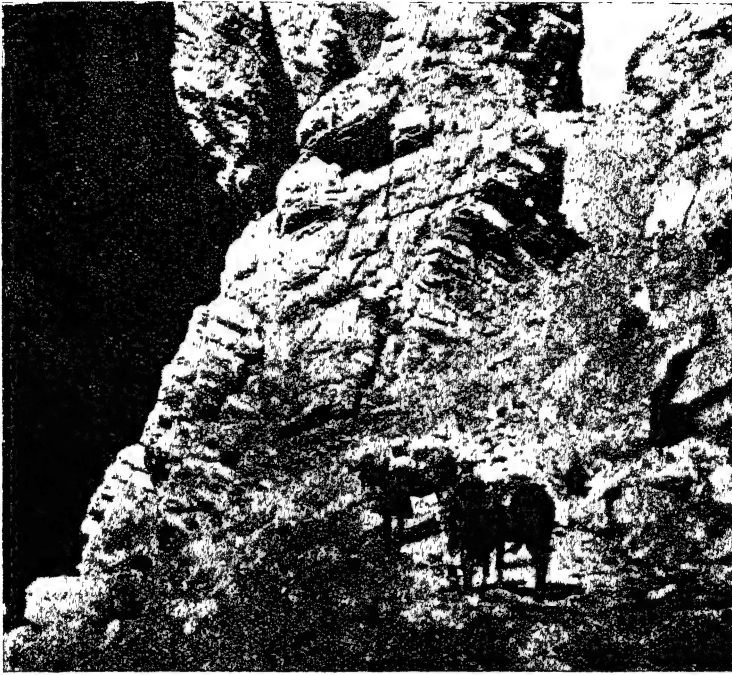
گرتا کہ گارنٹون سے تجارت کی اجازت حاصل کی۔ اور مقامات ملازم اور بور تو آباد کیے۔ اور ہونیون سے چنپال بطور معافی حاصل کیا۔ چنانچہ بت سے اُن کا تعلق آج تک قائم ہے۔ اور ملازم کے مکھیا کی کچھ جاگیر بھی۔ بمقام کھونگ لنگ بت میں ابھی تک موجود ہے۔ اور جسکی محضل میں۔ اُسے پانچ بکریاں اور دو روپیہ کا کھی ہر سال ملتا ہے۔ اور جب یہ مسار کو جو بت میں واقع ہے۔ آتا جاتا ہے۔ تو اسباب ڈھونے کے لیے قلی اور بار برداری کے جانور بھی حسب ضرورت دیے جاتے ہیں۔

جو ہار کے رادت صدق دل سے کل رسمیات میں ہندوؤں کی پیروی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ اپنے آپ کو ہندو کہتے ہیں۔ انھوں نے اس معاملہ میں اس قدر ترقی کی ہے۔ کہ اکثر مستند مصنفوں نے بھی ان کو ہندوؤں میں ہی شمار کیا ہے۔ مگر اس میں بھی ذرا کلام نہیں۔ کہ رادت مذکور اپنی زعم میں کیسے ہی خوش اعتقاد کیوں نہ ہوں۔ مگر اور ہندو ان کو کچا ہندو نہیں سمجھتے اور پنج سے پنج قوم کے لوگ ان کے ساتھ کھانا پسند نہیں کرتے۔ حالانکہ سوائے برہمن اور دیگر اونچی ذات کے ہندوؤں کے حقہ ان کا سب پیتے ہیں۔

یہ مان لینا۔ کہ ہندوؤں کا قانون بھوٹیوں کے کسی فرقہ سے بھی منسوب ہے ایک ایسی غلطی ہے۔ کہ اس سے زیادہ دوسری غلطی نہیں

ہو سکتی۔ اس لیے کہ سوائے جو ہار یون کے فرقہ کے دوسرے فرقوں کے بھوٹے جانتے بھی نہیں۔ کہ وید مقدس جس پر ہندوؤں کا قانون بنی ہے کیا پخیر ہے۔ چنانچہ جامداد۔ وراثت تہنیت۔ اور استری دھن کے مرد و عورتوں کے متعلق۔ ہندو اور بھوٹیوں کا فرق صاف معلوم ہوتا ہے ہندوؤں کے قانون کی طرح۔ بھوٹیوں میں بھی۔ عورتوں کی کوئی ذاتی جائیداد نہیں ہوتی حالانکہ ان کا تنے اور کھل بٹنے سے جو آمدنی ہو۔ وہ عورت اپنے خاوند یا باپ کی مرضی سے خود رکھ سکتی ہے۔ لیکن یہ بالکل مردوں کی مرضی ہی پر منحصر ہے۔ بھوٹیوں کا قانون وراثت ہندوؤں سے نہیں ملتا۔ و نیز اصول تہنیت جو ہندوؤں میں رائج ہیں یہاں کہنے سے نہیں آتی۔ بلکہ درحقیقت بھوٹیوں میں اسی شخص کو تہنیتی کرنا پسند کرتے ہیں جو فی الواقع وارثوں میں سے ہو۔ علاوہ برہمن ہندوؤں کے خاندان مشترکہ کے مسئلہ سے یہاں کوئی واقف نہیں بھوٹیوں میں باپ تمام خاندانی جائیداد کا جس میں جائیداد و مورتی بھی شامل ہے۔ مالک ہوتا ہے اور بھوٹیوں کے استمراج کے بغیر خود اپنی دستخطوں سے جائیداد رہن کر سکتا ہے یہ ایسی بات ہے جس کا ہندوؤں کے قانون میں ذکر بھی نہیں۔ پھر جب باپ میں ضعف پیرمی کے باعث انتظام جائیداد کی قابلیت نہیں رہتی تب بیٹے جائیداد کو خود آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ اور باپ کم و بیش ان کا دست ہو جاتا ہے۔ اور اس کو۔ جیسا کہ ہندوؤں کے قانون میں ہے۔

(ٹوپی دنگما کے قریب دریائے گرگھتی کے کنارہ کی سڑک مختلف درون پر بہ نسبت شمال کے جنوب کی جانب اتنے زیادہ خراب ہیں)



کسی حصہ ملنے کا حق باقی نہیں رہتا۔ لیکن عام رواج یہ ہے۔ کہ کچھ حصہ اس کے لیے الگ کر دیتے ہیں۔ اور پھر وہ اس بیٹے کے شامل رہتا ہے جو اُسے زیادہ عزیز ہو۔ اکثر اوقات کوئی اس کا پرسان حال نہیں ہوتا۔ نہ کوئی اُس کی خبر لیتا ہے۔ بلکہ اور ایسے واقعات بھی بکثرت دیکھنے میں آئے ہیں۔ کہ والدین جو کسی وقت میں امیر تھے۔ رگولن کی جائداد تقسیم کر لینے پر تنگ دست و مفلس ہو گئے ہیں۔ رط کے تقسیم جائداد پر ہر وقت زور دے سکتے ہیں۔ مگر اسکے ساتھ ہی مذہب ہنود

کا ان کے طرز معاشرت پر روبرو بہت کچھ اثر ہوتا جاتا ہے۔
 بچہ کے پیدا ہونے کے پانچویں دن پانچولی ہوتی ہے۔ زچہ
 اور بچہ علیحدہ مکان میں رہتے ہیں۔ اور کوئی اُن کو چھوتا نہیں۔ اگر
 اتفاقاً کوئی چھو جائے۔ تو پھر گوشت پرینے اور چھڑکنے سے شدید ہوتی
 ہے۔ یہ ایک نفرت انگیز طریقہ ہے۔ جو ہندوؤں کے قدیم مذہب
 کے بموجب ہے۔ گیارہویں دن نام کرنا۔ یعنی نام رکھنے کی رسم
 ہوتی ہے۔ اس روز برہمن۔ مان اور بچہ کو شہد کرتا ہے۔ اور وہ
 گھر میں آتی ہے۔ اور پانی وغیرہ چھو سکتی ہے۔ ہندوؤں کے جنم پتر
 بنانے کی کتابوں کے بموجب ایک جنم پتر بنایا جاتا ہے۔ اگر ان کی
 اولاد میں پہلے دو تین بچے ضائع ہو چکے ہوں۔ تو اس نوزائیدہ بچہ کا
 دہانتھنا چھید دیتے ہیں۔ یا اُسے کسی فقیر کو دے دیتے ہیں۔ وہ اُسے
 کچھ دیر بعد ہی واپس کر دیتا ہے۔ اور اگر سب سے پہلا بچہ زندہ اور
 اُس کے بعد کے بچے اوائل عمر ہی میں چھو گئے ہوں۔ تو اس پہلے
 بچے کی پیٹھ پر ایک شکر کا ٹکڑا اس خیال سے توڑ دیتے ہیں کہ پرانی
 بد قسمتی شکست ہو اور نوزائیدہ بچہ کی زندگی کا آغاز۔ اُسے شکست
 ہونے کے بعد سے شروع ہو۔ جو بچہ منطقہ البروج کی ایک خاص ساعت
 یا اس میں پیدا ہو۔ اس کو پرورش کے لیے کسی شخص ثالث کے حوالہ
 کر دیتے ہیں۔ وہ دس بارہ سال کی عمر تک وہاں پرورش پاتا ہے۔
 اور اسوجہ سے والدین اُس کی شکل تک نہیں دیکھتے۔

گوبھوت یا جنیو کی رسم آٹھ برس کی عمر سے لے کر بارہ سال کی عمر تک ادا ہوتی ہے۔ لیکن عموماً اس موقع پر جنیو پہنا نہیں جاتا۔ بلکہ درحقیقت بہت کم بھوٹے ایسے ہیں جو جنیو پہنے ہوں۔ اور اس کا سبب ہے کہ روزمرہ نہانے کی پابندی وغیرہ جو اس سے وابستہ ہیں یا مٹری میں۔ بت جیسے ملک کے سفر میں ایسی تکلیف دہ ہے۔ کہ بہت کم لوگ اس پابندی کو گوارا کر سکتے ہیں۔ تاہم اس رسم کے بعد وہ بغیر ہاتھ منھ دھوئے کبھی کھانا نہیں کھاتے۔ اور یہ بات بھوٹیوں کی مروجہ غلیظ عادات کے لحاظ سے ایک بڑی ترقی ہے۔

ایک بھوٹے نے مجھے بیان کیا۔ کہ چونکہ جوہاری بھوٹے اپنی بیویوں کو دام دیکر خریدتے ہیں۔ (جس کی تعداد ۵ ایلونڈ سے ۲ ایلونڈ تک ہوتی ہے)۔ لہذا وہ مشرقی بھوٹیوں کی بہ نسبت جو ایسا نہیں کرتے افضل سمجھے جاتے ہیں۔ اُس نے یہ بھی کہا۔ کہ جب میں نے اپنی بی بی کو خرید لیا۔ نوین اُسے ہر کام کا حکم دیکھتا ہوں اور اگر وہ اس میں عذر چاہت کرے۔ تو میں اس کو زد و کوب کرنے کا بھی مجاز ہوں۔ کیونکہ نہ ہو۔ ترقی تہذیب و حقیقت اسی کا نام ہے۔

شادی بیاہ میں۔ ہندوؤں کے عام رسمیات کی پیروی کی جاتی ہے اور لاگوئی شخص۔ اکثر پردہت لڑکی کی تلاش کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ پھر باضابطہ درخواست کی جاتی ہے۔ ۴ سال کی عمر سے پچیس سال کے اندر شادی ہوتی ہے اور عموماً باضابطہ درخواست کرنے کے بعد چھ مہینہ

کے اندر شادی ہو جاتی ہے۔ لیکن مکلا دہ کی رسم بالغ ہو جانے پر ہوتی ہے۔ شادی کے کل انتظامات بغیر لڑکی کے مشورہ کے ہوتے ہیں۔ کسی بات میں اُس کی رائے نہیں پوچھی جاتی۔ جانین سے والدین۔ بلا لحاظ اس بات کے کہ لڑکے اور لڑکی کی کیا رائے ہے۔ جملہ امور بطور خود طے کر لیتے ہیں۔ پھر ہر مرد اور ہر عورت کی شادی ہونی چاہیے۔ یعنی کوئی بے بیابا نہ رہے۔ سغزنی اور مشرتی بھوٹون میں یہ ایک خاص فرق ہے انہیں بہت سے لوگ ہر گائون میں بے بیابا دیکھنے میں آتے ہیں۔ اور سب یہ ہے۔ کہ وہاں شادی کرنا۔ شادی کرنے والوں کی مرضی پر موقوف ہے اور دونوں سن بلوغ کو پہنچ کر شادی کرتے ہیں۔ اور بہت سے مرد و عورت ایسے بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ کہ دونوں تمام عمر اسوجہ سے کوارے۔ یا بے بیابا رہ گئے۔ کہ ان سے کسی نے شادی کرنا پسند نہیں کیا۔

ہندوؤں کے شاستر کے بموجب برہمن بیاہ کراتے ہیں۔ ہون کنڈ بنا کر اُمین آگ جلاتے ہیں۔ اور اُس کے چاروں گوشوں پر چار چھوٹے چھوٹے درخت لگاتے ہیں۔ جن کے ہر چار طرف صنوبر کے درخت لگے ہوتے ہیں۔ دو ٹھاڈلن۔ اُس کنڈ کے سات چکر یا پھیرے لگاتے ہیں۔ یہ شادی کی لازمی رسم ہے۔ یعنی اسی پر شادی کا وارد مدار ہے۔ ڈلن پھیرون کے وقت ایک سل پر۔ یا اُس پتھر پر جس پر مصالحہ پیسا جاتا ہے۔ پاؤں رکھتی ہے۔ اور پھسل سی جاتی ہے دو ٹھاڈلن اُسے پکڑ لیتا ہے۔ اس سے اس امر کا اظہار مقصود ہوتا ہے کہ آئندہ سب

چاہنے والے یون پیرون تلے کچلے جائینگے۔

لام کا برفستانی چشمہ

دا دیون کا
جہا ہونا

درہ انڈھارا
کارا ستہ

شادی

سے پہلے

لڑکی ناک

میں ایک

بالی سنتی ہے

لیکن شادی

کے بعد۔

پھر خاوند

کی وفات

تک ہمیشہ

نقہ پہنے

رہتی ہے۔

ایک

شخص دو



وا دی ملام الموڑہ سے ملام ایک سو چار میل ہے

الموڑہ کو

تین بیس

کر سکتا ہے۔ اور اکثر لوگ ایسا ہی کرتے بھی ہیں۔

تجنیر و تکفین کے رسومات بھی ہندوؤں سے ملتے ہیں۔ اگر کوئی

لڑکا بچو ہونے سے پہلے مر جاتا ہے۔ تو اس کو دفن کر دیتے ہیں جلاتے

ہین۔ اور اُس کی لاش کے ساتھ نمک اُس کی قبر میں رکھتے ہیں۔ باقی دیگر صورتوں میں جلانا عام طریق ہے۔ کل بیٹے اور رشتہ دار داڑھی مونچھ اور سر منڈواتے ہیں۔

مرنے والے کے مُتھ میں سونا جسے ہیرن کہتے ہیں۔ رکھتے ہیں۔ بعد وفات جسم کو سفید موٹے کپڑے میں لپیٹ کر اِرتھی سے باندھتے ہیں اور سب کے اوپر ایک لیشمی چادر ڈال دیتے ہیں۔ ساتھ جانے والے سب ننگے سر ہوتے ہیں۔ سب سے آگے۔ تین لڑکے یا تین آدمی ہوتے ہیں۔ اور ایک سفید کپڑا لے چلتے ہیں۔ اُن میں سے دو شخص۔ دونوں سرن پر ہوتے ہیں۔ اور ایک بیچ میں۔ یہ ایک عجیب رسم ہے۔ جو کماؤن یا گڑھوال کے پہاڑوں میں نہیں پائی جاتی۔ لیکن اہل تبت کے رواج سے بہت مشابہ ہے۔ اور شرقی بھوٹیوں میں بھی جاری ہے۔

چنلا کے موقع پر کھوپڑی کی ایک ہڈی مان سرور کی متبرک جھیل یا گنگا میں ڈالنے کے لیے رکھ لی جاتی ہے۔ اور جب تک کہ اُس بات کا موقع آئے اُس کو کچھ سونے کے ساتھ ایک پتل کے صندوقچہ میں رکھ کر کسی درخت کی خلا میں۔ یا پتھر کے نیچے دبا کر رکھ دیتے ہیں۔ سب لوگ جو دواہ کرم۔ یعنی جلانے کے وقت موجود ہوتے ہیں۔ نہاتے ہیں اور واپس آنے پر ہندوؤں کے قدیم دستور کے بموجب۔ گو موتر سے بندھی حاصل کرتے ہیں۔ گانوں میں موت ہو جانا نحوست کی نشانی سمجھی جاتی ہے۔ اور

اس صورت میں ان کاموں کا شروع کرنا پسند نہیں کرتے۔ جس میں وہ کامیابی کی امید رکھتے ہیں۔

جن بھوٹیوں نے ہندوؤں کے طریقہ اختیار کر لیے ہیں۔ ان میں سے بعض میں حسبِ میل بھی تک تبت کے دیوتا پوجے جاتے ہیں۔ مثلاً نکھوریا^۱ لوگ دھرتا^۲ کے دیوتا کو پوجتے ہیں۔ اس دیوتا کی پوجا بالخصوص برسات کے موسم میں اُسوقت ہوتی ہے۔ جبکہ زیادہ دنوں تک میٹھہ برستے رہتے۔
(الموڑہ کو → مقام ملام کے نیچے والی سڑک)



سے لوگ
اگتا جاتے
ہیں۔
اور یہ سمجھتے
ہیں کہ
دیوتا مذکور
کی پوجا
کرنے سے
اُسوقت
کی موسمی
حالت

تبدیل ہو جائے گی۔ زمین میں دو بلیاں گاڑ کر۔ ایک کے سرے پر لوہے یا پتیل کا ایک ترسول حسین سراگائے کی پونچھ بندھی ہوتی ہے لگاتے ہیں اور دوسری بلی کے سرے پر آدمی کا چہرہ لگا ہوتا ہے۔ دوران پوجا میں باجا براہر بختار ہوتا ہے۔ اور بالآخر ایک بکری کا بل دان کیا جاتا ہے لوگ اُسوقت کے نہایت شوق سے منتظر رہتے ہیں جبکہ مجمع میں سے دیوتا کسی کے سر چڑھ کر ظاہر ہوں۔ کہ یکایک ایک شخص جوش مذہبی سے بے خود ہو کر دوڑتا ہے۔ اور دوڑ کر بکرے کا خون پیتا ہے پھر اُسی حالت بے خودی میں بلیوں کے گرد ناچنے لگتا ہے۔ بالآخر اُس بلی پر چڑھ جاتا ہے جس پر چہرہ لگا ہوتا ہے۔ اور اپنے خون آلودہ لبوں سے دیوتا کے لبوں پر بوسہ دیتا ہے۔ اب اس دیوتا دھرم کے۔ نام کا ایک مندر بن گیا ہے جس میں متعدد کمرے ہیں یہ ایک بالکل نئی بات ہے۔ کیونکہ اب تک دیوتا مذکور کی بودوباش کے لیے انسان کے ہاتھوں کا بنایا ہوا کوئی مندر نہ تھا۔

علیٰ ہذا مقامات برفو اور ٹولامین ملک تبت کے لہامسال (Lhamsai) دیوتا کی پوجا کی جاتی ہے۔ لوگ ایک بڑا سا درخت کاٹتے ہیں اور میدان میں لے جاتے ہیں۔ پھر اُسے زمین میں گاڑ کر تین رسیوں سے کس دیتے ہیں۔ جگہ جگہ آسمین طح طرح کے کپڑوں کی دھجیان۔ اور بہت سے سراگاؤن کی دم لٹکاتے ہیں ان تیار یوں کے بعد۔ لوگ درخت کے گرد گاتے اور ناچتے ہیں۔

اور یہ تین دن تک جاری رہتا ہے۔ جن لوگوں کے گھر لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ وہ بالخصوص اس دیوتا کی پوجا کرتے ہیں۔ اور ہر سال ایک بکر اور شراب اُسے پھینٹ چڑھاتے ہیں۔

جن دیوتاؤں کی گرٹھوال میں پرستش ہوتی ہے۔ ان میں گھٹا کرن۔ یا گھنٹی والا دیوتا۔ بہت مشہور دیوتا ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ کسی اونچی پہاڑی پر۔ ایک بڑا سا گھٹا۔ جو بعض اوقات ڈیڑھ گز لمبا ہوتا ہے۔ ایک لکڑی میں جو دو سیڑھی لکڑیوں پر ترچھی رکھی ہوتی ہے لٹکا ہوتا ہے اور تنہا جو چرواہا۔ یا خوش اعتقاد شخص ادھر سے گذرتا ہے۔ وہ اُسے بجاتا نکلتا ہے گھٹا کرن کی پوجا ماگھ کے مہینہ میں نوروز تک خاص طور پر ہوتی ہے۔ اور اس عجیب و غریب پوجا میں تین اور دیوتاؤں کی پوجا بھی شامل کر دی جاتی ہے۔ یعنی کیلاش۔ کمر دیتی دیوتا اور نندا دیوی کے دیوتا کی نندا دیوی مالک محروسہ سرکار انگلشیہ میں بلند ترین پہاڑ ہے۔ اور اول الذکر یعنی کیلاش مان سرزرتال کے قریب میں۔ ایک متبرک پہاڑ ہے۔ یہ سالانہ پوجا بمقام پنڈوکیشر جو بھوٹ کے علاقہ گرٹھوال میں واقع ہے۔ عمل میں آتی ہے اور یہ بالخصوص اسوجہ سے دلچسپ ہے۔ کہ اس پوجا میں اس جوش مذہبی کی مثال نظر آتی ہے۔ جو اس دیوتا کے پوجاری کے سر چڑھ کر اس سے وہ کام کراتی ہے۔ کہ گویا برکت

جنون اسپر سوار ہے۔ لوہے کی ایک تپائی کو نہایت تیز آگ میں ایسا گرم کرتے ہیں کہ وہ سرخ ہو جاتی ہے۔ اس آگ میں لوگ بہت سرگرمی سے ایندھن ڈالے چلے جاتے ہیں۔ جن لوگوں پر دیوتا خاص طور پر مہربان ہے۔ اور ان کے سر کھیلتا ہے۔ وہ ایک خاندان کے لوگ ہیں جنہیں دریال کہتے ہیں۔ اور پنڈوکیشر میں رہتے ہیں۔ فی زمانہ گو بند سنگھ پر نندا دیوی کی نظر عنایت ہے۔ دھرم پریکشا کی۔

(ہماری قیامگاہ کو) ————— لام سے المڑہ جاتے ہوئے ریل کوٹ)



مہربان
سنگھ
پریکشا
کی
اور
ڈیوبہ
گھنکارن
کی۔
لیکن
کیڈاش
اور
گھنکارن
صرف

یہی دو دیوتا ہیں جو سر کھیلا کرتے ہیں۔ جب کہ جوش مذہبی خوب زور پر ہوتا ہے۔ اس وقت اُن دونوں دیوتاؤں کے نظر کردہ لوگے ڈر کر دریا پر جاتے ہیں۔ اور ندی میں نہا کر پانی میں بھیکے ہوئے اُس جلتی ہوئی آگ کی طرف آتے ہیں۔ لوگ یہ غل مچا مچا کر۔ کہ دیوتا کے درشن کرو۔ انہیں سے اس شخص کے ہاتھوں پر جو گھٹا کرن کا منظور نظر ہے گھی ملتے ہیں۔ وہ معاً اُس تپائی کو جو آگ میں گرم ہونے سے سُرخ ہو رہی ہے اٹھاتا ہے۔ اور اُلٹ کر اپنے سر پر رکھ لیتا ہے۔ پھر اُتار کر رکھ دیتا ہے۔ اور دوسرا شخص اس اُتار میں آگ میں کود پڑتا ہے۔ اور باہر نکل آتا ہے۔ اس رسم کا حال مجھ سے ایک شخص نے اپنا چشم دید بیان کیا۔ پھیری نانے دیوی کی ہر جگہ پوجا ہوتی ہے۔ اگر کسی شخص کی آنکھ دکھتی ہو۔ یا کسی کے مرض نے طول کھینچا ہو۔ تو اس دیوی کو منانا۔ اور اس کا اثر دور کرنا پڑتا ہے۔ اس کیلئے دو باتوں میں سے ایک بات کرنی ہوتی ہے۔ ایک نویہ۔ کہ ایک پتیل کی تھالی۔ مٹی کے ایک گھڑے پر رکھ کر پچاتے ہیں۔ حتی کہ مریض جوش میں اکثر ناچنے لگتا ہے۔ اور یہ بتاتا ہے۔ کہ دیوی فلان چیز کی بھینٹ مانگتی ہے۔ دوسرے یہ کہ کپڑے اور لکڑی کی ایک ڈولی بناتے ہیں۔ اُسکو چراغ جلا کر بوجتے ہیں۔ سہالیان یا چپاتیان چڑھاتے ہیں۔ اور جنگل میں لے جا کر اس امید سے رکھاتے ہیں کہ مریض پر جو اثر بد تھا۔ وہ بھی اس کے ساتھ وہیں چھوٹا۔ نیچ قوم کے بھوٹیون میں۔ جن کو

دوسری کہتے ہیں۔ لوہار۔ سناوسی کرنے والے (دھولی۔ جو لفظ ڈھول سے مشتق ہے) بڑھئی۔ ٹوکرے بنانے والے۔ درزی۔ اور چار وغیرہ شامل ہیں۔ یہ اپنے آپس میں شادی بیاہ کرتے ہیں۔ اور تمام ملک بھوٹ میں ان کی رسمیات یکساں ہیں۔ جو ورام فرقہ کے بھوٹیوں سے ملتی ہیں۔ تجنیر و تکفین کے موقع پر۔ (جس کو وہ لوگ دھرانگ کہتے ہیں) جس کا عمل درآمد وہ دارما کے راجپوتوں کے طور پر کرتے ہیں۔ انھیں ایک بھینسے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کے پیچھے بعض مقامات میں لوگ دھڑتے ہیں۔ اور پتھر۔ لٹھ۔ اور چھری مار کر اس کا کام تمام کر دیتے ہیں اور بعض لوگ مثلاً چودان اپنی قوم کے لوگوں کو۔ قریب کے گائون سے بلاتے ہیں۔ اور ان سے التجا کرتے ہیں۔ کہ ایک ہی وار میں اسکا کام تمام کر دیجیے۔ نیز یہ خوف بھی دلاتے ہیں کہ اگر جانور مذکور تکلیف پا کر مرے گا۔ تو دوسرے گائون کے اس بھینسے کو جس کی تجنیر و تکفین کے وقت پر قربانی کی جاتی ہے۔ ہم بھی دکھ دے کر مار میں گئے۔ مانا میں دھرانگ کی رسم صرف جوشی مٹھ پر ہوتی ہے۔ اور لوگ اُسکے ادا کرنے کو اتنی دیر جاتے ہیں۔ ورام کے بھوٹیے برہمنوں کو خیرات نہیں دیتے اور نہ کسی اور صورت میں۔ ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ بلکہ وہ درحقیقت بھانجے کو پردہت سمجھتے ہیں۔ و نظر برآں انھیں برہمن کی کچھ ضرورت باقی نہیں رہتی۔

بہت سے ہفتوں تک پندرہ ہزار فیٹ کی بلندی پر رہنے کے

(رے بہادر کشن سنگھ میلہ وال (سروی ہند)

حال متیم میلہ وال جن کا ذکر پٹنہ "ای کے" کے نام سے کیا گیا ہے تہی جب ۱۸۶۹ء تا ۱۸۷۹ء



پھر میلان کو جو سرکار انگلشیہ کے مالک محروسین ہے اور جو گیارہ ہزار
فیٹ سے کچھ زیادہ بلند ہے۔ نیچے اترتے وقت عجب کیفیت نظر آتی
تھی۔ اور سامین تو ذرا کلام نہیں۔ کہ برخلاف اس موقع کے۔ جب کہ ہم
روانگی کے وقت سرکاری عملداری سے نکل کر۔ مقام گریبانگ سے۔
اپنے سفر کی پہلی منزل کو بلندی کی جانب روانہ ہوئے تھے۔ اب
نیچے اترنا اور آب و ہوا کا بدلنا بہت اچھا معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ جن
آدمیوں کو شروع سفر میں پہاڑی بیماریوں کے باعث سخت تکلیف تھی
وہ سب جب بت کے پہاڑوں میں روانہ سفر کرنے کا اتفاق ہوا اچھے
ہو گئے۔ اور اختتام سفر تک کسی کو کسی قسم کی شکایت سننے میں نہ آئی
ادھر سے جلتے ہوئے سنگ چام کی پہلی ہی بلند منزل میں۔ جو صرف
۱۷۶۰۰ فیٹ بلند ہے بہت سے آدمی سخت بیمار ہو گئے تھے۔ اور ان کو
بدشواری تمام بت کو لے گئے تھے۔ یا اب وہی لوگ تھے کہ لڑتے وقت
درہ بلبک پر جو اٹھارہ ہزار فیٹ سے زیادہ بلند ہے۔ بے تکلف پاپیاد
چلتے تھے اور انہیں کچھ تکلیف نہ تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ
بلند ترین مقامات میں رہنے کی ہر شخص کو عادت ہو سکتی ہے۔

دریاے گوری کے کنارہ کنارہ جو اسکاٹ کے مقام پر کالی ندی میں
ملتا ہے۔ وادی میلان نہایت خوش نما وادی ہے۔ اور درختوں سے ہرے
بھرے جنگل۔ جو جنوب کی طرف کچھ میل ہی طے کرنے کے بعد شروع
ہو جاتے ہیں۔ بالکل بت کے ان جنگلوں کی ضد میں۔ جو ان درختوں

کا نام نہیں - یہ راستہ ایک بہت آسان گذار بلندی کے کنارہ کنارہ ہے -
اور اگرچہ یہ اس کی داخل خوبی ہے لیکن اسکے ساتھ ہی یہ ممکن نہیں کہ
کسی کو یہ خیال نہو - کہ جو دشواریاں درہ اندھارا و دیگر درون کے
ساتھ اس طرح وابستہ ہیں - کہ کبھی دور نہیں ہو سکتیں - وہ اس قسم کی
دشواریاں ہیں - کہ راستہ مذکور کو تجارت کی غرض سے شاہی تبتی
سرک بنانے کا سوال خارج از بحث ہو جاتا ہے - خواہ کتنا ہی پیہ
اس کی ترقی میں صرف کیا جائے - مگر وہ ان پہاڑوں پر کوئی پائدار

اور تین سنگھ مرحوم سی - آئی - اسی (سروے ہنر) جو میلام میں رہتے تھے اور چودہ برس
ہے کہ انتقال کیا انکا ذکر نیٹ ای کے نام سے ہوا ہے - تبتی جنہو ۱۸۵۵ء تا ۱۸۵۸ء

ہمیشہ

قائم رہنے

والی

سرک

نہیں

ہو سکتی

کیونکہ

ان

پہاڑوں

کا پتھر

اتنا



پچھس پچھسا ہے۔ کہ اسپر کوئی سچتہ اور قائم رہنے والا نشان بنا نا ہی ممکن ہے۔ جو بار کے تجار واقعی خاص طور پر بڑی ہمت والے اور منڈر ہیں۔ اور جس طرح وہ آب و ہوا کے مصائب برف کے ٹڑھکنے اور بلندی کی تکالیف کا مقابلہ کرتے ہیں وہ نہایت قابل تحسین ہے لیکن با اینہم اس بات میں کچھ فرق نہیں آتا۔ کہ بت کے جلنے کے لیے اور صاف و آسان درون کے ہوتے۔ ایسی جگہ پر روپیہ صرف کرنا سراسر اصول تجارت کے خلاف ہے۔ خصوصاً اس صورت میں جب کہ وہ روپیہ دیگر بہتر مقامات میں صرف کیا جاسکتا ہو۔

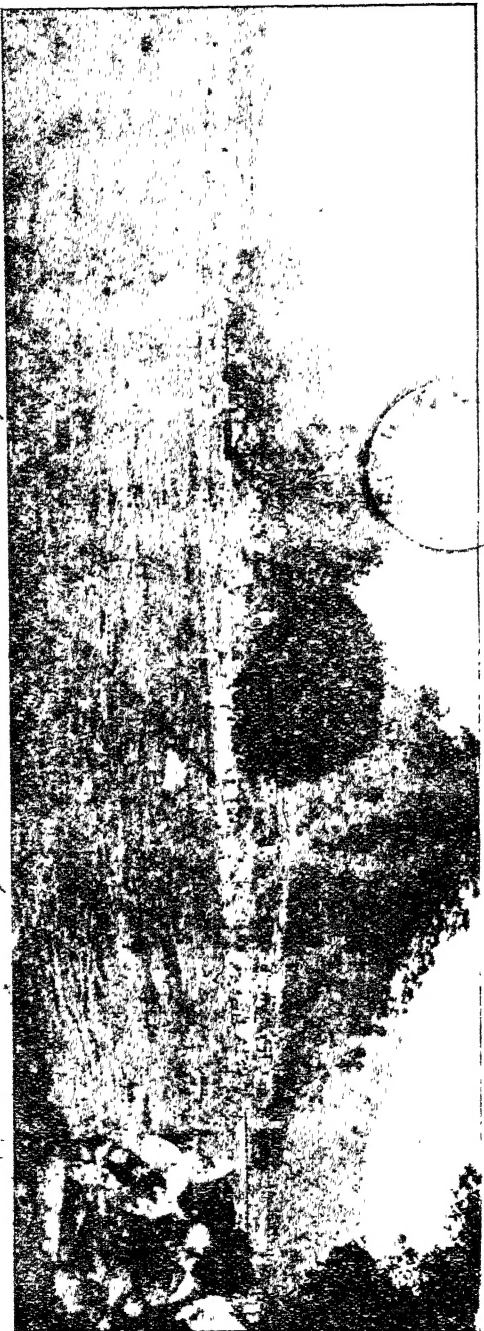
(الموڑہ کے راستہ میں تجم کے مقام کا پل) انگریس اور بھری



جب
ہندو
مین
اور
بھی
نیچے
آئے
تو
ہمارے
کے

جھولے گاٹل

جھولے گاٹل



(مقام گیشہ دریا سے سرخو پر دو دریاؤں کا سنگ)
(الٹرا سے تھیں پہل کے فاصلہ پہ ایک شہر کا نام ہے جس کا نام ہے اسی نام کے ارد گرد اسی صاف کرائی ہوئے تیلین برصغیر کی تھی منانے کا لطف بہت بین کسی کو کم حال ہوا ہو گا۔)

نیچے ہی۔ ملک میں زبردست بارش ہونے کی علامتیں معلوم ہوئیں۔
 نکل بکلتے تھے۔ کھیتوں میں پانی بھرا تھا۔ پہاڑوں کی چٹانوں کے
 کھسل پڑنے سے دریاؤں میں جھیلیں پڑ گئی تھیں۔ جھوٹے پانی دب گئی تھیں
 اور بہت سے جانور اور آدمیوں کا ضائع جانا مشہور تھا۔ مگر ہالیہ
 ایک ایسی سد سکندر سی ہے۔ کہ اس سمت بارش کی ایک بوند بھی
 متصل کے ممالک بہت میں جس کا سیدھا راستہ چند میل کے فاصلہ
 پر ہے نہ پہنچتی ہوگی۔

بہت میں ہم لوگوں کو۔ کھیتوں اور ہر طرح کے کھیتوں سے سوائے
 مان سرور کے۔ جہاں ان کی کثرت سراسر وبال جان ہو سکتی
 طور پر نجات حاصل تھی۔ لیکن جب ہی ہندوستان کی طرف بڑھے۔
 تو وہ کل حشرات الارض جو ہندوستان کی پہاڑیوں میں برسات
 کے موسم میں بہ کثرت ہوتے ہیں آ موجود ہوئے۔ بمثلہ ان کے جو تک
 جو برسات کے دنوں میں۔ اونچے پہاڑوں میں بھی بعض مقامات میں
 بہ کثرت ہوتی ہے نہایت غضب کی شے ہے۔ ہمارے دانت میں تو
 یہ بعض بعض جگہ اس کثرت سے تھیں کہ۔ صد بار ایک بار ایک تار کے ٹکڑوں
 کی طرح۔ سڑک اور گھاس پر پڑی ہوئی۔۔ شکار کے انتظار میں
 تڑپ رہی تھیں۔ جو لوگ برہنہ پاتھے۔ وہ بچارے بار بار رُک کر تین
 تین چار چار کو چھٹاتے تھے۔ اور ان کو اس کام کے لیے تھوڑی تھوڑی
 دیر میں رُکنا پڑتا تھا۔ قلیوں کے تمام پاٹوں کو لہان ہو رہے تھے۔

اور گھوڑوں کی ٹانگوں کی حفاظت کے لیے ہر وقت ایک آدمی نگہبان رکھنا پڑتا تھا۔ ورنہ کوئی چھوٹی سی سوت کے مثال جو تک چپٹ جائے۔ تو معلوم ہونے سے پہلے ہی۔ وہ اس بیچارہ جانور کا خوب خون پی کر پھول جائے۔

جب ہم ہندوستان کے خوبصورت جنگلوں میں واپس پہنچے۔ اور یہاں کی زرخیز وادیوں میں۔ چند خوبصورت چھوٹے چھوٹے گاؤں پاس پاس آباد دیکھے۔ اور پھر اس ملک پر نگاہ پڑی جہاں انسان کے رہنے کے مکانات تھے۔ جہاں آبادی تھی۔ اور مرد عورتیں۔ اور بچے۔ اپنے کھیتوں میں کام کرتے۔ اور اپنی جھیل بکریاں چراتے۔ نظر آتے تھے۔ تو ممکن نہ تھا کہ ہم اس حالت سے۔ مقابلہ نہ کریں جسے ہم ہالیوڈ کی سرسکندری کے اس جانب ابھی ابھی چھوڑے چلے آ رہے تھے۔ جہاں ویرانگی ان مقامات میں جہاں درختوں کا نشان بھی نہیں ہے صاف طور پر نمایاں ہے جہاں سوائے چند تشنیاں کے زراعت دیکھنے میں نہیں آتی۔ اور جہاں آوارہ گرد لوگ۔ ڈیروں میں رہنے والے ویران بیابان جنگلوں میں اس طرح دور دور پھیلے ہوئے ہیں۔ کہ مسافر کسی کسی دن تک چلتا رہے۔ اور اسے آدمی کی شکل نظر نہ آئے۔ اور مکانون کے نہونے سے یہ ویرانگی اور بھی زیادہ بیانیہ ہے۔ اور ہم کو یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ گوہارا سفر

کیسا ہی خوشی کی حالت میں گزرا ہو۔ مگر گھر کی طرف مراجعت اور
بھی خوب ہے۔ فقط

(مقام بگیشر کا بازار)

(تبت سے واپس ہوتے وقت یہ پہلا مقام تھا جہاں ہمارے آدمیوں کو زندگی
کے کل ضروریات اور آرام بہم پہنچ سکے۔ دور دراز سفر کے بعد بیان پونچے پونچے خوشی
ہوئی اس کو ہم ہی جان سکتے ہیں۔

